اللّٰہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور

حصہ ثانیہ

کشف الظلمات

SALAR JUNG EST...
(Oriental Sec...
Accn ... 817...

عن

الآیات البینات

اس رسالہ مین آیات بینات کے اس حصہ فدک کا اجمالی جواب دیا جاتا ہے جو مولوی مہدی علی خان صاحب ملقب بہ محسن الملک سکرٹری کالج علیگڈہ نے اپنے آخری حصہ عمر مین تصنیف کیا تھا اور اہل سنت کو اوسپر بڑا ناز تھا - اور ضمناً مولوی شبلی صاحب کے الفاروق کا جواب بھی شامل کیا گیا ہے - خدا کرے کہ یہ رسالہ باعث ہدایت خلق ہو اور مسلمانون پر حق واضح ہو کیونکہ مین نے حتی الامکان اختصار کا بہت کچھ خیال رکھا ہے تاکہ طول نہ ہوجائے واللہ یہدی

من یشاء الی صراط مستقیم -

فقیر مولف محمد حیدر
عفی عنہ ۱۳۲۳ھ

در مطبع اصلاح کھجوہ ضلع سارن طبع شد

۸۱۸۲
۱۹۶۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

امابعد یہ دوسرا حصہ ہے **کشف الظلمات** کا جس مین آیات بینات کی بحث فدک
کا تفصیلی جواب دیا جاتا ہے۔ کیونکہ حصہ اول کشف الظلمات آپکے سامنے ہے جسنے بتادیا حضرت
عمر کو نوع نسوان سے مطابق رسم جاہلیت قاطبۃ عداوت تھی کہ اونکی ہر قسم کی حق تلفی کو وہ ضروری
جانتے تھے۔ یہانتک کہ جتنے احکام رسول اللہ صنے انکے حق رسی کیلئے جاری کیے تھے سب کو
انھون نے اپنے عہد حکومت مین مٹادیا۔

جناب سیدہ کا مطالبہ فدک زیادہ تر اسی غرض سے تھا کہ جو شریعت خدانے اپنے خاتم النبیین
کے ذریعہ سے جاری کی ہے وہ مٹنے نہ پائے اسی لئے حضرت نے قوت انسانی مین جسقدر طاقت
ہے اوسکو اسمین صرف کیا کہ شریعت رسول قائم رہے چنانچہ ایک حدتک اسمین کامیابی ہوئی
اور عام طور پر حکم خدا یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین قانون اسلام
بنکر جاری ہوا۔ اگرچہ جناب سیدہ متروکہ پدری سے محروم ہی رہین ملاحظہ ہو کشف الظلمات
حصہ اول۔

اب ہم اصل **آیات بینات** کی عبارت کو **قولہ** سے لکھکر **اقول** سے جواب دیتے
ہین تاکہ حق واضح ہو واللہ یحق الحق ویبطل الباطل۔

قال بحث فدک اب ہم اصل بحث فدک کی شروع کرتے ہین اور اسمین ان باتونکو

بیان کرین گے ۔

(۱) فدک کی حقیقت اور اسکے حدود - اور اوسکی آمدنی ۔

(۲) فدک کیونکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے مین آیا ۔

(۳) فئے کے معنی اور اوسکے مصرف ۔

(۴) فدک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو ہبہ فرمایا تھا یا نہین

(۵) حضرت سیدۃ النسا فاطمۃ الزہرا علیہا السلام نے فدک کے ہبہ کا دعوی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا تھا یا نہین ۔

(۶) میراث کے دعوی کی حقیقت ۔

فدک کی حقیقت اور اوسکے حدود اور اوسکی آمدنی

قاموس مین لکھا ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے خیبر مین ۔ اور مصباح اللغۃ مین لکھا ہو کہ وہ ایک بلدہ ہے جو دو روز کی راہ پر ہے اور خیبر سے ایک منزل ۔ اور لسان العرب مین ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے حجاز مین اور ازہری کہتے ہین کہ وہ ایک گاؤن ہے خیبر مین ۔ اور بعضے کہتے ہین کہ وہ حجاز کے ایک طرف مین واقع ہے ۔ اوسمین چشمے تھے اور کھجور کے درخت اور خدا نے اوسے اپنے پیغمبر پر فئے کیا تھا ۔ اور مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع مطبوعہ جرمنی کی جلد دوم صفحہ ۳۱۳ مین ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے حجاز مین مدینے سے دو یا تین دن کے فاصلے پر واقع ہے ۔ اور اوسے خدا نے اپنے رسول کو فئے کیا تھا اسلئے کہ صلحاً حاصل ہوا تھا ۔ اوسمین چشمے تھے اور کھجور کے درخت اور معجم البلدان یاقوت حموی مین ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے حجاز مین مدینے سے دو دن کی راہ پر اور بعض روایت مین تین دن کی راہ پر ۔ اور یہ گاؤن ہجرت کے ساتوین سال صلحاً نصف پر آنحضرت صلعم کے ہاتھ مین آیا تھا ۔ اور اوسمین بہت سے چشمے پانی کے اور خرمے کے درخت تھے ۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری کی جلد ششم صفحہ ۱۴۰ مین لکھا ہے کہ فدک ایک قصبے کا نام ہے اوسمین اور مدینے مین تین دن کا فاصلہ ہے ۔ قاضی نور اللہ شستری احقاق الحق مین فرماتے ہین کہ صاحب ابطال الباطل کا یہ کہنا کہ فدک خیبر کے گاؤن

مین سے ایک گاؤن تھا جھوٹ ہے اسوجہ سے کہ صاحب جامع اصول نے مالک بن انس سے روایت کی ہے کہ عمرؓ نے جو حجتین بیان کین اون مین سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہؐ کے لئے صفایا بنی نضیر اور خیبر اور فدک کا ثلث تھا۔ اور جناب مولانا سید دلدار علی صاحب عماد الاسلام کے دسوین باب کی فصل اول مین شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی سے نقل کر کے فدک کی حقیقت وہی بیان فرماتے ہین جو قاضی صاحب نے بیان کی ہے۔

اقول بیشک قاموس مین ہے فدك ة بخیبر یعنی فدک ایک قریہ ہے خیبر مین۔ مگر افسوس آپنے قریہ کی تفسیر نہین کی کہ قریہ کسکو کہتے ہین اوسی قاموس مین ہے القریہ ویکسر المصر الجامع صـ۹۰

یعنی قریہ بفتح وکسرہ دونو آیا ہے۔ مصر (شہر) جامع کو کہتے ہین۔ جس سے معلوم ہوا کہ قریہ کو بمعنی گاؤن لینا بالکل مغالطہ دینا ہے کیونکہ ہمارے محاورہ مین گاؤن ایک چھوٹے سے دہات کو کہتے ہین مگر زبان عرب مین قریہ کا استعمال بمعنی مصر جامع ہے یعنی بڑا شہر۔

مصر کی لغت مین لکھا ہے والمصر بالکسر الحاجز بین شیئین کالماصر والحد بین الارضین ج و مصر والمکان تمصیرا جعلوہ مصرا فتمصر ومصر المدینۃ المعروفۃ سمیت بہ لتمصرها صـ۳۰

یعنی مصر لغت مین اوسکو کہتے ہین جو حائل ہو دو شیئون مین مثل ماصر اور حد بین الارضین اور مصر والمکان وہان کہتے ہین جہان کوئی مقام شہر بنایا جائے اور مصر شہر معروف ہے جسکو اوسکی آبادی کیوجہ سے مصر کہتے ہین۔

آپنے مصباح اللغۃ سے لکھا ہے کہ وہ ایک بلدہ ہے جو مدینے سے دو روز کی راہ پر اور خیبر سے ایک منزل" جس سے معلوم ہوا کہ آپکا ترجمہ "گاؤن" ہر طور غلط ہے کیونکہ قاموس مین ہے البلد والبلدۃ مکۃ شرفہا اللہ تعـ وکل قطعۃ من الارض مستحیزۃ عامرۃ او غامرۃ والتراب صـ۱۶۲

یعنی بلدہ اور بلد مکہ معظمہ ہے۔ اور ہر قطعہ زمین کو کہتے ہین جو آباد ہو۔

یعنی قریہ بمعنی مصر جامع و بلدہ بمعنی [illegible] کو کہتے ہین جو ایک عظیم الشان شہر ہو جسکی تحدید مین

بہت کچھ اختلاف ہے کشاف اصطلاحات الفنون مین ہے صفحہ ۱۳۲۲

مافیہ جماعات الناس من اھل الحرف وجامع واسواق ومفت وسلطان اوقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام وقرب منہ مافی المضمرات وفی المضمرات ایضا انہ الاصح وقیل انہ ما یجتمع فیہ مرافق الدین والدنیا وقیل ما یتعیش فیہ کل صانع بسنتہ بلا تحول عنہ الی اخری وقیل ما یکون سکانہ عشرۃ الاف وقیل ما یمیز مصلحہ عند التعداد کبخاری۔

یعنی مصر اوسکو کہتے ہین جسمین ہر قسم کے اہل حرفہ۔ اور مسجد جامع۔ اور بازار۔ مفتی۔ قاضی بادشاہ رہتے ہون جو اقامت حدود کرین بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ جس شہر مین کل مرافق دین و دنیا جمع ہون وہ مصر ہے۔ بعضے کہتے ہین جسکے باشندون کی تعداد دس ہزار ہو بعضے کہتے ہین کہ وہ ایسا شہر ہو کہ اوسکا علحدہ شمار ہو سکے۔

پس حیف ہے کہ نواب صاحب نے پہلے ہی دھوکھا دیا کہ صاحب قاموس نے فدک کو قریہ کہا تو انھون نے اوسکا ترجمہ گاؤن کر دیا حالانکہ خود صاحب قاموس قریہ کو بمعنی مصر جامع لکھتے ہین اور مصر ایک بڑے شہر کو کہتے ہین جسمین دس ہزار آدمی رہ سکین پھر فدک کو گاؤن بنانا ظلم نہین تو کیا ہے۔ حالانکہ وہ ایک بڑا شہر تھا جسمین ایک زمانہ مین بادشاہ رہا کرتا تھا۔

آپنے جتنی لغتون کا نام لیا ہے سب مین لفظ قریہ ہے جسکا ترجمہ گاؤن کیا ہے تاکہ اوسکو ایک معمولی گاؤن بنا دین مگر حقیقت قریہ معلوم ہوئی کہ وہ معمولی گاؤن کو نہین کہتے بلکہ عظیم الشان شہر کو بھی گاؤن کہتے ہین لہذا یہ سب تحقیقات آپکی غلط ہوئی۔

قولہ فتح الباری شرح صحیح بخاری کی جلد ششم صفحہ ۱۴۰ مین لکھا ہے۔

اقول فتح الباری جلد ششم مین نہین بلکہ جلد سیوم مین ہے جو بحساب بارہ جزو ثانی عشر ہے اوس مین لفظ قصبہ نہین ہے بلکہ بلد ہے اور بلد بمعنی شہر ہے جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا۔

عبارت فتح الباری یہاں اس طرح ہے قوله وكانت فاطمة تسال ابابكر نصيبها مما ترك رسول الله من خيبر وفدك وصدقته بالمدينة) هذا يؤيد ما تقدم من انها لم تطلب من جميع ما خلف وانما طلبت شيئا مخصوصا فاما خيبر ففي رواية المعمر المذكورة وسهمه من خيبر وقد روى ابوداؤد باسناد صحيح الى سهل بن ابي حثمة قال قسم رسول الله خيبر نصفين نصفها لنوائبه وحاجته و نصفها بين المسلمين قسمها بينهم على ثمانية عشر سهما ورواه من طريق اخرى عن بشير بن يسار مرسلا ليس فيه سهل واما فدك وهي بفتح الفاء والمهملة بعدها كاف بلد بينها وبين المدينة ثلاث مراحل وكان من شأنها ما ذكر اصحاب المغازي قاطبة ان اهل فدك كانوا من يهود فلما فتحت خيبر ارسل فدك يطلبون من النبي صلى الله عليه وسلم الامان على ان يتركوا البلد ويرحلوا وروى ابوداؤد من طريق ابن اسحق عن الزهري وغيره قالوا بقيت بقية من خيبر تحصنوا فسألوا النبي صلى الله عليه وسلم ان يحقن دماءهم ويسيرهم ففعل فسمع بذلك اهل فدك فنزلوا على مثل ذلك فكانت لرسول الله صلى الله عليه وسلم خاصة ولابي داؤد ايضا من طريق معمر عن ابن شهاب صالح النبي صلى الله عليه وسلم اهل فدك وقرى سماها وهو يحاصر قوما آخرين يعني بقية اهل خيبر واما صدقته بالمدينة فروى ابوداؤد من طريق معمر عن الزهري عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك عن رجل من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فذكر قصة بني النضير فقال في آخره فكانت نخل بني النضير لرسول الله صلى الله عليه وسلم خاصة اعطاها اياه فقال ما افاء الله على رسوله منهم الآية قال فاعطى اكثرها المهاجرين

وبقی منہا صدقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التی فی ایدی بنی فاطمۃ وروی عمر بن شبۃ من طریق ابی عون عن الزہری قال کانت صدقۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ اموالا لمخیریق بالمعجمۃ والقاف مصغر وکان یہودیا من بقایا بنی قینقاع نازلا ببنی النضیر فتشہد احدا فقتل بہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مخیریق سابق یہود واوصا مخیریق باموالہ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن طریق الواقدی بسندہ عن عبد اللہ بن کعب قال قال مخیریق ان اصبت فاموالی لمحمد یضعہا حیث اراہ اللہ فہی عامۃ صدقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وکانت اموال مخیریق فی بنی النضیر وعلی ہذا فقولہ فی الحدیث الاتی وہما یختصمان فیما افاء اللہ علی رسولہ من بنی النضیر شمل جمیع ذلک۔ صـ۱۴۲ جلد ۳

یعنی فقرہ صحیح بخاری مین یہ ہے کہ جناب سیدہؑ نے اپنی میراث طلب کی اُنکے متروکات رسول اللہؐ سے خیبر۔ فدک۔ صدقہ مدینہ سے ابن حجر لکھتے ہین کہ اس سے اسکی تائید ہوئی کہ جناب سیدہؑ نے کل متروکات رسول اللہؐ کا نہین مطالبہ کیا تھا۔ بلکہ خاص خاص چیزون کا (خیبر۔ فدک۔ صدقہ مدینہ) جسمین سے خیبر کا ذکر روایۃ معمر مین موجود ہے اور ابوداؤد نے بسند صحیح روایت کی ہے سہل بن ابی خثیمہ سے کہ حضرت نے خیبر کو دو حصہ کیا تھا ایک حصہ تو مسلمانون پر تقسیم کیا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور ایک حصہ اپنی ضروریات وحوائج کے لئے رکھا تھا۔ اس مضمون کی حدیث بشیر بن یسار سے بھی آئی ہے بطور ارسال۔

فدک ۔ ایک شہر ہے جسمین اور مدینہ مین تین مرحلہ کا فرق ہے اسکا قصہ اتفاقی مورخین یہ ہے کہ اہل فدک یہودی تھے۔ جب خیبر فتح ہوا۔ تو اہل فدک نے بھی حضرت سے اس شرط پر امان مانگی کہ شہر چھوڑ کر وہ چلے جائین۔ ابوداؤد روایت کرتے ہین کہ کچھ لوگ اہل خیبر سے قلعہ نشین ہوے اور حضرت سے سوال کیا کہ ہماری جان کشی

کی جائے۔ ہم شہر چھوڑ کر چلے جاتے ہین۔ حضرت نے اون کی استدعا قبول کی۔ اسکی خبر اہل فدک کو معلوم ہوئی تو اونھون نے بھی اسی طرح گفتگو کی جسکو حضرت نے منظور کیا۔ اسی وجہ سے یہ رسول اللہ کا خالصہ تھا (جسمین مسلمانون کا حق نہ تھا) روایت ابو داؤد مین ہے کہ حضرت نے اہل فدک اور چند قریہ والون سے مصالحہ کیا اوس حالت مین کہ محاصرہ کئے تھے دوسری قوم کا یعنی بقیہ اہل خیبر کا۔

رہا صدقہ مدینہ۔ تو ابو داؤد کی روایت مین ہے کہ بنی النضیر کے باغون سے کچھ باغ حضرت کا خالصہ تھا جسکے بارے مین آیہ ما افاء اللہ علی رسولہ منھم نازل ہوا راوی کا بیان ہے کہ حضرت نے اکثر حصہ اوسکا تو مہاجرین کو دیا اوس مین سے صدقہ رسول بچ رہا جو اولاد جناب سیدہ کے ہاتھ مین رہا۔

روایت ابو عون زہری سے یہ ہے کہ حضرت کا صدقہ وہ مال تھا جو مخیریق یہودی کا مال تھا جو اصل مین بنی قینقاع سے تھا مگر بنی النضیر مین آکر نازل ہوا۔ یہ یہودی جنگ احد مین شریک تھا لشکر اسلام کے ساتھ اسنے کہا تھا کہ اگر ہم مارے جائین تو ہمارا کل مال حضرت کا مال ہوگا جسمین آپ جس طرح چاہین تصرف کرین یہ خاص مال رسول اللہ تھا تو اس بنا پر دوسری حدیث مین جو ہے کہ حضرت علیؑ اور عباس مخاصمہ کرتے تھے (بنی النضیر مین تو اوسکو بھی یہ شامل ہے"

غرض نواب مہدی علی خانصاحب نے جتنی تحقیقات بیان کی اوسکا نتیجہ یہی ہے کہ فدک کوئی گاؤن نہین تھا۔ بلکہ ایک شہر تھا بلد بینہا وبین المدینۃ ثلث مراحل علی ان یترکوا البلد۔ اب آپ تمام اہل علم سے دریافت کرلین کہ بلد کا ترجمہ شہر ہے نہ گاؤن نہ قصبہ۔

اگر اسپر بھی تسکین نہ ہو تو خود قرآن مجید مین سورہ بقرہ ملاحظہ ہو جسمین خداوند عالم مصر کو قریہ فرماتا ہے واذ قلنا ادخلوا ھذہ القریۃ جسپر اتفاق مفسرین ہے کہ مراد اس سے مصر ہے یا بیت المقدس جو کہ بلاد عظیمہ سے ہین نہ کہ گاؤن ہو یا قصبہ۔

یہ پہلی کارروائی ہے حضرات اہلسنت کی یا نواب مہدی علی خان صاحب محسن الملک

کی جنھون نے پہلے ہی سے اوسکی تحقیر و توہین شروع کی جو بنائے دعوی ہے کہ فدک کو ایک گانو بنادیا حالانکہ تحقیقات لغت سے معلوم ہوا کہ قریہ کا اطلاق بڑے بڑے شہر و نیز ہوتا ہو چھوٹے گانو پر اور قرآن مجید مین تو قریہ کا اطلاق مصر اور بیت المقدس پر ہوا ہے اور خود مکہ معظمہ جیسا بلد الظم کہا۔ تو اب کیا امید ہوسکتی ہے کہ نواب صاحب اصل تحقیقات مین دیانت سے کام لینگے جب اصل بنائے دعوی ہے مین یہ کارروائی شروع کی۔

متروکات رسول اللہ بمناسبت مقام یہان اون متروکات کا ذکر کرنا مناسب ہے جو رسول اللہ صلعم کا خالصہ تھا علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۷ صفحہ ۱۲۳ مین لکھتے ہین

وقال عیاض الصدقات التی صارت الیہ احدہا من وصیۃ مخیریق یوم احد وکانت سبع حوایط فی بنی النضیر قلت مخیریق کان یہودیا فاعطی تلک الحوایط لرسول اللہ حین اسلامہ الثانی ما اعطاہ الانصار من ارضہم وہو مما لا یبلغہ الماء وکان ہذا ملکا لہ ومنہا حقہ من الفئی من اموال بنی النضیر کانت لہ خاصۃ حین اجلاہم وکذا نصف ارض فدک صالح اہلہا بعد فتح خیبر علی نصف ارضہا وکانت خالصۃ لہ وکذا ثلث ارض وادی القری اخذہ فی الصلح حین صالح الیہود وکذا حصنان من حصون خیبر الوطیح والسلالم ومنہا سہمہ من خمس خیبر وما افتتح فیہا عنوۃ فکانت ہذہ کلہا ملکا لسیدنا رسول اللہ صلعم خاصۃ لاحق لاحد فیہا فکان یاخذ منہا نفقتہ ونفقۃ اہلہ ویصرف الباقی فی مصالح المسلمین۔

کہا قاضی عیاض نے کہ حضرت کے صدقات جو آپکو حاصل ہوئے تھے حسب ذیل تھے

ایک تو وہ تھا جو آپکو بذریعہ وصیت مخیریق یہودی حاصل ہوا تھا بروز جنگ احد یہ سات باغ تھا بنی النضیر مین۔ عینی کہتے ہین کہ مخیریق یہودی تھا جسنے بوقت اسلام حضرت کو سب باغ دیئے۔

دوسری وہ زمین تھی جو انصار نے حضرت کو دیا تھا اپنی آراضی سے جسمین پانی نہین جاسکتا

تھا یہ حضرت کا ملک خاص تھا۔

تیسرے وہ فئے جو مال بنی النضیر سے حضرت کو حاصل ہوا جبکہ آپنے اونکو جلا وطن کیا۔

چوتھی نصف اراضی فدک جسپر حضرت نے اون سے صلح کیا تھا بعد فتح خیبر تو یہ بھی حضرت کا خاص تھا۔

پانچوین اراضی وادی القری جو حضرت کو بصلح حاصل ہوا۔

چھٹے ساتوین قلعہ وطیح وسلالم جو خیبر کے قلعون سے تھا۔

آٹھوین۔ خمس خیبر مین جو آپکا سہم تھا۔ یہ سب حضرت کا خالصہ تھا بلا شرکت احدے جسمین سے حضرت اپنا اور عیال کا نفقہ لیتے تھے اور باقی کو مصالح مسلمین مین صرف کرتے تھے۔

غالبًا اسی کی طرف ابن حجر عسقلانی نے اشارہ کیا ہے: فہذا انہا لم تطلب من جمیع ما خلفہ انما طلبت شیئًا مخصوصًا ص۱۱

یعنی جناب سیدہ نے کل متروکات رسول اللہ کا مطالبہ نہین کیا تھا۔ بلکہ خاص خاص چیزونکا جو بروایت بخاری۔ خمس خیبر۔ فدک ہے اور صدقات مدینہ مگر ابوبکر نے کچھ نہ دیا۔

استدلال جناب سیدہ طرہ تو یہ ہے کہ جناب سیدہ نے اپنے دعوی پر پہلے ہی ایسا استدلال فرمایا تھا کہ جسکو کوئی صاحب انصاف اوس سے عدول نہ کرسکتا تھا۔ مگر زبردستی کا کیا علاج ہے

چنانچہ ابن حجر لکھتے ہین ایضا من طریق ابی الطفیل قال ارسلت فاطمہ الی ابی بکر انت ورثت رسول اللہ ام اہلہ قال لا بل اہلہ قالت فاین سہم رسول اللہ ص قال سمعت رسول اللہ ص یقول ان اللہ اذا اطعم نبیا طعمۃ ثم قبضہ جعلہا للذی یقوم من بعدہ فرایت ان اردہ علی المسلمین قالت فانت وما سمعت ص۱۲۱ جلد۲

یعنی جناب سیدہ نے ابوبکر سے کہلا بھیجا کہ تم رسول اللہ ص کے وارث ہو۔ یا اونکے اہل تو ابوبکر نے کہلا بھیجا بلکہ اہل رسول اللہ ص وارث ہین۔ اسپر جناب سیدہ نے کہلوایا پھر سہم رسول اللہ کیا ہوا تو ابوبکر نے کہا ہمنے آنحضرت سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا خدا جو اپنے نبی کو کچھ دیتا ہے۔ تو وہ اوسکا ہوتا ہی جو اونکے بعد قایم مقام ہوتا ہے۔ اسپر جناب سیدہ نے کہلوایا کہ تو تو جانے جو تو نے سنا ہے۔

اس حدیث سے بصراحت تمام معلوم ہوا کہ ابوبکر نے پہلے اقرار کیا کہ رسول اللہ کے وارث اونکے اہل ہین جس سے معلوم ہوا کہ وراثت کا سلسلہ اوسی طرح آپ مین بھی جاری ہے جسطرح غیرون مین جس سے وہ حدیث غلط ہوئی جو بنائی گئی ہے نحن معاشر الانبیاء لا نورث۔ یہی تو باعث ہوا کہ ابن حجر لکھتے ہین ففیہ لفظۃ منکرۃ وھی قول ابی بکر بل اھلہ فانہ معارض للحدیث الصحیح کہ اس حدیث مین یہ لفظ منکر ہے جو ابوبکر نے بجواب جناب سیدہؑ کہا تھا کہ حضرت کے وارث آپکے اہل ہونگے کیونکہ حدیث صحیح کے معارض ہے۔ مگر افسوس اسپر نہ خیال کیا کہ یہ کارروائی تو بعد کی ہے۔ پہلا تو وہی قول ہے کہ حضرت کے وارث آپکے اولاد ہی ہونگے۔ چونکہ اسکی تحقیقات آیندہ مذکور ہوگی لہذا اسی پر اکتفا کرتے ہین۔

قال فدک کے حدود جو کچھ حضرات شیعہ نے بیان کئے ہین اور اوسکی حدبندی کا قصہ جو ونھون نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے۔ ملا باقر مجلسی بحار الانوار کی آٹھوین جلد کتاب الفتن صفحہ ۱۰۱ مین فدک کی حدبندی کی نسبت بسند عبداللہ بن سنان حضرت امام جعفر صادق ؑ سے یہ بیان کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم فاطمہ کے گھر مین بیٹھے ہوے تھے کہ جبریلؑ آئے اور کہا اے محمدؐ اوٹھو خدائے تبارک وتعالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کیلئے اپنے پرون سے فدک کی حدبندی کردون۔ آپ جبریل کے ساتھ اوٹھ کھڑے ہوے اور تھوڑی دیر مین لوٹ آئے اور حضرت سیدہ کے پوچھنے پر آپنے فرمایا کہ جبریل نے میرے لئے اپنے پرون سے فدک کی حدبندی کردی ہے۔

اقول مگر نہ معلوم اسمین کونسا امر قابل اعتراض ہے کیا مثل سید احمد خان صاحب وجود ملائکہ سے انکار ہے یا نزول حضرت جبریلؑ امین سے یا خدمت جناب سیدہؑ واہلبیت طاہرین سے کہ ہم اوسکو ثابت کرین اگر خیال طول نہ ہوتا تو ہم بہت سے شواہد اسکے کتب اہلسنت سے پیش کرتے کہ بیشک حضرت جبریل امین اکثر خدمتین اہلبیت طاہرین کی انجام دیا کرتے جسمین ایک خدمت یہ بھی تھی کہ فدک کی حدبندی کردین کیونکہ عام قاعدہ ہے جس امر مین مخالفت کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے اوسمین اہتمام بھی زیادہ کیا جاتا ہے۔

تمثیلاً یہ روایت مودۃ القربی سید علی ہمدانی ملاحظہ ہو جو اعاظم علماے اہلسنت سے ہین صفحہ مطبوعہ بمبئی۔

وعن عمر بن الخطاب رض قال نصب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم علیا علماً فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ واخذل من خذلہ وانصر من نصرہ اللھم انت شہید ی علیہم وقال کان فی جنبی شاب حسن الوجہ طیب الریح فقال لی یا عمر لقد عقد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم عقدا لا یحلہ الا منافق فاحذر ان تحلہ قال عمر فقلت یا رسول اللہ انک حیث قلت فی علی کان فی جنبی شاب حسن الوجہ طیب الریح قال نعم یا عمر انہ لیس من ولد آدم لکنہ جبریل اراد ان یوکد علیکم ما قلتہ فی علیٍ۔

یعنی خود عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ جب آنحضرت نے جناب امیرؑ کو علم قرار دیا اور کہا من کنت مولاہ فعلی مولاہ تو ہمارے پہلو مین ایک جوان خوشرو۔ خوشبو تھا اوسنے کہا اسے عمر۔ آج حضرتؐ وہ گرہ باندھی ہے کہ اوسکو نہ کھولیگا۔ مگر منافق۔ تو تو اس سے ڈرتا نہ کہین تو ہی اس گرہ کا کھولنے والا نہو۔ عمر نے اس واقعہ کو آکر حضرت سے بیان کیا۔ تو آپنے فرمایا وہ بنی آدم سے نہ تھا۔ بلکہ جبرئیل امین تھے جنھون نے بغرض تاکید تجھسے یہ کہا۔

پس جس طرح حضرت جبرئیل امین نے اس واقعہ خم غدیر مین بغرض تاکید و تائید قول رسول یہ کلام عمر سے فرمایا۔ اوسی طرح حدبندی فدک مین بھی اہتمام کیا کیونکہ اونکو معلوم تھا نتیجہ ان سب کا کیا ہونیوالا ہے۔ اور منافقین امت کیا کرینگے۔

قال ہمکو افسوس ہے کہ کوئی روایت حضرات امامیہ نے کسی امام کی طرف سے ایسی بیان نہین فرمائی جس سے معلوم کہ جبرئیل امین نے اپنے پرون سے جو حدود فدک کے مقرر کئے تھے وہ اوسی قریے یا بلدے کے تھے جو ایک گاؤن مدینے سے دو دن یا تین دن کی راہ پر ہے۔ یا وہ حدود مقرر کئے تھے جن کا ذکر حضرت امام موسیٰ کاظم کی روایت مین ہے جسکی ایک حد عدن اور دوسری سمرقند اور تیسری افریقہ اور چوتھی سمندر جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے تھی۔ اور جسکی نسبت ہارون رشید نے کہا تھا کہ یہ تو سب دنیا ہے۔ اور وہ روایت یہ ہے

سے اسکا ہام بیان کرتے ہین ۔

اقول افسوس تو ہمکو سمجھ مگر نے اسوجہ سے جو آپنے قرار دی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ شیعون نے غلط روایت امام کی طرف منسوب کی بلکہ اسوجہ سے کہ ابو بکر صاحب کو آپکی محنتون کا حال نہ معلوم تھا جو شاید آپ بہ ہم کھاکر فدک دیدیے ہوتے کہ پھر آپکو یہ فکر پڑتی جس سے آپکو اسقدر خلجان ہو رہا ہے ۔

آپکی تحریر دو باتین بتا رہی ہین ایک یہ کہ رواۃ شیعہ معاذ اللہ غلط گو تھے کہ وضعی روایت بناتے دوسرے یہکہ یہ روایت خاص طور پر موضوع ہے پہلی بات اس وجہ سے لغو ہے کہ رواۃ شیعہ ہمیشہ پابندی صدق و راستی مجبور ہین کہ جسقدر جس روایت کو سنین اوسیقدر بیان کرین نہ وہ کذب و افترا کو جائز جانتے ہین نہ انکو اسکی اجازت ہے ۔ بلکہ فرض اسیقدر ہے کہ جسقدر معصوم سے سنا اوسقدر بیان کیا یہ سب اختیارات تو آپ حضرات اہلسنت کو حاصل ہین کہ جہانتک ہوسکے روایت بنائین اور اپنے مریدون کو خوش کرین یہانتک کہ وضعی روایت کا بنانا آپکے یہان کار ثواب سمجھا گیا ہے خاتمہ مجمع البحار شیخ ملا طاہر مین ہے صفحہ جلد ۳ نوع فی الوضاعین فی الخلاصۃ اعلم ان الوضع یعرف یا عتراف واضعہ وبقرینۃ حال الراوی والمروی برکۃ اللفظ والمعنی واعظم الوضاعین ضرراً قوم منتسبون الی الزھد وضعوا حسبۃ فیقبل موضوعاتھم و الکرامیۃ وبعض المبتدعۃ یجوزون الوضع فی الترغیب والترھیب وھو خلاف اجماع المسلمین المعتدین وحکی السیوطی عن ابن الجوزی ان من وقع فی حدیثہ الموضوع والکذب والقلب منھم من غلب علیھم الزھد فغفلوا عن الحفظ او ضاعت کتبہ فحدث من حفظہ فغلط ومنھم قوم ثقاۃ لکن اختلطت عقولھم فی اواخر اعمارھم ومنھم من روی الخطاء سھواً ثم رأوا الصواب ولم یرجعوا انفۃ ان ینسبوا الی الغلط ومنھم زنادقۃ وضعوا قصدا الی فساد الشریعۃ وایقاع الشک والتلاعب بالدین وقد کان بعض الزنادقۃ یتغفل الشیخ

فيدلس في كتابه ماليس من حديثه قال حماد بن زيد وضعت الزنادقة اربعة الاف حديث ولما اخذ ابن ابي العوجاء لضرب عنقه قال وضعت فيكم اربعة الاف حديث احرم فيها الحلال واحل فيها الحرام ومنهم من وضع نصرة لمذهبه كرجل من المبتدعة فجعل يقول انظروا عمن تاخذون هذا الحديث فانا كنا اذا هوينا امرا صيرناه حديثا ومنهم من يضعون حسبة ترغيبا وترهيبا ومضمون فعلهم ان الشريعة ناقصة تحتاج الى التتميم ومنهم من اجاز وضع الاسانيد بكلام حسن ومنهم من قصد التقرب الى السلطان ومنهم القصاص لانهم يريدون احاديث وترقق وتنفق وفي الصحاح يقل مثله ثم ان الحفظ يشق عليهم ويتفق عدم الدين ويحضرهم جهال وما اكثر ما تعرض على احاديث في مجلس الوعظ وقد ذكرها قصاص الزمان اي وعاظهم فاردها فيحقدون علي انتهى - صفحه ۵۰ جلد ۲

یعنی خلاصہ یہ ہے کہ حدیث کا موضوع ہونا یا تو اقرار واضع سے معلوم ہوتا ہے (سبحان اللہ کیا علامت ہے کہ جھوٹا خود اقرار کرے) یا قرینہ حال راوی سے یا رکاکت الفاظ روایت سے (کیا راوی عمدہ الفاظ سے نہیں بیان کر سکتا) یا رکاکت معنی حدیث سے - اور سب سے زیادہ ضرر اون واضعین کا ہے جو منسوب ہوتے ہین طرف زہد کے جو محض خیر خواہی دین سے حدیث بناتے ہین اور اون کی حدیثین اسوجہ سے قبول ہو جاتی ہین کہ لوگ اونپر اعتماد کرتے ہین اور کرامیہ اور بعض اہل بدعت (نام نہین لکھا) جائز جانتے ہین حدیث بنانا ترغیب وترہیب مین (کسی کام کی طرف رغبت دلانا یا خوف دلانا) حالانکہ یہ طریقہ خلاف اجماع مسلمین ہے جو قابل شمار ہین -

اور سیوطی نے ابن الجوزی سے نقل کیا ہے کہ جن لوگون کی حدیث مین موضوع یا کذب یا قلب شامل ہے وہ لوگ ہین جنپر زہد غالب تھا (یعنی حدیث کے جھوٹی بنانیوالے زیادہ زاہد لوگ تھے) جنھون نے محض یاد پر حدیثین بیان کین [illegible] کتابین ضایع ہو گئین اس لئے

اون کی حدیثون مین غلطی ہوئی (یہ بھی پردہ داری ہے) بعض ان مین وہ ہین جو اصل قابل اعتماد تھے۔ مگر آخر مین اون کی عقلون مین اختلاط ہوا سو جسسے حدیثین اونکی غلط ہوئین۔ بعض وہ ہین جنھون نے بھولے سے ایسی حدیثین بیان کین۔ پھر اونکو جو معلوم ہوا مگر ضد سے اپنی غلطی پر قایم رہے کہ لوگ کہین گے اپنے غلط حدیث بیان کی تھی بعض واضعین حدیث زنادقہ ہین جنھون نے محض دین کے غارت کرنے اور شک وفساد پھیلانے کے لئے وضعی حدیثین بنائین اور بعض تو یہ کرتے تھے کہ اپنے اوستاد کو غافل کرکے اونکی کتابون مین وہ حدیثین ملا دیتے جو اونکی حدیث نہ تھی حماد بن زید کہتے ہین کہ زنادقہ نے چار ہزار حدیثین بنائین اور جب ابن ابی العوجا کو قتل کرنے لگے تو اوسنے کہا ہمنے تم مین چار ہزار حدیثین بنائی ہین جنمین حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا۔

بعض واضعین مین وہ ہین جو محض اپنے مذہب کی تائید مین حدیثین بنالتے چنانچہ جب اوسنے اوس مذہب سے توبہ کیا تو کہا دیکھو تم کس سے حدیثین لیتے ہو ہم جب چاہتے کسی امر کو تو حدیث بنا دیتے۔

بعض محض حسبۃ للہ حدیثین بناتے ترغیب وترہیب مین جسکے مطلب یہ ہوتے کہ کہ وہ شریعت کو ناقص سمجھتے کہ اسکے کامل کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض جائز جانتے ہین سند حدیث کو اچھا بنانا۔ بعض سلاطین کی خوشامد مین حدیثین بناتے بعض ان مین وہ لوگ ہین جو واعظ ہین کیونکہ وہ ایسی حدیثین بناتے ہین جس سے لوگون کے دل نرم ہون۔ اور صحاح مین ایسی حدیثین کم ہین (مگر ہین) صفحہ ۵۰

غرض جب خود علماء اہلسنت نے اس کثرت سے اور ان اغراض سے وضعی حدیثین بنائی ہین تو وہ کیونکر مومنین کی نسبت یہ گمان کرسکتے ہین کہ اونھون نے کوئی حدیث بنائی ہو حالانکہ شیعہ کذب کو اکبر کبائر سے جانتے ہین۔

اگر اس بحث کی تفصیل کی جاسے تو بلا وجہ طول ہوگا لہذا جواب شرکا صفحہ ۲۵۳ لغایت ۲۶۴ ملاحظہ فرمائیے جسمین ایک جدول اسکا ہے کہ علمائے اہلسنت نے کتنی

وصفی مدیثین بنائی ہین۔

اب آئیے اصل بحث پر کہ جناب امام موسی کاظم نے یہ حدود بتائے جس سے معلوم ہو کہ اصل مقصود امام کیا ہے آیا یہی فدک ہے یا کوئی دوسری بات ہے کیونکہ اصل روایت مناقب شہر ابن آشوب علیہ الرحمہ اس طرح پر ہے دفی کتاب اخبار الخلفاء ان هرون الرشید کان یقول لموسی بن جعفر خذ فدک حتی اردها الیک فیابی حتی الح علیه فقال علیه السّلام لا اخذها الا بحدودها قال وما حدودها قال ان حددتها لم تردها قال بحق جدک الا فعلت قال اما الحد الاول فعدن فتغیر وجه الرشید وقال ایها قال والحد الثانی سمرقند فاربد وجهه والحد الثالث افریقة فاسود وجهه وقال هیه قال والرابع سیف البحر مما یلی الجزر وارمینیه قال الرشید فلم یبق لنا شیٔ فتحول الی مجلسی قال موسی قد اعلمتک اننی ان حددتها لم تردها فعنه ذلک عزم علی قتله مث جلد ۱ ص ۵

اس روایت مین حضرت نے فدک کو بدلا ہے نہ اوسکے دعوی سے دست بردار ہوئے ہین بلکہ فرمایا ہے کہ جب تک تو اوسکو مع حدود نہ دیگا نہ لونگا۔

حد کو ہر شخص جانتا ہے کہ اصل سے خارج ہوتا ہے مثلاً کسی زمین کی حدبندی کی جاتی ہے تو اوسکی سمت مقرر کئے جاتے ہین کہ فلان سمت مین فلان شہر ہے یا زمین ہے جو اوس سے خارج ہوتی ہے تو نہ حضرت نے یہ فرمایا کہ ان سب کا نام فدک ہے نہ یہی فرمایا کہ یہ سب ہبہ جناب سیدہ مین تھے۔ بلکہ فرماتے ہین کہ فدک مین اوسی وقت لونگا جب اوسکے حدود کو بھی دے۔ جس سے معلوم ہوا کہ فدک اور چیز ہے حدود اوسکے دوسری چیز۔

قاموس مین ہے الحد الحاجز بین الشیٔین ومنتهی الشیٔ یعنی حد اوس فاصل کو کہتے ہین جو دوسرے کو جدا کرے۔ اور منتہی کو کہتے ہین جہان اوسکی انتہا ہو۔

اور مجمع بحار الانوار میں ہے الحد ومحارم اللہ وعقوباتہ التی قرنہا بالذنوب واصل الحد المنع والفصل بین الشیئین فکان حدود الشرع فصلت بین الحلال والحرام فمنہا مالا یقرب کالفواحش المحرمۃ صفحہ ۲۵۲

تو اب بالیقین معلوم ہوا کہ حضرت نے اوس ملک کو جسکے یہ حدود فرمائے ہین فدک نہین کہا کہ یہ سب فدک ہے بلکہ آپنے بھی ان ملکونکو اوس سے خارج کہا مگر اوس کے حدود کا آپ مطالبہ کر رہے ہین فدک کے ساتھ۔

اب رہی یہ بات کہ آپنے ان ملکون کو فدک کی حد کیون قرار دی اور اوسکا مطالبہ کیون کیا پس پہلے اسکو سمجھنا چاہیئے کہ فدک کا مطالبہ جناب سیدہؑ ہی نے کیون کیا تھا محض حکم خدا ورسول سے کہ یہ حق جناب سیدہ تھا خواہ بذریعہ وراثت ہو خواہ بذریعہ ہبہ۔ تو مطالبہ کا تعلق استحقاق سے ہوا جو بحکم خدا ورسول وارث کو یا موہوب لہ کو پیدا ہوا۔

وہی حق یہان جناب امام موسی کاظم طلب فرماتے ہین کہ اگر تو فدک کو اسوجہ سے دیتا ہے کہ ہم اوسکے حقدار ہین۔ تو حقیقت مین اوسکے حدود بھی داخل ہین کیونکہ جس حکم خدا و رسول سے ہم فدک کے مستحق ہین اوسی حکم خدا ورسول سے ہم ان ممالک کے بھی مستحق ہین جو ممالک اسلام کہلاتے ہین اور جنپر ان خلفا کا قبضہ ہے۔

کیونکہ ہارون الرشید یہ ظاہر کر رہا ہے کہ ہمارے آپکے اختلاف اسی فدک کی وجہ سے ہے اسکو لے لیجئے قصے طے ہو جائے حضرت فرما رہے ہین کہ یہ تیری نافہمی ہے کہ جو تو اس اختلاف کی وجہ صرف فدک کو کہہ رہا ہے حالانکہ ہمارے تیرے اختلاف اصل حقیت اور خلافت مین ہے۔

اسی اصول پر حضرت فرما رہے ہین کہ اگر دیتا ہے تو صرف فدک کیون دیتا ہے اوسکے حدود بھی دے تو معلوم ہو کچھ ایمانداری کا اثر تجھ مین ہے۔ نہ یہ کہ آپ فرماتے ہون یہ سب فدک ہے۔

یہان سب سے پہلے خیال اس طرف رجوع ہوگا کہ کیا وجہ ہوئی جناب سیدہؑ نے صرف فدک کا دعوی کیا جو نہین ملا اور جناب امام موسی کاظمؑ کو فدک مل رہا ہے اور آپ اوس کے

حدود کو اسقدر بڑھا رہے ہین کہ تمامی ممالک اسلامیہ پر دعوی کرتے ہین ۔
مگر جب آپ باخود ہا کے تعلقات و حالات پر تاریخی حیثیت سے غور کرینگے تو فرق معلوم ہوگا کیونکہ فتح الباری مین ہے هذا يويد ما تقدم من انها لم تطلب من جميع ما خلف وانما طلبت شيئاً مخصوصاً صا ۱۲۱ جلد ۳
یعنی جناب سیدہؑ نے کل متروکہ رسول کا مطالبہ نہین کیا تھا بلکہ اوس سے خاص چیز کا مطالبہ کیا تھا ۔
جس سے معلوم ہوا کہ مطالبہ کا تعلق منجملہ متروکات رسول اللہ ایک جزو خاص سے تھا کہ حضرتؑ نے اوسکو طلب کیا اور ابوبکر نے نہ مانا ۔ تو اب مطالبہ جناب موسی کاظم کا فدک سے ترقی کرنا اور اوسکے حدود خارجہ کا مطالبہ ضرور کسی خاص وجہ سے تھا ۔
کیونکہ ہارون رشید خاندان بنی عباس سے ہے جنہین قبل اسلام اور بعد اسلام ایسا اتحاد و اتفاق رہا کہ کل ایک خاندان گنا جاتا ۔ اگرچہ حضرت عباس بظاہر قبل از ہجرت رسول اللہؐ مشرف بہ اسلام نہین ہوے تھے ۔ مگر وہ ہر طرح حضرتؐ کے خیرخواہ تھے کیونکہ رسول اللہؐ اور جناب امیرؑ اونکے برادرزادہ تھے جو سلوک عام طور پر چچا کا بھتیجے کے ساتھ ہوتا تھا وہی باخود ہا برتاؤ تھا یہانتک کہ بعد وفات رسول اللہؐ جب جناب امیرؑ نے تجہیز و تکفین کا سامان شروع کیا تو حضرت عباس نے کہا تم ہمسے بیعت لے لو کہ کہنے کو ہوجائے عم رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کی بیعت کی ہے چنانچہ تاریخ کامل مین ہے صد ۲۹ جلد ۳
وقال لصهيب صل بالناس ثلاثة ايام وادخل هولاء الرهط بيتا وقم على رؤسهم فان اجتمع خمسة وابى واحد فاشدخ راسه بالسيف وان اتفق اربعة وابى اثنان فاضرب رؤسهما وان رضى ثلاثة رجلا فحكموا عبد الله بن عمر فان لم يرضوا بحكم عبد الله بن عمر فكونوا مع الذين فيهم عبد الرحمن بن عوف واقتلوا الباقين ان رغبوا عما اجتمع فيه الناس فخرجوا فقال على لقوم معه من بنى هاشم ان اطيع

فیکم فو سکو لم تو مروا اہلا و تلقاہ عمہ العباس فقال عدلت عنا فقال وما علمك قال قرن بی عثمان قال و کونوا مع الاکثر فان رضی رجلان رجلا و رجلان رجلا فکونوا مع الذین فیہم عبد الرحمن فسعد لا یخالف ابن عمہ و عبد الرحمن صہر عثمان لا یختلفون فیولیہا احدہما الاخر فلو کان الاخران معی لم ینفعانی فقال لہ العباس لم ارفعك فی شیء الا رجعت الی مستاخرا بما اکرہ اشرت علیك عند وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تسالہ فیمن ہذا الامر فابیت فاشرت علیك بعد وفاتہ ان تعاجل الامر فابیت فاشرت علیك حین سماك عمر فی الشوری ان لا تدخل معہم فابیت احفظ عنی واحدۃ کل ما عرض علیك القوم فقل لا الا ان یولوك واحذر ہولاء الرہط فانہم لا یبرحون یدفعوننا عن ہذا الامر حتی یقوم بہ لنا غیرنا وایم اللہ لا ینالہ الا بشر لا ینفع معہ خیر فقال علی اما لئن بقی عثمان لاذکرنہ ما اتی ولئن مات لیتداولونہا بینہم ولئن فعلوا لتجدنی حیث یکرہون ثم تمثل۔

حلفت برب الراقصات عشیۃ غدون خفافا فابتدرن المحصبا
لیحتلبن رہط ابن یعمر فارسا نجیعا بنو الشداخ وردا مصلبا

والتفت فرای ابا طلحۃ فکرہ مکانہ فقال ابو طلحۃ لن تراع ابا الحسن۔

خلاصہ یہ ہے کہ عمر نے اپنے مرنے کے بعد جو خلافت کا انتظام کیا تو صہیب سے کہا کہ تین روز تک تم اقامت جماعت کرنا اور ان لوگوں کو جنہیں نامزد بخلافت کیا ہے ایک مکان میں جمع کرنا اور اونکے سر پر کھڑے رہنا اگر پانچ کی راے ایک طرف ہو تو چھٹے کو قتل کرنا اور اگر چار ایک طرف ہوں تو دو کو مار ڈالنا۔ اور اگر تین آدمی ایک طرف ہوں اور تین ایک طرف تو ہمارے فرزند عبد اللہ کو حکم مقرر کرنا اگر اوسکے فیصلہ پر بھی راضی نہوں تو اوس طرف میں خلیفہ ہو گا جس طرف عبد الرحمن بن عوف ہوں اور باقی لوگوں کو قتل کر ڈالنا اگر

مخالفت کرین۔ جب لوگ وہان سے اوٹھے تو حضرت علیؑ نے اپنے ساتھیون سے بنی ہاشم سے کہا کہ جب تک ہم قوم کی اطاعت کرتے رہینگے کبھی ہمکو خلیفہ نہ ہونے دینگے۔ اس عرصہ مین حضرت عباس سے ملاقات ہوئی تو حضرت علیؑ نے اپنے چچا سے کہا کہ اس دفعہ بھی خلافت ہمسے گئی۔ پوچھا کیونکر۔ کہا کہ ہمارے ساتھ عثمان کو بھی شریک کیا ہے اور اسکا بھی حکم دیا ہے کہ جدہر غلبہ رائے ہو اوسی طرف خلافت ہو اور اگر دو آدمی نے ایک ایک کو منتخب کیا تو اوس طرف رہنا چاہیئے جدہر عبدالرحمن بن عوف ہون تو سعد بن ابی وقاص اپنے ابن عم کو نہ چھوڑینگے۔ اور عبدالرحمن صہر عثمان ہین جنہین اختلاف نہین ہوسکتا لہذا یا عثمان خلیفہ ہونگے یا عبدالرحمن بن عوف۔ اب اگر ہمارے ساتھ دو آدمی ہوئے بھی تو کوئی فائدہ نہین۔

حضرت عباس نے کہا جب ہمنے تمکو روکا یا تو تم پیچھے پھر کے ہمارے پاس [illegible] وفات رسول اللہ ؐ کہا تھا کہ حضرت سے دریافت کر و تمنے انکار کیا (یہ حصہ بالکل غلط ہے جسے مورخ نے مزید ایمان داری سے بڑھایا) بعد وفات رسول ہمنے تمسے کہا کہ جلد بیعت لے لو تو تمنے انکار کیا۔ جب عمر نے تمہارا نام شوریٰ مین لیا اوس وقت بھی ہمنے کہا کہ تم اون مین نہ شامل ہو۔ اس سے بھی انکار کیا۔ اب ایک ہی بات رہ گئی کہ جب تک وہ لوگ تمہاری خلافت نہ قبول کرین تم اون کی کوئی بات نہ مانو۔ اور اس قوم سے حذر کرتے رہو کہ یہ لوگ ہمیشہ ہم اسکو علحدہ کرتے رہینگے یہانتک کہ کوئی غیر اسکے ساتھ قایم ہو قسم بخدا نہ پاؤ۔ اس خلافت کو مگر شر جسکے ساتھ کوئی فائدہ نہوگا حضرت علیؑ نے کہا اگر عمر زندہ رہے تو ہم اس ترکیب کو اونھین طرح یاد دلائینگے اور اگر وہ مرگئے تو ضرور یہ لوگ باخود باہم تقسیم کرلینگے اور ہمکو ایسے حال مین ہانکینگے جس سے وہ کراہت رکھینگے۔

اسکے بعد جو حضرت نے مڑکر دیکھا تو ابوطلحہ انصاری پیچھے پیچھے آرہا ہے جس سے حضرت کو کراہت ہوئی (کہ یہ کیون ساتھ ہوا کیونکہ عمر صاحب نے اسی کو پچاس آدمی کے ساتھ مقرر کیا تھا اپنی وصیت کے انفاذ کیلئے) جسپر ابوطلحہ نے کہا کچھ خوف نہ کرو اے ابوالحسن صفحہ ۲۶ جلد ۳

اس واقعہ سے آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہین کہ اس خاندان مین باخود ہا کس قسم کا اتحاد

الفاق تھا کتاب الامامۃ والسیاسہ میں ہے صفحہ ۱۴

ثم خرج فاتی المغیرۃ بن شعبہ فقال اتری یا ابا بکر ان تلقوا العباس فتجعلوا له فی هذا الامر نصیبا یکون له ولعقبه وتکون لکما الحجة علی علی وبنی هاشم اذا کان العباس معکم قال فانطلق ابو بکر وعمر وابو عبیدة حتی دخلوا علی العباس رضی الله عنه فحمد الله ابو بکر واثنی علیه ثم قال ان الله بعث محمدا صلی الله علیه وسلم نبیا وللمومنین ولیا فمن الله تعالی بمقامه بین اظهرنا حتی اختار له الله ما عنده فخلی علی الناس امرهم لیختاروا لانفسهم فی مصلحتهم متفقین لا مختلفین فاختاروا نی علیهم والیا ولامورهم راعیا وما اخاف بحمد الله وهنا ولا حیرة ولا جبنا وما توفیقی الا بالله العلی العظیم علیه توکلت والیه انیب وما انفک یبلغنی عن طاعن یطعن بخلاف ما اجتمعت علیه عامة المسلمین فیتخذ ونکم لجا فا فاحذروا ان تکونوا جهد المنیع فاما دخلتم فیما دخل فیه العامة او دفعتموهم عما مالوا الیه وقد جئناک ونحن نرید ان نجعل لک فی هذا الامر نصیبا یکون لک ولعقبک من بعدک اذ کنت عم رسول الله وان کان الناس قد رأوا مکانک ومکان اصحابک فعدلوا الامر عنکم علی رسلکم بنی عبد المطلب فان رسول الله منا ومنکم ثم قال عمر ای والله واخری انا لم نأتکم حاجة منا الیکم ولکنا کرهنا ان یکون الطعن منکم فیما اجتمع علیه العامة فیتفاقم الخطب بکم وبهم فانظروا لانفسکم ولعامتکم. فتکلم العباس فحمد الله واثنی علیه ثم قال ان الله بعث محمدا کما زعمت نبیا وللمومنین ولیا فمن الله بمقامه بین اظهرنا حتی اختار له ما عنده فخلی علی الناس امرهم لیختاروا لانفسهم مصیبین للحق لا مائلین عنه بزیغ الهوی فان کنت برسول الله طلبت فحقنا اخذت وان کنت بالمومنین طلبت فنحن

منهم متقدمون فيهم وان کان هذا الامر انما يجب لك بالمومنين فما وجب اذ کنا کارهين فاما ما بذلت لنا فان يكن حقاً لك فلاحاجة لنا فيه وان يكن حقاً للمومنين فليس لك ان تحكم عليهم وان كان حقنا لم نرض عنك فيه ببعض دون بعض واما قولك ان رسول الله منا ومنكم فانه قد كان من شجرة نحن اغصانها وانتم جيرانها - ملخصاً

یعنی ابوبکر و عمر مغیرہ بن شعبہ کے پاس آئے تو مغیرہ نے کہا اگر تمھاری رائے ہو ابوبکر تو چلیں حضرت عباس کے پاس اور اونکا کچھ حصہ مقرر کریں اور اون کی اولاد کیلئے بھی جس سے تمکو حضرت علیؑ اور بنی ہاشم پر ایک طرح کی حجت حاصل ہو جبکہ عباس تمھارے ساتھ ہو جائیں۔ ابوبکر عمر ابو عبیدہ یہ سنکر حضرت عباس کے پاس آئے اور ابوبکر نے بعد حمد و صلوٰۃ کہا کہ خدا نے محمدؐ کو برسالت مبعوث کیا جو اوسکے نبی اور مومنین کے ولی تھے۔ جب خدا نے اونکو وفات دی تو حضرت نے اس امر خلافت کو رعایا کی رائے پر چھوڑدیا کہ اپنی مصلحت کے موافق جسکو چاہیں اختیار کریں جس مین وہ متفق ہون اور مختلف نہون۔ تو اون لوگون نے ہمکو والی بنایا اور اپنے امور کا راعی اور ہمکو بحمداللہ نہ کسی طرح کے وہن کا خوف ہے نہ حیرت کا نہ جبن کا۔ خدا کی توفیق پر اعتماد ہے اور ہمکو برابر اس قسم کی خبرین پہونچتی ہین کہ جو لوگ عامہ مسلمین کے انتخاب کے خلاف ہین وہ اس امر پہ طعن کرتے ہین اور تملوگون کو اپنا پشت و پناہ بناتے ہین لہذا یا تو آپ بھی اوس مین داخل ہو جائے جسمین سب داخل ہوئے ہین (ہماری خلافت قبول کر لیجئے) یا اون لوگون کو اپنے پاس سے نکالدیجئے۔ اور ہملوگ اسلئے آئے ہین کہ اس خلافت مین کچھ حصہ آپکا مقرر کرین جو آپکے بعد آپکی اولاد کے بھی کام آئے کیونکہ آپ عم رسول ہین اگرچہ لوگون نے باوصفیکہ آپکی قدر و منزلت کو دیکھا ہے مگر اسپر بھی سب نے خلافت کو آپلوگون سے علحدہ کردیا۔ اپنی جگہ پر رہو اے فرزندان عبدالمطلب کیونکہ رسول اللہ ہم سے بھی ہین اور تم سے بھی۔

پھر عمر نے کہا ہان قسم خدا کی ہم اس غرض سے نہین آئے ہین کہ ہمکو کوئی حاجت ہو تمھاری طرف مگر ہمکو یہ بات بری معلوم ہوئی ہو کہ تملوگون کی طرف سے طعن ہو اوس بات پر جسپر

عامہ کا اجماع ہوا ہے۔ جس سے ممکن ہو کہ خلل عظیم ہو تمھارے لئے اور اونکے لئے لہذا نظر کرو اوس مین جو تمھارے لئے اور عامہ کیلئے مفید ہو۔

حضرت عباس نے بعد حمد خدا کے کہا کہ بیشک خدا نے محمدؐ کو نبی بنایا اور مومنین کیلئے ولی اور وہ اس امر کو یونہی چھوڑ گئے تا کہ اختیار کرین اپنی نفس کیلئے اس حالت مین کہ وہ حق پانے والے ہون۔ نہ کہ اپنی خواہش اور کجروی سے اوس سے عدول کرنیوالے ہون پس اگر تو نے اس خلافت کو رسول اللہؐ کے ذریعہ سے طلب کیا ہے تو ہمارا حق تو نے لیا اور اگر بذریعہ مومنین طلب کیا۔ تو ہم اونھین مومنین سے ہین اور متقدم ہین اون مین اور اگر بوجہ مومنین تیرے خلافت واجب ہوئی تو جب ہم اوس سے کراہت کرتے ہین پھر تیرے واجب کیونکر ہوئی۔ رہی وہ بخشش تم ہمکو دیتے ہو۔ تو اگر اپنے حق سے دیتے ہو تو ہمکو اوسکی حاجت نہین اور اگر وہ حق مومنین ہے تو تجھے جائز نہین کہ اوس پر تحکم کرے اور اگر ہمارا حق ہمکو دیتے ہو تو ہم ہرگز اسپر راضی نہین ہین کہ بعض حق کو لین اور بعض کو چھوڑ دین۔

رہا یہ جو تم نے کہا کہ رسول اللہؐ ہمسے اور تمسے دونون سے ہین۔ تو رسول اللہ اوس درخت سے ہین جسکی ہم ڈالیان ہین۔ اور تم اوسکے آس پاس والی زمین ؛؛

اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خاندان حضرت عباس کو کس طرح کی خصوصیت جناب امیرؑ سے تھی کہ ابتدا سے ایک ہی خاندان محسوب ہوتا کہ ہر چند ابو بکر عمر نے چاہا کچھ طمع مال دیکر حضرت عباس کو جناب امیرؑ سے علحدہ کرین مگر اونھون نے قبول نہ کیا بلکہ ایسی برجستہ تقریر کی کہ عمر ابو بکر دونون مبہوت رہے۔ پھر کیونکر نہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہرون رشید سے حقیقت حال کو ظاہر کرتے کہ توصرف فدک دیکر کیا اپنی مخلصی چاہتا ہے۔

اس تحریر سے جہان روابط خاندانی جناب امیرؑ اور حضرت عباس مین ظاہر ہوئی۔ وہان شیخین کی چال اور تفرقہ پردازی بھی ظاہر ہوئی کہ کس طرح چاہا حضرت عباس کو کچھ حقوق دیکر طرفداری جناب امیرؑ سے علحدہ کرین جو آجکل کے روزمرہ کے واقعات مین مشاہدہ ہوتا رہا ہے کہ دول یورپ کس طرح سلطنت ترکی کا حصہ بخرہ کر رہی ہین اور اوسکے اجزا و ارکان کو کسطرح علحدہ کرتے ہین جس سے اہل عقل سمجھ سکتے ہین کہ دول یورپ کسی نئے امر کے موجد نہین ہین بلکہ وہی سنت

فدلیہ ہے جو عبد شمس سے جاری ہوا کہ حقدار کو جسطرح ہوسکے محروم کریں اور تفرقہ ڈالیں۔

مولوی صاحب کو ابتدائی حالات خلافت بنی عباس بھی معلوم ہونگے کہ یہ خلافت صرف بنی عباس کی تنہا کوشش سے نہیں قایم ہوئی۔ بلکہ خاندان جناب امیرؑ اور بنی عباس کی متفقہ کوشش کا نتیجہ تھا جس بن بنی عباس نے فرزندان جناب امام حسنؑ کی بعیت کی تھی اور اوسی کی بدولت یہ خلافت حاصل ہوئی۔ مگر بعد حصول خلافت اون سکو محروم بلکہ قتل کیا دیکھئے تاریخ کامل ہیں ہے صفحہ ۲۰۰ جلد ۵

وعثمان بن محمد بن خالد بن الزبیر ھرب بعد قتل محمد فاتی البصرۃ فاخذ منہا واتی بہ المنصور فقال لہ ھیہ یا عثمان انت الخارج علی محمد قال بایعتہ انا وانت بمکۃ فوفیت ببیعتی وغدرت ببیعتک۔

یعنی ۱۴۵ھ مین جو منصور دوانیقی اور حضرت محمد بن عبداللہ بن حسن بن امام حسنؑ مین جنگ ہوئی۔ اور حضرت محمد بمقام فخ شہید کئے گئے تو حضرت محمد کے ہمراہیون سے عثمان بن محمد بن خالد بن زبیر بھی تھے۔ یعنی زبیر کے پر پوتے۔ وہ شہادت محمد کے بعد بصرہ چلے گئے وہان سے گرفتار ہوکر منصور دوانیقی کے پاس لائے گئے تو منصور نے پوچھا کیا تمنے بھی محمد کے ساتھ ہمپر خروج کیا تھا۔ تو عثمان مذکور نے جواب دیا ہمنے اور تمنے دونون نے بمقام مکہ محمد کی بعیت کی تھی۔ ہم اپنی بعیت پر قائم رہے اور تمنے بعیت کو توڑدیا۔

جس سے معلوم ہوا کہ جو مشورہ ۱۰۰ھ مین ابتدا تحصیل خلافت کیلئے ہوا تھا اوسمین پہلی بعیت انھین کی ہوئی تھی یعنی محمد بن عبداللہ بن حسن بن امام حسنؑ کی۔ مگر جب خلافت کا وقت آیا ۱۳۲ھ مین تو محمد بن عبداللہ نہ ملے۔ ابوحمید نے۔ ابوالسفاح اول خلیفہ عباسی کی بعیت کی اور سلسلہ خلافت بنی عباس قائم ہوا۔

غرض جناب امام موسیٰ کاظمؑ کا مطالبہ بر بنیاد اوس دعوی کے تھا جو تمامی ائمہ اطہار کو ہمیشہ سے رہا کہ خلافت ہمارا حق ہے اور جسنے ہمسے لیا بالظلم و غصب خواہ ابوبکر ہون یا عمر یا بنی عباس کیونکہ تمامی بنی عباس کو ہمیشہ سے اسکا اقرار تھا کہ یہ خلافت حق جناب امیرؑ و اہلبیت طاہرین ہے چنانچہ جس روز پہلے پہل بعیت ابوالسفاح ہوئی ہے اور خطبہ خلافت پڑھا گیا ہے اوس روز

بھی اسکا اقرار کیا گیا۔ چنانچہ تاریخ کامل میں ہے۔

وقام عمہ داؤد علی مراقی المنبر فقال الحمد للہ شکرا ۔۔۔ الا وانہ ما صعد منبر کم ھذا خلیفۃ بعد رسول اللہ الا امیر المومنین علی بن ابیطالب وامیر المومنین عبد اللہ بن محمد واشار بیدہ الی ابی السفاح ۔۔۔ وقال فی آخر کلامہ ایہا الناس انہ واللہ ما کان بینکم وبین رسول اللہ خلیفۃ الا علی بن ابیطالب وامیر المومنین الذی خلفی ثم نزل ص ۱۵۵ جلد ۵

یعنی جب ابو السفاح خطبہ پڑھ چکے تو اونکے چچا داؤد منبر پر گئے اور بعد حمد و نعت کے ایک طولانی خطبہ پڑھا جسکے آخر میں کہا کہ جان رکھو اس منبر پر صرف یہی خلیفہ نے قدم رکھا ہے ایک امیر المومنین علی بن ابیطالب دوسرے یہی عبد اللہ بن محمد ابو السفاح۔ پھر آخر کلام میں کہا کہ قسم خدا کی رسول اللہ اور تم لوگون کے درمیان مین دوسرا کوئی خلیفہ نہین ہوا بجز امیر المومنین علی بن ابیطالب اور اس خلیفہ کے جو ہمارے پیچھے ہوا۔

جس سے معلوم ہوا کہ ابھی تک عقیدہ بنی عباس یہی تھا کہ بجز جناب امیر اونکی کوئی خلیفہ بحق نہین ہوا تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ جناب امام موسی کاظم اظہار حق مین سکوت فرماتے بلکہ ضرور تھا کہ اصل دعوی کو ظاہر کرین کہ ہمکو صرف فدک کا مطالبہ نہین ہے بلکہ ہمکو تو خلافت کا دعوی ہے۔

آپنے شاید تاریخ الخلفا سیوطی مین دیکھا ہوگا بذیل ذکر منصور دوانیقی دھو اول من اوقع الفرقۃ بین ولد العباس وولد علی وکان قبل ذلک امرھم واحدا ص ۱۰۳

کہ منصور دوانیقی پہلا شخص ہے جسنے تفرقہ ڈالا اولاد جناب امیر اور حضرت عباس مین ورنہ پہلے ان لوگون کا امر ایک تھا۔

پھر جب قدیم الایام سے اولاد جناب امیر اور حضرت عباس مین ایسا اتحاد تھا کہ دونو کے امور ایک تھے تو کیا ممکن تھا کہ ہارون رشید اصل دعوی سے بیخبر ہو اور حضرت اوسکو ظاہر نہ کرین دیکھیے اوسی تاریخ الخلفا مین ہے۔

واخرج الصولی عن اسحاق الھاشمی قال کنا عند الرشید فقال بلغنی ان العامة یظنون فی بغض علی بن ابیطالب وواللہ ما احب احدا حبی لہ ولکن ھولاء اشد الناس بغضاً لنا وطعنا علینا وسعیاً فی فساد ملکنا بعد اخذ نا بثارھم ومساھمتنا ایاھم ما حویناہ حتی انھم لامیل الی بنی امیة منھم الینا فاما ولدہ لصلبہ فھم سادة الاھل والسابقون الی الفضل ولقد حدثنی ابی المھدی عن ابیہ المنصور عن محمد بن علی عن ابیہ عن ابن عباس انہ سمع النبیؐ یقول فی الحسن والحسین من احبھما فقد احبنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی وسمعہ یقول فاطمہ سیدة نساء العالمین غیر مریم بنت عمران واسیہ بنت مزاحم صفحہ ۱۹۹ مطبوعہ لاہور

یعنی اسحق ہاشمی راوی ہے کہ ہارون رشید نے کہا ہمکو خبر ہوئی ہے کہ عوام یہ خیال کرتے ہین کہ ہم دشمن علی بن ابیطالبؑ ہین حالانکہ قسم بخدا ہمسے بڑھکر کوئی اونکا دوست رکھنے والا نہین ہے مگر یہ لوگ سب سے زیادہ ہمارے دشمن ہین اور ہمپر طعن کرتے ہین اور فساد ملک مین کوشان ہین۔ حالانکہ ہمنے اونکا انتقام لیا دشمنون سے اور ہر طرح اون سے سلوک کیا مگر یہ لوگ بنی امیہ کی طرف زیادہ مائل ہین بہ نسبت اسکے کہ ہماری طرف مائل ہون۔ سب وہ لوگ جو اولاد جناب امیر کی صلبی تھے تو وہ ہر طرح سادات اہل سے تھے اور سابقین فضل کی طرف۔ ہمسے ہمارے باپ مہدی نے حدیث بیان کیا کہ ابن عباس نے سنا آنحضرت کو فرماتے ہوے حسنؑ و حسینؑ کے بارہ مین کہ جو ان سے محبت رکھتا ہے اوسنے ہمسے محبت کی اور جس نے اون سے عداوت کیا اوسنے ہمسے عداوت کی اور جناب سیدہؑ کے بارہ مین فرمایا کہ فاطمہؑ سیدۃ نساء العالمین ہین بہ استثناء مریم بنت عمران و آسیہ بنت مزاحم۔

غرض چونکہ خاندان بنی عباس ابتدا سے انتہا تک مدعی محبت وولاے اہلبیت طاہرین تھا اور باوصف قتل وغارت وہ حقیت اہلبیت اطہار کے مقر تھے لہذا جناب امام موسی کاظم

نے اوسکو منتہ کیا کہ تو تو جانتا ہے ہماری حقیت کا قائل ہے پھر کیون صرف فدک دیتا ہے
اور اوسکے ان حدود کو بھی نہین دیتا کیونکہ فدک پر ہماری حقیت بھی بقول خدا و رسول
ہے۔ پھر اوسی قول خدا و رسول سے ہمارے کل حقون کو کیون نہین حوالہ کرتا۔
معاملہ فدک کچھ تازہ امر نہ تھا۔ بلکہ ابتدائے قبضہ و دخل سے اسکے حالات سبکو معلوم تھے۔
کیونکہ یہ وہی فدک تھا جسپر رسول اللہ قابض ہوئے اور جناب سیدہ کو ہبہ کیا۔
یہ وہی فدک ہے جس سے ابوبکر و عمر نے جناب سیدہ کو محروم کیا اور ہمیشہ وہ معصومہ انکے ظلم
و ستم کی شاکی رہین۔
یہ وہی فدک ہے جسے عثمان نے اپنے داماد مروان کو جاگیر مین دیا اور عمر بن عبد العزیز نے اوسکو
واپس کیا ملاحظہ ہو تاریخ الخلفا صفحہ ۱
پھر کیونکر ممکن تھا کہ حضرت اوسکے نسبت یہ دعوی کرتے اور ہارون ساکت رہتا بجز اسکے کہ
وہ حضرت کے اصلی مطلب کو سمجھا تھا کہ حضرت اس حیثیت سے فرماتے ہین۔
قولہ اس روایت کو لکھکر پھر باقر مجلسی لکھتے ہین کہ ابن اسباط کی روایت مین پہلی حد
اوسکی عریش مصر اور دوسری دومۃ الجندل اور تیسری احد اور چوتھی سمندر بیان کی تھی
اسپر ہارون رشید نے کہا کہ یہ سب دنیا ہے اسپر یہودیون کے قبضے مین ابوہالہ کے
مرنے کے بعد تھی۔ پس اوسکو خدا و رسول نے اپنے لئے فئے بغیر جنگ و جدل کے
کرلیا۔ اور خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ یہ حضرت فاطمہ ع کو
دیدو۔
اقول۔ ہان یہ دوسری روایت ہے اور اگر بطریق صحیح یہ حدیث ثابت ہو تو
اس مین کسیکو عذر نہین ہوسکتا۔ کیونکہ عام قاعدہ ہے جو کسی سلطنت پر قبضہ کرتا ہے
تو ہمیشہ اوسکے اون حدود کا مطالبہ رہتا ہے جو کسی وقت مین اوسکے حدود
مین داخل تھا۔ پس اگر قبضہ یہود مین یہ مقامات تھے تو ضرور اوسکا دعوی ہوگا۔ اور
چونکہ وہ مقامات اہل اسلام کے قبضہ مین آچکے تھے لہذا اوسکا دعوی صحیح ہے۔
مگر اصل وہی ہے جو پہلے مرقوم ہوا کہ حضرت کا دعوی اس حیثیت سے تھا کہ وہ

چاہتا تھا آپکے حقوق کو ادا کریں نہ اس حیثیت سے کہ یہ سب فدک ہے۔

قال ۔ ملا باقر مجلسی فرماتے ہین کہ یہ وہ تو حدبندیان جو بیان کی گئین ہیں اوسکے خلاف ہین جو لغت نویسون نے بیان کین ہین اور پھر اس کا جواب ملا صاحب یہ دیتے ہین کہ شاید مراد امام کی یہ ہے کہ یہ سب فدک کے حکم مین داخل ہین اور گویا دعویٰ اون سب پر تھا۔ اور فدک کا نام صرف مثالاً اور تغلیباً تھا۔ (صفحہ ۱۰۱ بحارالانوار کتاب الفتن مطبوعہ ایران)

یہ روایت متعلق حدود فدک کے جو حضرات شیعہ بیان کرتے ہین اوسے ہمنے اسلیے یہان بیان کیا کہ گویا وہ فدک اور خلافت کو مرادف سمجھتے ہین یعنی جہانتک مسلمانون کا قبضہ تھا وہ فدک کے حکم مین داخل تھا۔ اور حضرت فاطمہ اوسی کا مطالبہ فرماتی تھین۔ مگر فدک جیسا کہ ہم اپنی روایتون سے اوپر بیان کرچکے ایک موضع ہے اور اوسکے حدود جس طرح سب گاؤن کے معین اور معلوم ہوتے ہین سب جانتے تھے۔ پیغمبر خدا صلعم نے اوس کا انتظام اونھین لوگون کے سپرد کردیا تھا جنسے صلحاً لیا گیا تھا۔ اور یہ قرار پایا تھا کہ جو کچھ پیدا ہو اوس مین سے نصف وہ لوگ لیلیا کرین اور نصف آنحضرت صلعم کو دیا کرین۔ چنانچہ مطابق اسکے ہرسال پیغمبر خدا صلعم کی طرف سے کچھ لوگ جاتے اور تخمینہ کرکے آنحضرت کا حصہ نصف لے آتے اور جو غلہ وہان سے آتا اوسے حضرت اپنے اہل و عیال کیلئے رکھکر باقی مسلمانون کو تقسیم کردیتے۔

اقول افسوس کہ آپ خود علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کا قول نقل کرتے ہین کہ وہ اسکو خلاف تصریح اہل لغت فرماتے ہین پھر یہ جملہ بیجا نہین تو کیا ہے جو آپ فرماتے ہین کہ "وہ فدک اور خلافت کو مرادف سمجھتے ہین" کیونکہ یہ واقعہ جناب امام موسیٰ کاظم کا ہے جو فرماتے ہین کہ جب تک فدک کو مع حدود نہ دیگا نہ لونگا۔ اور مطالبہ فدک تو قدیم الایام سے ہے جبکہ یہ مقامات فتح بھی نہ ہوے تھے پھر دونون کو مرادف سمجھنا کیسی دانشمندی ہے۔

نہ جناب امام علیہ السلام خلافت اور فدک کو مرادف سمجھتے ہین نہ ملا صاحب کیونکہ وہ بھی صاف صاف لکھتے ہین کہ گویا اون سب کا دعوی تھا تو بیشک دعوی سب کا تھا علیحدہ علیحدہ نہ بحیثیت مرادفت۔

افسوس ہے کہ آپنے اسپر نہین غور کیا کہ یہ مطالبہ جناب امام موسیٰ کاظم کا ہے جسکی وجہ ہم بتا آئے ہین کہ چونکہ خلفاے بنی عباس مدعی انکا دو اتفاق تھے اور بقیت ائمہ اطہار کے قائل تھے اسلئے حضرت نے فرمایا اگر دیتا ہے تو مع حدود دے۔ مگر حضرت سیدہ نے یہ نہین فرمایا کہ جناب سیدہ کا مطالبہ بھی اسی حیثیت سے تھا کیونکہ وہ معصومہ تو صرف فدک کی طالب تھین نہ اوسکے حدود کی نہ کل اولاد متروکات کی جو رسول اللہ صلعم چھوڑ گئے تھے پھر آپ خلط مبحث کر کے کیون حق مشتبہ کرتے ہین۔

انسان کو چاہیئے کہ ہمیشہ حق کا پابند رہے کہ اوس سے درگذر نہ کرے۔ نہ یہ کہ اپنی غرض کیلئے بات کو مشتبہ اور مخلوط کرے۔ مطالبہ جناب سیدہ کو علیحدہ رہنے دیجئے جو بربنیاد ہبہ اور میراث ہے کہ حضرت اوسی کا مطالبہ فرماتی تھین جو آنحضرت نے آپکو دیا تھا یا بحیثیت میراث پہونچا تھا۔ اور جناب امام موسیٰ کاظم کا مطالبہ بحیثیت اوس اظہار خصوصیت کے ہے جسکا اظہار ہارون رشید کرتا تھا کہ ہم آپکے حقوق آپکو دینگے۔

رہا جو کچھ آپنے فدک کی محاصل اور انتظام کی نسبت لکھا ہے تو اوسکی حقیقت آیندہ معلوم ہو گی کہ کیونکر فدک قبضہ مین آیا اور اسکا کیا انتظام تھا۔

قال اگر حضرات شیعہ فرماتے ہین کہ اوسکی آمدنی ہر سال چوبیس ہزار دینار تھی جیسا کہ ملا باقر مجلسی جلاء القلوب مین لکھتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے اہل فدک کے ساتھ تعہد کر لیا تھا کہ وہ ہر سال چوبیس ہزار دینار دیا کرین کہ اس زمانے کے حساب سے تقریباً تین ہزار چھ سو تومان (سکۂ ایرانی) ہوتے ہین اور صاحب تشئید المطاعن کہتے ہین کہ بحساب ہندوستان کے ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ اوسکا ہوتا ہے۔ اور صاحب تشئید المطاعن نے لکھا ہے کہ ابو داود اپنی سنن مین لکھتے ہین کہ عمر بن عبد العزیز جب خلیفہ ہوئے تو اوس وقت فدک کی آمدنی چالیس ہزار دینار تھی۔

اقول تو روایات اہلسنت اور روایات شیعہ مین یہی فرق ہے کہ اہلسنت کچھ مقدار
محاصل فدک نہین مقرر کرتے بلکہ وہ کہتے ہین کہ نصف پیداوار حضرت کو اہل فدک دیا
کرتے تھے اور روایات شیعہ مین اسکی تحدید موجود ہے کہ چوبیس ہزار دینار سالانہ دیا کرین
جو بحساب ہندوستان ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ ہوتا ہے۔
مگر نہ معلوم آپکو اسپر اعتراض کیا ہے کیونکہ روایات اہلسنت سے اگر عہد رسول اللہ
مین اسکی مقدار معین نہین معلوم ہوتی تو عہد عمر بن العزیز مین اوس مقدار کی تعداد تو خود
سنن ابوداؤد سے معلوم ہوگی کیونکہ سنن ابوداود مین ہی صفحہ جلد ۲ مطبوعہ مطبع نولکشور
حدثنا عبد اللہ بن الجراح نا جریر عن المغیرہ قال جمع عمر بن عبد العزیز
بنی مروان حین استخلف فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کانت لہ فدک فکان ینفق منہا ویعود منہا علی صغیر بنی
ہاشم ویزوج فیہا ایمہم وان فاطمہ سالتہ ان یجعلہا لہا فابی
فکانت کذلک فی حیوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی مضی
لسبیلہ فلما ان ولی ابوبکر عمل فیہا بما عمل النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فی حیوتہ حتی مضی لسبیلہ فلما ان ولی عمر عمل فیہا بمثل
ما عمل حتی مضی لسبیلہ ثم اقطعہا مروان ثم صارت لعمر بن عبد العزیز
ثم قال یعنی عمر بن عبد العزیز فرایت امرا منعہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فاطمہ علیہا السلام لیس لی بحق وانی اشہدکم
انی قد رددتہا علی ما کانت یعنی علی عہد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال ابوداؤد ولی عمر بن عبد العزیز الخلافۃ وغلتہ
اربعون الف دینار وتوفی وغلتہ اربع مائۃ دینار۔
یعنی عبد اللہ بن الجراح روایت کرتے ہین کہ جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوے تو اونہون
نے اولاد مروان کو جمع کیا اور کہا کہ فدک خاصہ رسول اللہ کا تھا جس سے صغراے
بنی ہاشم پر اوس سے انفاق کرتے اور عورتون کی تزویج کرتے۔ جناب سیدہ ؑ نے

اوسکی خواہش کی تھی کہ آنحضرت آپکو دیدین مگر حضرت نے انکار کیا عہد رسول اللہ
تک یہی اسکی حالت رہی۔ جب ابوبکر خلیفہ ہوے تو وہ بھی اسی طرح عمل کرتے رہے
پھر عمر بھی اسی طرح کارروائی کرتے۔ اسکے بعد مروان نے اوسکو اپنی جاگیر مین لیلیا
اوسکے بعد وہ عمر بن عبد العزیز کے حصہ مین آیا۔ عمر بن عبد العزیز نے اسکے بعد کہا کہ میری
راے مین یہ آتا ہے کہ جس امر سے رسول اللہ نے جناب سیدہ کو منع کیا اوسکے نسبت
ہمکو کوئی حق نہین ہے لہذا ہم اوسی حالت پر رد کرنا چاہتے ہین جس حالت پر عہد
رسول مین تھا۔

ابو داؤد (مولف کتاب) کہتے ہین کہ عمر بن عبد العزیز جب خلیفہ ہوے تو اوسکی
آمدنی چالیس ہزار دینار تھی۔ اور اونکی وفات کے وقت چار سو دینار تھی"

مولوی صاحب کو اسپر تو تعجب آتا تھا کہ ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے اوسکی ۲۴ ہزار دینار
آمدنی لکھی تھی مگر ابو داؤد کی روایت تو اوسکی مقدار چالیس ہزار دینار بتاتی ہے۔ توکیا
اوسپر بھی آپ تمسخر کرینگے۔ حالانکہ سنن ابو داؤد آپکی صحاح ستہ مین داخل ہے۔

یہ روایت اگرچہ دیگر روایات کے بعض مضامین کے خلاف ہے مگر ہمکو اوس سے مطلب
نہین ہے بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ خود روایات اہلسنت سے بھی آمدنی فدک کا چالیس
ہزار دینار معلوم ہوا۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علامہ مجلسی رحمہ اللہ نے جو چوبیس ہزار دینار کی تعداد لکھی ہے
وہ بھی صحیح ہے کیونکہ عام قاعدہ ہے غلہ کا نرخ کبھی یکسان نہین رہتا۔ بلکہ ہمیشہ گھٹتا بڑھتا
ہے چنانچہ خود اسی روایت ابوداؤد مین اسکی تصریح موجود ہے کہ ابتداے خلافت عمر بن
عبد العزیز مین اوسکی مقدار چالیس ہزار دینار تھی۔ اور بوقت وفات اوسکی مقدار چار سو
دینار ہوگئی تھی حالانکہ زمانہ خلافت عمر بن عبد العزیز دو برس پانچ مہینہ رہا ہے جیسا کہ
تاریخ خمیس مین ہے صفحہ ۳۲۵ جلد ۲

پس جب صرف ڈھائی برس مین یہ تغیر ہوگیا کہ جس مقام کی آمدنی چالیس ہزار دینار تھی
چار سو دینار ہوگئی تو اسپر کیونکر تعجب ہوسکتا ہے کہ حضرت کے زمانہ مین ۲۴ ہزار ...

اسی سے اون روایات اہلسنت کی بھی تصدیق ہوسکتی ہے کہ حضرت نے اوسکا انتظام یون کیا تھا کہ نصف مدینہ جعل دیا کرین کیونکہ ممکن ہے پہلے یہ انتظام ہو بعد اوسکے تبدیلی ہوگیا ہو یہ جو غلہ اس کا آتا تھا اوسکی قیمت چوبیس ہزار دینار ہوتی ہو۔

زیادہ تر تعجب تو یہ ہے کہ مولوی صاحب نے کتاب مستطاب تشئید المطاعن کا حوالہ دیا کہ اوسمین سنن ابوداؤد سے یہ روایت منقول ہے۔ مگر اوسکا کوئی جواب نہین دیا کہ آخر یہ حوالہ غلط ہے یا کیا۔

حالانکہ اونکا فرض تھا کہ اسکی حقیقت ظاہر کرتے کہ سنن ابوداؤد کی یہ عبارت غلط ہے یا صحیح جس سے بہت کچھ اصل امر پر روشنی پڑتی۔ کیونکہ آپنے فدک کی تحقیقات مین لکھا تھا کہ وہ ایک گاؤن تھا جسکی تحقیقات ہم کر آئے ہین کہ قاموس مین قریہ بمعنی مصر جامع ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ محض گاؤن نہ تھا بلکہ ایک اچھا آباد شہر تھا جس مین ایک زمانہ مین بادشاہ بھی رہتا تھا۔ اوسکی تصدیق بھی اس سے ہوگئی کہ جس مقام کی آمدنی چالیس ہزار دینار ہو وہ صرف ایک گاؤن نہین ہوسکتا۔

رسالہ فدک پشاوری

اب ہم یہان تھوڑی دیر کیلئے ایک مشہور رسالہ فدک کی بھی سیر کرتے ہین جسے مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروون نے بڑے زور شور سے پشاور سے شایع کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے صـ

"بحث فدک" سب سے پہلے خارجی دلائل سے اسپر بحث کرتا ہون۔ پھر دلائل قرآن مجید اور اسکے معانی اور اسکی اصطلاحات وغیرہ متعلقات پر تقریر کرونگا۔ اور راون آیتون پر بحث کرونگا جن پر علماء شیعہ اور اہل سنت مین بڑی بڑی بسیط تحقیقین ہوچکی ہین۔

(۱) مطابق روایات شیعہ آمدنی فدک چوبیس ہزار دینار سالانہ تھی دیکھو حیات القلوب مجلسی دینار پانچ روپیہ کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے آمدنی فدک مطابق سکہ مروجہ انگریزی ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ کی جائداد ہوئی۔ پھر کیا اسقدر بڑی جائداد کثیر رسول خدا نے اپنی بیٹی کو دیدی۔ یا ہبہ فرمائی۔ یہ اسراف نہین ہے اور قرآن مجید مین جہان اس آیت کا ذکر ہے جس آیت سے شیعہ ہبہ فدک پر

استدلال کرتے ہین۔ وات ذالقربی حقہ والمسکین وابن السبیل۔ اسمین یہ آیت کے بعد ہی واقعہ ہے ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین (پ ۱۵ ر ۳)
اب بتلاؤ اپنی بیٹی کو اسقدر جائداد دینا اسراف مین داخل ہے یا نہ۔

اقول افسوس اسپر نہ خیال ہوا کہ جس خدانے دنیا کی اسقدر مذمت کی اوس خدانے رسول کو اسقدر کیون دیا کہ فدک اوسکا ساتوان حصہ ہے کیونکہ تحقیق سابق سے معلوم ہوچکا ہے کہ متروکات رسول مین ایسے سات مقامات تھے جن مین سے ایک فدک بھی تھا پس جس طرح خدانے باوصف مذمت دنیا اسقدر اپنے رسول کو دیا اوسی طرح رسول نے اوس عطیہ خداوندی کا ایک حصہ اپنی پارہ جگر کو بھی عطا کیا۔

(۲) اگر اسکا نام اسراف ہے تو اول ملزم اوسکا خداوند عالم قرار پاتا ہے جسنے اسقدر مذمت دنیا کے ساتھ اسقدر اپنے رسول کو دیا حالانکہ خدا جانتا تھا کہ بقول کفار و منافقین نہ رسول کے کوئی اولاد ہے نہ وہ اولاد صاحب احتیاج ہے۔ نہ اوس اولاد کو کوئی حصہ اس سے ملنے والا ہے کیونکہ رسول حدیث معاشر الانبیاء لانرث ولا نورث سے اوسکو محروم کرنے والے ہی ہین۔ پھر جس مصلحت سے خدا نے یہ جان بوجھ کر رسول کو اسقدر جائداد دی تھی اوسی مصلحت سے رسول نے بھی اپنی پارہ جگر کو یہ دیا کیونکہ رسول جانتے تھے یہ صاحب حاجت ہے اسپر کیا مصیبت آنے والی ہے۔

(۳) آیہ وات ذالقربی حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا سے استدلال اور بھی طرفہ ماجرا ہے کیونکہ تفسیر معالم التنزیل مین ہے ای لاتنفق مالک فی المعصیۃ وقال مجاھد لو انفق الانسان مالہ کلہ فی الحق ما کان تبذیرا ولو انفق مدا فی الباطل کان تبذیرا وسئل ابن مسعود عن التبذیر فقال انفاق المال فی غیر حقہ قال شعبہ کنت امشی مع ابی اسحق فی طریق الکوفۃ فاتی علی دار بنی بجصیر واجر فقال ھذا لتبذیر فی قول عبد اللہ انفاق المال فی غیر حقہ ص ۳۲۵

یعنی تفسیر ولا تبذر تبذیرا مین مراد یہ ہے کہ اپنے مال کو معصیت مین خرچ کرو۔ مجاہد

کہتے ہین کہ اگر کوئی اپنا کل مال راہ حق مین دیدے تو وہ تبذیر نہین ہے۔ اور اگر ایک مد بھی ناجائز راہ مین دے تو وہ تبذیر ہے۔ ابن مسعود سے تبذیر کو پوچھا تو کہا کہ تبذیر انفاق مال ہے غیر حق مین۔ شعبہ کہتے ہین کہ ہم ابو اسحق کے ساتھ ایک مکان کے پاس سے گذرے جو بنایا جاتا تھا حصیر و آجر سے تو کہا یہ تبذیر ہے بقول عبداللہ کہ مال غیر راہ حق مین خرچ کیا جاتا ہے۔

افسوس آپکو یہ بھی نہین معلوم کہ خدا نے ذوی القربیٰ کے حقوق دینے کو واجب کیا ہے چنانچہ اسی آیت کی تفسیر ... الدین رازی لکھتے ہین الاول انہ خطاب مرسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم و امرہ اللہ ان یوتی اقاربہ الحقوق التی وجبت لھم فی الفیٔ والغنیمۃ واوجب علیہ اخراج حق المساکین وابناء السبیل ایضا من ھذا المثالین صفحہ ۲۲ جلد ۵

یعنی آیت ذی القربیٰ حقہ مین خطاب ہے رسول سے۔ پس خدا نے حکم دیا کہ اپنے قرابتمندون کے حقوق واجبہ کو فئے و غنیمت سے دو اور نیز بھی واجب کیا ہے کہ حق مساکین و ابن السبیل بھی نکالین۔

پھر کون کہہ سکتا ہے کہ جس امر کو خدا نے اپنے رسول پر واجب کیا اور ایک مرتبہ نہین بلکہ بتاکید حکم دیا اوسکے ساتھ اسکو تعلق ہو سکتا ہے۔ کیونکہ خود خدا نے ذی القربیٰ کا حق مقرر کیا ہے وآت ذی القربیٰ حقہ کہ جو حق اونکا مقرر ہے اوسکو دیدو لہذا معلوم ہوا کہ ولا تبذر تبذیرا کا تعلق اوس سے نہین ہے بلکہ مسکین و ابن السبیل سے ہے جنکا کوئی حق خاص مقرر نہین ہے اور حضرت کو اونکا اسقدر خیال تھا کہ اپنے بلکہ اولاد پر ہر طرح کی زحمت گوارا کرتے اور ان لوگون کو کسی طرح محروم نہ کرتے لہذا یہ حکم دیا ولا تبذر تبذیرا کہ اتنا نہ دو کہ حکم اسراف مین آجائے۔ چنانچہ اسکے بعد ہی فرماتا ہے ولا تجعل یدک مغلولۃ الیٰ عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا کہ نہ اپنے ہاتھ کو گلے مین باندہ لو کہ کسیکو کچھ ندو اور نہ پوری طور سے پھیلا دو کہ پھر ملامت زدہ و درماندہ ہو کر بیٹھ رہو کیا کوئی کہہ سکتا ہے اس کا تعلق اپنی اولاد کے خمس و عطا کے ساتھ ہو سکتا ہے ہرگز

نہین۔ بلکہ یہ اونھین لوگون کے ساتھ ہے جنکے دینے سے رسول کی یہ حالت ہوجاتی کہ اپنا قمیص مبارک اوتار کر ایک شخص کو دیدیا جس سے آپ ایسا مجبور ہوئے کہ پھر مسجد مین نماز کیلئے تشریف نہ لیجا سکے ملاحظہ ہو تفسیر ابوسعود صفحہ ۵۳۵ جلد ۵

افسوس کہ آپ اوس وقت نہوئے جبکہ رسول اللہ صلعم نے ہبہ فرمایا تھا کیونکہ اوسوقت کے کفار بھی یہی کہتے تھے جو آج آپ فرماتے ہین چنانچہ خداوند عالم سورہ منافقین مین فرماتا ہے۔

ھم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا وللہ خزائن السموات والارض ولکن المنافقین لا یفقھون۔

یعنی یہی منافقین تو وہ ہین جو کہتے ہین کہ رسول خدا کے پاس جو لوگ رہتے ہین ان پر کچھ خرچ نہ کرو کہ خود یہ لوگ بھاگ جائین حالانکہ خدا کیلئے سب خزانے ہین آسمان و زمین مگر منافقین نہین سمجھتے۔ مگر فرق ہے تو اسقدر کہ وہ اپنے بھائی بندون سے اسکی فہمایش کرتے کہ رسول اللہ صلعم کے ساتھیون کو کچھ نہ دو اور آپ خود رسول اللہ پر اعتراض کرتے ہین کہ حضرت نے جناب سیدہ کو یہ جائداد دیکر مخالفت حکم خدائی۔

عمر کی آمدنی دو لاکھ۔ آپکو اسپر تو بہت تعجب آیا کہ رسول اللہ صلعم نے کیون اتنی بڑی جائداد اپنی بیٹی کو دیدی مگر اسپر نہ تعجب آیا کہ خود خلیفہ دوم نے رسول اللہ کی بدولت کیا پیدا کیا دیکھئے علامہ ابن ابی الحدید تاریخ طبری سے ناقل ہین ان عمراً کان لہ نخل بالحجاز غلتہ کل سنتہ اربعون الفا یخرجھا فی النوائب والحقوق ویصرفھا الی بنی عدی بن کعب الی فقرائھم وارا ملھم وایتامھم روی ذلک ابن جریر فی التاریخ صفحہ ۸۶ جلد ۲

کہ عمر کا ایک باغ تھا ملک حجاز مین جسکی آمدنی چالیس ہزار دینار سالانہ تھی جسکو وہ اپنی ضرورتون مین خرچ کرتے اور اپنے خاندان بنی عدی کے فقرا اور یتیمون کو دیا کرتے۔

کثرت مال داری عمر۔ اب اسپر ترقی سنئے کہ صحیح بخاری مین یہ حدیث ہے کہ عمر نے بوقت موت کہا کہ دیکھو بیت المال کا روپیہ کسقدر ہمارے ذمہ ہے تو حساب سے معلوم ہوا چھیاسی ہزار ہے اسپر عمر نے کہا کہ اس مال کو عمر کی اولاد کے مال سے ادا کردو۔ اگر پورا نہو۔ تو قبیلہ

بنی عدی کے مال سے پورا کرو اون سے بھی نہ پورا ہو سکے تو قریش کے مال سے لیکر ادا کرو۔

اسکی شرح مین علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہین کہ عمر نے جو کہا کہ مال آل عمر سے ادا کرنا تو مراد اس سے خود اپنا نفس ہے کانہ یرید بنفسہ ومثلہ یقع فی کلامہم کثیرا ص ۲۸۳ جلد ۳ کہ خود ہمارے مال سے ادا کرو اور ایسا اکثر بولتے ہین جس سے معلوم ہوا حضرت عمر اس قدر مالدار تھے کہ اونکے مال سے چھیاسی ہزار ادا ہو جاتا۔ پھر لکھتے ہین۔

وقد انکر ذلک نافع مولی ابن عمر ان یکون علی عمر دین فروی عمر بن شبہ فی کتاب المدینۃ باسناد صحیح عن نافع قال من این یکون علی عمر دین وقد باع رجل من ورثتہ میراثہ بمائۃ الف انتہی وھذا لا ینفی ان یکون عند موتہ علیہ دین فقد یکون الشخص کثیر المال ولا یستلزم من نفی الدین عنہ فلعل نافعا انکر ان یکون دینہ لم یقض ص ۲۸۳ جلد ۳

یعنی نافع غلام ابن عمر نے اس سے انکار کیا ہے کہ عمر پر قرض ہو۔ کیونکہ عمر بن شبہ سے کتاب مدینہ مین بسند صحیح روایت کیا ہے کہ نافع نے جب یہ سنا تو کہا عمر پر قرض کیونکر ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اونکے ایک وارث نے اپنی جائداد لاکھ روپیہ پہ بیچی تھی اسپر ابن حجر لکھتے ہین اس سے یہ کیونکر لازم آیا کہ عمر پر وقت موت دین نہ ہو کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے آدمی بہت مالدار ہوتا ہے اور وہ قرضدار ہوتا ہے۔ تو شاید نافع کا مطلب یہ ہو کہ عمر کا وہ قرض باقی نہین رہا ادا ہو گیا ہوگا۔

ہمکو اس سے بحث نہین کہ عمر نے جو بیت المال سے چھیاسی ہزار لیا تھا ادا کیا یا نہین کیونکہ ان کے بعد تو عثمان خلیفہ ہوئے جنھون نے بیت المال کا دروازہ عام طور پر کھول دیا تھا پھر وہ کیا مطالبہ اسکا کرتے۔ جبکہ ابن عمر کو باوصفیکہ اوسنے کئی خون کیا تھا صرف اسوجہ سے چھوڑ دیا کہ وہ عمر کا بیٹا ہے۔

بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ عمر صاحب نے صرف اسی خلافت کی بدولت کتنی دولت جمع کی تھی کہ اونکے ایک وارث نے اپنا حصہ ایک لاکھ کو بیچا۔

اب دیکھیے عمر کے ورثے کتنے ہین (۱) عبداللہ بن عمر (۲) عبیداللہ بن عمر (۳) عاصم بن عمر (۴) ابو شحمہ بن عمر

(۵) زید بن عمر (۶) مجبر بن عمر وفاطمہ وبنات آخر ص۱۶ المعارف

اب آپ ہی حساب لگائیے کہ کتنی مالیت کی جائداد ونخون نے حاصل کی تھی کیونکہ روایت نافع میں اسکی تصریح نہیں ہے کہ وہ وارث عمر جسنے اپنی جائداد ایک لاکھ پر بیچی تھی وہ آیا عمر کی زوجہ تھی جسکا حصہ آٹھوان ہوتا ہے۔ یا بیٹی تھی جسکا حصہ نصف حصہ ذکور ہوتا ہے۔ یا بیٹا تھا جسکا حصہ ایک لاکھ تھا غرض حساب لگانے سے کڑوڑون کا حساب جا کر بیٹھتا ہے۔

آپ اصلی راز تو کہینگے نہین کہ عمر صاحب نے یہ سب جائدادین بزور خلافت حاصل کین بلکہ کہینگے کہ یہ سب عطیہ سعادت کی بدولت انکو ملا۔ تو پھر اسپر کیونکر اعتراض کرسکتے ہین کہ آنحضرت نے اپنی پارہ جگر کو فدک دیا جسکی آمدنی ایک لاکھ پچیس ہزار تھی۔

اب اسکے ساتھ ثروت وثبات طلحہ کو بھی دیکھ لیجئے جو ابوبکر صاحب کے چھوٹے داماد ہین تاریخ خمیس مین ہے وروی عمرو بن دینار عن مولی لطلحہ قال ان دخل طلحہ کان کلیوم الف درہم ویقال خلفت من المال الفی الف درہم وماتی الف دینار قال ابن الجوزی خلفت طلحہ ثلثمائۃ حمل ذہبا ص۲۱۳ جلد ۱

کہ طلحہ کی آمدنی روزانہ ہزار درہم تھی اور مرتے وقت بیس لاکھ درہم اور دو لاکھ دینار چھوڑ گئے تھے۔ ابن جوزی نے کہا تین سو اونٹ کا بار سونا وہ چھوڑ کر مرے تھے۔

غرض اگر آپ جناب رسالتمآب کو بالکل واقعات ابعد سے بیخبر بھی مانئے اور انسان فرض کیجئے جسمین لوازم تمدن کا وجود ضروری ہے تو آپکو یہ ماننا پڑیگا کہ حضرت نے اپنی پارہ جگر کو اتنی جائداد ضروری ہوگی جس سے وہ اپنے اور اپنے کنبہ قبیلہ کی قوت لایموت کو بہم پہونچاتی رہین اور اس حالت پر نہ پہونچین کہ جناب امیر با وصف حصول خلافت فرمائین

لوکان عندی اربعۃ دراہم ثمن ازار لہ ابعہ تاریخ کامل جلد ۳ ص۲۰۲

کہ اگر ہمارے پاس چار درہم بھی ہوتا جس سے ایک لنگ خریدتے تو اس تلوار کو نہ بیچتے جس سے معلوم ہوا کہ حضرت اکثر اوقات ایسے مجبور ہو جاتے کہ چار درہم (۱۲) بھی نہ ہوتا کہ ایک لنگ خرید سکین۔ یہ نتیجہ تھا اوسی حق تلفی کا جو لوگون نے حضرت کو بطرح محروم کردیا تھا۔

یہان آپکو ہم وہ واقعہ ذاتی ملکیت کا دکھاتے ہین جس سے معلوم ہوگا کہ رسول اللہ پر فرض تھا اپنے اولاد کی حرمت و عزت کے بقا کیلئے اسقدر جائداد دین کہ وہ اپنے کنبہ قبیلہ کی پرورش کر سکین تاریخ طبری مین ہے صفحہ جلد ۵

ان رجلا کان بینہ وبین عمر قرابۃ فسألہ فزبرہ واخرجہ فکلم فیہ فقیل یا امیرالمومنین فلان سالک فزبرتہ واخرجتہ۔ فقال انہ سالنی من مال اللہ فما معذرتی ان لقیتہ ملکا خائنا فلولا سالنی من مالی قال فارسل الیہ بعشرۃ آلاف۔

یعنی عمر کا ایک قرابتمند اون سے کچھ سائل ہوا تو عمر نے اوسکو ڈانٹ کر نکال دیا لوگون نے اسکی سفارش کی کہ آپ سے اوسنے کچھ سوال کیا تو ڈانٹ کر اوسکو نکال دیا عمر نے کہا اوسنے مال خدا سے طلب کیا تھا تو ہم خدا کو اسکا کیا جواب دیتے۔ کیون نہین اوسنے ہمارے اپنے مال سے طلب کیا اسکے بعد عمر نے دس ہزار اوسکو بھیجا۔

اس روایت سے آپ ضرور خوش ہونگے کہ عمر صاحب نے قرابت کا خیال نہ کیا اوسکو ڈانٹ کر نکال دیا اور بیت المال سے کچھ نہ دیا پھر اس سے بھی آپکو مسرت ہوگی کہ عمر نے دس ہزار اوسکو اپنے جیب خاص سے دیا جس سے اسقدر تو یقیناً معلوم ہوا کہ اونکی ذاتی آمدنی بھی اتنی تھی کہ بیت المال پر وہ اسکا بار نہ ڈالتے اور اپنے پاس سے دیدیتے۔

مگر اسکے بعد جب آپ یہ واقعہ دیکھینگے جو جناب امیر کے متعلق آپکی کتاب اسد الغابہ مین مرقوم ہے جسکو ہمارے مخاطب اڈیٹر النجم نے ترجمہ کیا ہے تو بشرط اسلام بلکہ انسانیت ضرور آپ متاثر ہونگے ملاحظہ ہو ترجمہ اسد الغابہ صفحہ ۸۶ جلد ۶

عبداللہ بن عباس بہزی اور اسحاق بن سعد نے اپنے والد سے نقل کرکے بیان کیا کہ عقیل بن ابیطالب مقروض ہو گئے تو علی بن ابی طالب کے پاس کوفہ مین آئے تو انھون نے اونکو اتارا اور اپنے بیٹے حسن کو حکم دیا (کہ انکو کپڑے پہنا دین) پس انھون نے انکو اپنے کپڑے پہنائے جب شام ہوئی تو انھون نے انکو شب کے کھانے کے واسطے بلایا کہ وہ روٹی اور نمک اور ترکاری تھی۔ پس عقیل نے کہا کہ جسکو مین خیال کرتا ہون وہی ہے حضرت علیؑ نے کہا نہین

تو عقیل نے کہا کہ آپ میرا قرض ادا کر دیجئے حضرت علیؑ نے کہا کہ تمھارا قرض کسقدر ہے انھون نے کہا چالیس ہزار حضرت علیؑ نے کہا اسقدر میرے پاس نہین ہے لیکن اُسوقت تک تم صبر کرو کہ مجھکو جو چار ہزار وظیفہ ملتا ہے وہ ملجائے تو مین تمکو دیدون تو عقیل نے کہا کہ بیت المال کے تم مالک ہو اور تم مجھکو اپنے وظیفہ کی بابت تاخیر مین ڈالتے ہو حضرت علیؑ نے کہا کیا تم مجھکو حکم دیتے ہو کہ مسلمانون کا مال تمھین دیدون حالانکہ انھون نے مجھکو امین بنایا ہے عقیل نے کہا مجھکو معاویہ کے پاس جانے کی اجازت ہے حضرت نے اجازت دی اور یہ معاویہ کے پاس چلے آئے حضرت معاویہ نے انسے کہا اے ابو یزید تمنے علیؑ اور اُنکے اصحاب کو کیون چھوڑ دیا انھون نے کہا ہان وہ لوگ اصحاب محمدؐ مین صرف یہ ہین ان مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو دیکھتا نہین ہون اور تم ہو اور تمھارے اصحاب ابو سفیان اور تمنے اصحاب لیکن مین تمھارے درمیان مین ابو سفیان کو نہین دیکھتا ہون دوسرے دن صبح ہوئی تو معاویہ اپنے تخت پر بیٹھے اور انکو تخت کے پہلو مین کرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا پھر تمام لوگون کو (آنے کا) حکم دیا لوگ آتا شروع ہوے اور ضحاک بن قیس اُنکے ساتھ اُنکے تخت پر بیٹھے پھر انھون نے عقیل کو اذن دیا وہ بھی اُنکے پاس آئے اور کہا اے معاویہ یہ تمھارے ساتھ کون ہین معاویہ نے کہا ضحاک بن قیس ہین عقیل نے کہا الحمد للہ جسنے کمینگی کو دور کیا اور عیب کو پورا کیا یہ وہ شخص ہے کہ جسکا باپ ہمارے مویشیون کو مقام ابطح مین خصی کیا کرتا تھا اس فن مین وہ خوب مہارت رکھتا تھا ضحاک نے کہا بیشک مین قریش کی خوبیون کا عالم ہون اور عقیل قریش کے معائب کے۔ معاویہ نے انکو پچاس ہزار درہم دینے کا حکم دیا چنانچہ انھون نے لے لئے اور لوٹ آئے ہشام بن محمد بن سائب کلبی نے اپنے والد سے انھون نے ابو صالح سے روایت کی ہے کہ انھون نے کہا قریش مین چار شخص ایسے تھے کہ لوگ انکے پاس جاتے اور انکو حکم بناتے تھے ایک عقیل بن ابی طالب دوسرے مخرمہ بن نوفل زہری تیسرے ابو جہم بن حذیفہ عدوی چوتھے حویطب بن عبد العزی عامری ان مین سے تین آدمی قریش کے محاسن بیان کرتے تھے جب کوئی ان مین سے زیادہ محاسن بیان کرتا تو لوگ دوسرے شخص کے پاس جاتے تھے اور عقیل قریش کی برائیان بیان کرتے تھے پس جس شخص مین برائیان زیادہ ہوتین

تو وہ کہتا کہ کاش مین اُنکے پاس نہ آتا انھون نے میرے ایسے معائب بیان کر دے لوگ نہ جانتے تھے۔"

(۳) روایت کو دیکھئے اور جناب امیرؑ کی مجبوری کو کہ بڑے بھائی حضرت عقیل آئے ہین اور اونکی کچھ امداد نہین کر سکتے بلکہ ایک وقت اچھا کھانا بھی نہین کہلا سکتے بلکہ روٹی۔ نمک سرکہ ہی پیش کرتے ہین۔ جس سے آپ خود اس نتیجہ پر پہنچینگے کہ رسول اللہؐ نے جو اپنی پارہ جگر کو ایسی جائداد دی تھی جسکو آپ تیسرے پڑھتے ہین اوسکی بھی غرض تھی کہ ان لوگون کی پرورش میں مدد ... کرتی ... آپ ... خوارج ... بدر ... ہین۔

حالت ابتدائی عمر ازالۃ الخفا مقصد ... مین یہ بھی لکھا ہوگا کہ عمر صاحب کی خاندانی حالت قبل اسلام کیا تھی کہ عمرو بن العاص کہتے ہین واللہ لقد رایتہ ورایت اباہ وان علی کل واحد منہما عباءۃ قطوانیۃ موتزرا بہا ما یبلغ مابض رکبتیہ وعلی عنق کل واحد منہما حزمۃ من حطب

کہ مینے عمر اور اونکے باپ خطاب کو دیکھا ہے وہ ایسی پھٹی پرانی عبا قطرانی پہنے تھے کہ گھٹنا بھی اونکا نہ چھپتا تھا اور ہر ایک کی گردن پر لکڑی کا گٹھا تھا (بیچنے کیلئے)

پھر اوسی ازالۃ الخفا مین خود عمر صاحب کا قول ہے ولقد رایتنی بہذا الوادی ... الخطاب ... بہذا الوادی ... شملۃ عصوف وکان فظا یتعبنی اذا عملت ویضربنی اذا قصرت وقد امسیت الیوم ولیس بینی وبین اللہ احد صفحہ ۱۹۶

کہ ہم اسی وادی مین خطاب کا اونٹ چرایا کرتے تھے ایک موٹے گاڑھے کا مدرعہ پہنے ہوئے۔ اور خطاب بڑا سخت تھا اگر کام کرتے تو تعب مین ڈالتا اور اگر کام کم کرتے تو مارتا۔ اور آج کیسے روز ہماری یہ حالت ہے کہ درمیان ہمارے اور خدا کے کوئی نہین۔

یہ تو انکی ابتدائی حالت تھی۔ اور خلافت پاتے ہی وہ نقشہ ہوا کہ اوپر آپنے ملاحظہ کیا دس بیس لاکھ آمدنی کی جائداد پیدا کی اور دس دس ہزار ایک ایک آدمی کو دیا ازالۃ الخفا مین ہے صفحہ ۱۹۹

کہ عمر صاحب نے ایک شخص کو کچھ سو درہم اسپر دیا کہ انھون نے کوڑا چلایا تھا وہ کوڑا اوسکے دامن پر پڑا اور کہا کہ اوسکا صاف کر دے۔ چنانچہ خود عمر نے دیتے وقت کہا اعلموا انما بالخفقۃ التی خفقتہ

بھا۔

کہ یہ عطیہ اوس کوڑے کے بدلہ مین ہے جو نادانستہ تجھپر پڑگیا تھا کیون صاحب اگر عمر صاحب کے پاس مال نہوتا تو کہان سے دیتے۔

پس اگر رسول اللہ نے بخیال حفظ حقوق بنی ہاشم یہ جائداد جناب سیدہؑ کو دی کہ کنبہ قبیلہ کی پرورش کرین تو کیونکر محل اعتراض ہو سکتا ہے۔ کیونکہ خاندان بنی ہاشم قدیم الایام سے تمامی عرب مین بلکہ تمام عالم مین ممیز و ممتاز رہا ہے اسی لئے خدا نے انپر صدقہ کو حرام کیا۔ کہ اوسمین ایک طرح کی ذلت ہے بخلاف خمس کے کہ اوسمین عزت اور سطوت شامل ہے۔

مگر ابوبکر صاحب نے خلافت پاتے ہی یہ کام کیا کہ نہ صرف جناب سیدہؑ کو حق پدری سے محروم کیا بلکہ تمامی بنی ہاشم کو اوس حق خمس سے جو خدا نے مقرر کیا تھا واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل ان کنتم امنتم باللہ وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان واللہ علی کل شیء قدیر۔ سورہ انفال

یعنی جو کچھ تم کفار سے لوٹ کر لاؤ۔ تو اوس مین سے پانچوان حصہ خدا کا اور اوسکے رسول کا اور اہل قرابت کا اور یتیمون اور محتاجون اور مسافرون کا ہے اگر تم خدا پر ایمان رکھتے ہو اور اور اوس چیز پر جو ہمنے اپنے بندے پر نازل کیا ہے بروز بدر جسمین دونو فوجین آپس مین لڑگئین اور اللہ ہر شئی پر قادر ہے۔

اس آیہ کو دیکھئے اور اس تاکید خداوندی کو کہ تقسیم خمس کو مطابق حکم خدا شرط ایمان قرار دیتا ہے۔ مگر ابوبکر صاحب ہین کہ وہ اس حکم کو منسوخ کرتے ہین اور ذوی القربی کو بالکل محروم کرتے ہین پھر کیونکر کوئی شخص اونکے ایمان کا دعوی کر سکتا ہے حالانکہ خدا فرماتا ہے ان کنتم امنتم باللہ اگر خدا پر ایمان لائے ہو تو اوسکے مطابق ضرور تقسیم کرو۔ مگر ہائے قرابت مندی رسول وہ جرم تھا کہ ابوبکر صاحب نے اس وجہ سے تمامی ذوی القربی کو محروم کر دیا چنانچہ کشف الظلمات حصہ اول مین ہم اس روایت کو لکھ چکے ہین ملاحظہ ہو صفحہ ۱۲۹ سنن ابو داؤد کتاب الخراج والفئے مین ہے

حدثنا عبید اللہ بن عمر بن میسرۃ حدثنا عبد الرحمن بن مہدی عن عبد اللہ بن المبارک عن یونس بن یزید عن الزہری قال اخبرنی سعید بن المسیب قال اخبرنی جبیر بن مطعم انہ جاء ھو وعثمان بن عفان یکلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما قسم من الخمس بین بنی ہاشم وبنی المطلب فقلت یا رسول اللہ قسمت لاخواننا بنی المطلب ولم تعطنا شیئاً و قرابتنا وقرابتھم منک واحدۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما بنو ھاشم وبنو المطلب شئی واحد قال جبیر ولم یقسم لبنی عبد شمس ولا لبنی نوفل من ذلک الخمس کما قسم لبنی ھاشم وبنی المطلب وقال وکان ابوبکر یقسم الخمس نحو ما قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر انہ لم یکن یعطی قربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعطیہم قال فکان عمر بن الخطاب یعطیھم منہ وعثمان بعدہ۔ مطبوعہ کانپور ص ۲۱۶

یعنی جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ وہ اور عثمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے کہ کلام کریں دربارہ خمس کے جو حضرت نے تقسیم کیا تھا بنی ہاشم اور بنی المطلب کو جبیر ابن مطعم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سے عرض کیا آپنے خمس سے ہمارے بھائیوں بنی المطلب کو دیا اور ہمکو کچھ نہ دیا حالانکہ قرابت ہملوگوں کی ایک ہے (کیونکہ حضرت ہاشم چار بھائی تھے ہاشم۔ مطلب۔ عبد شمس۔ نوفل۔ حضرت ہاشم کی اولاد رسول اللہ اور جناب امیرؑ و تمامی بنی ہاشم۔

اور عبد شمس کے عثمان وغیرہ اور نوفل کے جبیر بن مطعم ۱۲ راقم) پس فرمایا حضرت نے بنی ہاشم اور بنی المطلب ہی شئی ایک ہے۔ جبیر نے کہا کہ حضرت نے خمس سے حصہ نہ دیا بنی عبد شمس کو (جنمین حضرت عثمان تھے) نہ بنی نوفل کو (جنمین جبیر تھے) اور تقسیم کیا بنی ہاشم و بنی المطلب کو پھر جبیر کہتے ہیں کہ ابوبکر تقسیم کرتے تھے مطابق تقسیم رسول اللہ صلعم کے مگر قرابت مندان رسول کو کچھ بھی نہ دیتے تھے جیسا کہ رسول دیا کرتے تھے۔ جبیر کہتے ہیں اور عمر صاحب دیا کرتے تھے ان قرابت مندوں کو اوسی خمس سے اور بعد عمر کے عثمان بھی۔ انتہی۔

ہم نہین سمجھتے کہ حضرات اہلسنت کہان تک واقعات کا انکار کرینگے اور کہانتک حدیث بلکہ قرآن سے دست بردار ہونگے کہ خداوند عالم تو اس تصریح سے حق ذوی القربی خمس مین قرار دے کہ اوسکو شرط ایمان قرار دے مگر اہلسنت ہین کہ ابوبکر صاحب کے طرفدار ہین۔

پس جب ایسے ایسے نصوص صریحہ کی مخالفت ابوبکر نے جائز رکھی جو قرآن مجید مین ابتک موجود ہے۔ تو پھر نہ معلوم کیونکر آپکو استعجاب ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ایک لاکھ پچیس ہزار کی جائداد جناب سیدہؑ کو دی حالانکہ واقعات مابعد آپکو سب معلوم تھے اور جانتے تھے یاران طرح کیا کرنے والے ہین کہ نہ قرآن کا خیال رہیگا نہ حدیث کا نہ ہمارے طرز عمل کا لہذا ضرور تھا کہ حضرت اتمام حجت کیلئے ایک مختصر سی جائداد بھی اس طور سے دین کہ غاصب اوسکا تمام عالم مین ... مانا جائے۔

کیا آپکو یہ بھی نہین معلوم ہے کہ خود حضرت خدیجہ مادر گرامی جناب سیدہؑ کا کیسا حق اسلام پر اور خود رسول اللہ پر تھا اگر اوسی کے معاوضہ مین حضرت نے یہ قلیل سی جائداد دی ہو جسکو آپ کثیر کہتے ہین تو آپکو کیا عذر ہے۔

دیکھئے حضرت خدیجہؑ کے حقوق ایسے تھے کہ خداوند عالم اوسکا احسان رکھتا ہے اپنے رسول پر کہ سورہ والضحی مین فرماتا ہے ووجدک عائلاً فاغنی کہ تم اے رسول تم فقیر تھے تو خدا نے تمکو غنی کردیا تفسیر معالم التنزیل مین ہے ای فقیراً فاغناک بمال خدیجہ ثم بالغنائم صفحہ ۹۹۴ کہ تم فقیر تھے لہذا خدا نے تمکو مال خدیجہؑ کی بدولت غنی کردیا پھر مال غنیمت سے۔ تو اگر فرض کرلیا جائے کہ کسی طرح جناب سیدہ نہ بحیثیت وراثت مستحق میراث تھین نہ بحیثیت خدمات اسلام کسی بخشش وعطیہ کی مستحق نہین۔ توکیا اس حیثیت سے بھی رسول پر جائز نہ تھا کہ اونکے اون حقوق کا معاوضہ دین جو حضرت خدیجہ نے اپنا کل مال رسول خدا پر خرچ کردیا تھا۔

ہم نہین سمجھتے کہ اگر آپ حضرات کو محبت شیخین کی وجہ جناب سیدہؑ سے عداوت ہی تو خدا ورسول سے کیون عداوت ہوگئی جو اوسکے نصوص صریحہ مٹانے پر بھی آپکو تنبہ نہین ہوتا اور کافر کو کافر نہین مانتے۔

قول پشاوری (۲۰) خلیفہ محمد حسن صاحب مرحوم اعجاز التنزیل مین لکھتے ہین فدک سنہ ۶ھ

مین فتح ہوا۔ صاحب ناسخ التواریخ لکھتا ہے۔ کہ فدک اُس وقت فتح ہوا جبکہ غزوہ تبوک کی طیاری تھی۔ اور تاریخ سے ثابت ہے۔ کہ وہ زمانہ آنحضرت صلعم پر بڑی تنگی اور عسرت کا تھا اور اسی وجہ سے اُس غزوہ کا نام موجودہ جیش العسرت مشہور ہوا۔ اور کتاب مجید مین اس وقت کا نام ساعتہ العسرۃ ہے لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعتہ العسرۃ) عمدۃ البیان شیعہ صہ ۱۳ (پ ۱۱-ع ۳)

پھر کیا ممکن ہے کہ اسقدر زر کثیر کی جائداد اپنی بیٹی کو دیدین اور جہاد فی سبیل اللہ مین کچھ خرچ نہ کرین۔ بلکہ لوگون سے امداد طلب کرین اور ثلاثہ کے مرہون احسان ہون۔

اقول اگرچہ اسکی تحقیقات آیندہ کی جائیگی بجواب آیات بینات کہ فدک کب اور کیونکر فتح ہوا۔ مگر ہم آپکی تحقیقات کو تسلیم کرکے پوچھتے ہین کہ اس سے کیا خرابی لازم آئی۔ کیونکہ کسی جائداد کی آمدنی خود اوسی وقت تو ہوتی نہین جسوقت وہ جائداد قبضہ مین آتی ہے بلکہ جب اوسکی جائداد پیدا ہوتی ہے خصوصاً جبکہ یہ ثابت ہے کہ فدک کی پیداوار صرف خرما تھا تو خرمے کا طیار ہونا اور اوسکا فروخت ہونا کچھ زمانہ چاہتا ہے۔ وہ اوسوقت فائدہ کیا دیسکتا ہے جبکہ فوجی مہم کی تیاری ہو اور فوج آمادہ روانگی ہے۔

اگر دول اسلام کا نقشہ اور اونکے انتظامات آپکے پیش نظر نہین ہین۔ تو دول یورپ کے حالات تو آپ اخبارون مین دیکھتے ہین کہ باوصفیکہ تمدن کے اعلی درجہ پر پہونچے ہوئے ہین اور مالی انتظام تو ایسا ہے کہ کبھی کسی زمانہ مین ایسا نہین تھا ہر وقت خزانہ معمور رہتا ہے۔ مگر اونکی اونی مہم پر اونکو قرض کی ضرورت ہوتی ہے خواہ وہ کسی بنک سے ہو یا دوسرے طریق سے۔ تو کیا اس سے آپ یہ قیاس کر سکتے ہین کہ دول بالکل مفلس و نادار ہین۔ اوسی طرح اسکو سمجھئے کہ اگرچہ یہ فتح نمایان حاصل ہوئی تھی۔ مگر ابھی اوسکے آمدنی کا زمانہ نہین آیا تھا یا تھا لیکن وہ کافی نہ تھا۔ لہذا رسول اللہ کو اس مہم کیلئے نئے انتظام کی ضرورت پیش آئی۔

اسکو بھی جانے دیجئے یہ تو مسلم ہے کہ جنگ تبوک کے قبل یہ فدک خود رسول کو حاصل ہو چکا تھا اور بقول آپکے جناب سیدہ کو دیا بھی نہ تھا پھر کیون نہین وہ اس مہم کو کافی ہوا جس سے حضرت کو قرض یا چندہ کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔

زیادہ افسوس تو یہ ہے کہ آپ صرف اس غرض سے کہ ہبہ فدک کو ایسے وقت مین خلاف قیاس ثابت کرین اس طرح کے تاریخی مغالطات دیرہے ہین کہ ناواقف تو آپکے فقرہ مین آجاے اور جو علم تاریخ سے کچھ بھی بہرہ رکھتا ہو وہ ہنستا ہے کیونکہ آپ قبضہ فدک کو اور غزوہ تبوک کو ایسا مقارن بتارہے ہین کہ گویا ایک ہی وقت کا واقعہ ہے حالانکہ قبضہ فدک ۷ھ مین ہوا بعد جنگ خیبر کیونکہ بروایت منتقی جنگ خیبر ماہ جمادی الاولی ۷ھ مین ہوئی اور اوسی درمیان مین فدک کا بھی معاملہ ہوا صفحہ ۴۷ تاریخ خمیس

پھر جمادی الاخری ۷ھ مین وادی القری فتح ہوا جسمین حضرت نے چار روز تک اونکا محاصرہ کیا اور دس یہود مارے گئے صفحہ ۶۵ تاریخ خمیس

پھر بہت سے سرایا روانہ ہوے۔ ایک اسی یہ بشر بن سعد کا طرف بنی مرہ کے یہ واقعہ ماہ شعبان ۷ھ کا ہے۔ تاریخ خمیس صفحہ ۶۷

پھر ماہ رمضان مین غالب بن عبداللہ لیثی کا لشکر میفعہ کی جانب روانہ ہوا۔

پھر شوال مین بشر بن سعد انصاری کا سریہ طرف یمن وغیرہ کے روانہ ہوا۔

پھر اسی سن مین جبلہ بن ایہم آخر بادشاہ غسان مسلمان ہوا جو اپنے اسلام پر قائم رہا یہانتک کہ خلیفہ دوم کی بے عنوانی سے پھر وہ مرتد ہوا اور کوئی ساٹھ ہزار آدمیونکے ساتھ اسلام سے برگشتہ ہو کر قیصر روم کے یہان چلا گیا۔

اسی ۷ھ مین مقوقس بادشاہ اسکندریہ کا ہدیہ حضرت کے پاس پہونچا جسمین حضرت ماریہ اور سیرین اونکی بہن تھین اور دو لونڈیان دوسری اور ایک خواجہ سرا و قدح من قوارید و ثیاب من قباطی مصر والف مثقال من الذہب وعسل وفرس یقال لہ اللزاز و بغلۃ یقال لہا الدلدل وحمار یقال لہ یعفور صفحہ ۶۸ خمیس

یعنی بہت سے مصری حلے تھے اور ہزار مثقال طلا۔ اور شہد اور گھوڑا اور گدہا اور خچر تو کیا اتنے مال آنے پر بھی حضرت کی ضرورت نہ رفع ہوئی جو آپ جناب سیدہ کو فدک دیتے اسکے بعد عمرہ قضا ہے صفحہ ۶۸

اسکے بعد ۸ھ آتا ہے جسمین ایک مہم آپ پھر فدک پر روانہ کرتے ہین صفحہ ۷۲

پھر سریہ شجاع بن وہب ہے بنی عامر کی طرف صـ۷۶

پھر سریہ کعب بن عمیر ہے ذات اطلاح کی طرف صـ۷۷

پھر سریہ موتہ ہے۔

پھر سریہ عمرو عاص ہے ذات السلاسل کی طرف صـ۸۳

پھر سریہ ابی عبیدہ ہے سیف البحر کی طرف صـ۸۳

پھر سریہ ابو قتادہ انصاری ہے خضرہ کی طرف صـ۸۴

پھر سریہ ابو قتادہ ہے طرف بطن رئم کے صـ۸۴

پھر فتح مکہ ہے صـ۸۵

اسی طرح بہت سی سرایا ہے جسکے آخر مین غزوہ تبوک ہے ماہ رجب ۹ھ مین اور یہ وہ وقت تھا کہ خرما کے درخت سرسبز ہو رہے تھے۔ ابھی کوئی حاصل کا زمانہ نہ تھا۔

پھر جو آپنے ۷ھ اور ۹ھ کا واقعہ ایک کردیا تو اس سے کیا نتیجہ ملا بجز اسکے کہ تمام عالم مین فضیحت ہوے کیونکہ ابوبکر یا عمر نے جو فدک کو غصب کیا تھا اوس سے وہ منتفع ہوے اور آپکو تو اس رسالہ فدک لکھنے سے کوئی نفع نہ ملا بجز اسکے کہ دو تین آنہ کو فروخت ہوا ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جسوقت جناب رسالتمآب نے فدک کو جناب سیدہؑ کو ہبہ کیا تھا وہ وقت نہ عسرت کا تھا نہ تنگی کا۔ بلکہ جنگ خیبر مین اسقدر مال غنیمت سبکو ملا تھا کہ خدا نے ان لفظون سے اوسکا تذکرہ کیا ہے وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونھا فعجل لکم ھذہ وکف ایدی الناس عنکم ولتکون اٰیۃ للمومنین ویھدیکم صراطا مستقیماً سورہ فتح

خدا نے تمسے بہت غنیمتون کا وعدہ کیا ہے کہ تم اوسکو حاصل کروگے تو اوسنے جلدی کی اسکے لئے اور روک رکھا ہاتھ آدمیون کا تمسے تاکہ مومنین کیلئے نشانی ہو اور راہ دکھلائے تمکو صراط مستقیم۔

تاریخ خمیس مین ہے فعجل لکم ھذہ یعنی بالمعجل صلح الحدیبیۃ وبالمغانم للموعود بھا فتح خیبر فخرج رسول اللہ ص الیھا مستنجزا میعاد ربہ وواثقا بکفایتہ ونصرتہ صـ۶۴ جلد ۲

یعنی قرآن مین جو عجل کا لفظ ہے کہ جلدی کیا تو مراد اس سے صلح حدیبیہ ہے کہ فوراً حاصل ہوا اور

مغانم کثیرہ سے مراد فتح خیبر ہے جب حضرت اپنے خدا کا وعدہ پورا کرنے کو نکلے خدا پر اعتماد کرتے ہوئے پس اگر اسی مال غنیمت سے جسکی تعداد بقول خداوند عالم کثیر تھی جہان ہزارون مسلمانون کو رسول اللہ عنایت فرمایا۔ وہان اگر اپنی پارہ جگر کو ایک ٹکڑہ زمین کا دیا۔ تو کیون آپکی آنکھون مین کھٹک رہا ہے جو اوسپہ تو اعتراض کرتے ہین اور اسپر اعتراض نہین کرتے کہ رسول اللہ کو ایسی مہم غزوہ تبوک پیش تھی اور اوسپر کچھ نہ خرچ کیا سب صحابہ کو دیدیا اور جہاد فی سبیل اللہ کیلئے کچھ نہ رکھا بلکہ لوگون سے امداد طلب ہوئے اور ثلثہ کے مرہون احسان ہوئے؟

خدا کی شان جس رسول کی بدولت ایسے ایسے فاقہ مست لنگوٹی بند کہ ایک تہبند بھی او بدن پر نہ سلامت تھی۔ لکڑیان کاٹتے تھے اوقات بسری کرتے اونھون نے کڑورون کی جائداد پیدا کی اونکی نسبت آپ کہتے ہین کہ انھون نے رسول اللہ پر احسان کیا۔ اور اس احسان کو بھول گئے جو حضرت خدیجہ نے اپنا کل مال و متاع رسول اللہ کو دیدیا جسکی نسبت خدا کہتا ہے ووجدک عائلا فاغنیٰ۔

قول پشاوری (۳) اس بیٹی فاطمۃ الزہرا علیہا السّلام نے ایکدفعہ گھر کے کام کیلئے ایک خادمہ مانگی۔ مگر رسول اللہ صؐ نے نہ دی۔ اور کہا بعد نماز اور بوقت سونیکے اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ الحمد للہ ۳۳ دفعہ سبحان اللہ ۳۳ دفعہ پڑھ لیا کرو۔ چنانچہ اس مطہرہ نے اسپر عمل کیا۔ خادمہ کی ضرورت محسوس نہوئی۔ بھیر سوچو کیا ایک خادمہ کا نہ دینا۔ اور کہا اسقدر جائداو کثیر ہبہ کرنا۔

اقول ہان یہ جدت آپکی ہے کہ اگر ایک وقت انسان کے پاس کچھ نہو۔ تو پھر دوسرے وقت بھی وہ نہین دیسکتا۔ مگر افسوس آپکو یہ نہین معلوم کہ رسولخدا کوئی کام اپنے دل یا اپنی خواہش سے نہین کرتے تھے جو حکم خدا ہوتا اوسکے مطابق انجام دیتے جیسا کہ خود خدا فرماتا ہے وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ۔

اسی اصول پر رسول اللہ نے اوسوقت جبکہ جناب سیدہ نے خادمہ کا سوال کیا تھا آپنے تسبیح زہرا کی تعلیم فرمائی جسکی برکت سے جناب سیدہ کو بقول آپکے "خادمہ کی ضرورت نہ محسوس ہوئی" اور اب کہ مصلحت خدا سے وعدہ مغانم کثیرہ ہوا کہ مسلمانون کو مال غنیمت بہت ہاتھ آئیگا اوسوقت اسکا بھی حکم ہوا کہ وآت ذی القربیٰ حقہ ذوی القربیٰ کو اونکا حق دیدو پھر کیونکر ممکن تھا جناب

رسالتمآب اوسکے خلاف کرتے۔

افسوس تو زیادہ تر یہ ہے کہ نہ آپ قرآن مجید سے آیہ وات ذی القربی حقہ کو نکال سکتے ہین جسمین یہ حکم صریح موجود ہے۔ نہ اسی کا اختیار ہے کہ جناب سیدہ کو ذی القربی سے خارج کرین۔ نہ یہی ممکن ہے کہ جناب سیدہ کے اس دعوی کو اپنی صحاح ستہ سے خارج کرین کہ حضرت نے اسکا مطالبہ کیا اور ابوبکر نے نہین دیا پھر اس واقعہ سے اوسپر کیا اثر پڑسکتا ہے کہ جناب سیدہ نے خادمہ کو طلب کیا تو آپنے تسبیح زہرا کی تعلیم دی کیونکہ درحقیقت یہ بھی ایک طرح کی تعلیم تھی رسول اللہ کی جسمین حضرت نے بتایا کہ انسان کو ہمہ وقت خدا پر نظر رکھنا چاہیئے وہ اوسی پر توکل کرے وہ عالم جزئیات وکلیات ہے اور وہی قاضی الحاجات ہے وہ اپنے بندونکے حالات سے بخوبی واقف ہے جو اوسکی مصلحت ہوتی ہے وہی کرتا ہے۔ اسمین کسیکو دخل نہین۔ اسلیئے جناب سیدہ کے سوال پر وہ تعلیم دی گئی۔ اور بلا سوال وبلا مطالبہ یہ حکم خدا ہوا وات ذی القربی حقہ۔

چونکہ سوال جناب سیدہ پر یہ شبہہ ہوسکتا تھا کہ بمقتضائے بشریت آپکو وہ توکل جو خدا پر ہونا چاہئے اوسمین فی الجملہ خلل آتا ہے کہ رسول اللہ سے طالب ہوین جو آپکے پدر بزرگوار تھے اور اگر آپ اوسوقت اسکو انجام دیتے تو منافقین کہہ سکتے تھے۔ رسول اللہ نے اپنی بیٹی کی خاطرداری کی اسلیئے اوسوقت وہ جواب دیا کہ اسماء الٰہی کی تعلیم فرمائی کہ جو کچھ طلب کرنا ہے اوسی سے طلب کرو۔ اور خداوند عالم نے دونو کی نیت اور ہمت پر نظر کرکے یہ مرحمت فرمائی جسے آپ جاگیر تعبیر فرماتے ہین۔ حالانکہ نہ جناب سیدہ کا خادمہ کیلئے بغرض ذاتی آسایش وآرام کے تھا اور نہ یہ عطیہ جناب احدیت ذاتی منفعت کیلئے۔ بلکہ خادمہ بھی اسی سبب کی گئی تھی کہ شغل خانہ داری سے کچھ آرام ملے کہ عبادت الٰہی مین زیادہ اشتغال ہو۔ اور یہ مرحمت الٰہی بھی اسی لئے تھی کہ آپکے اعزا اقربا جو اصلی مستحق ہین وہ اس وجہ سے کچھ آرام پائین ورنہ ان حضرات کو تو خلقت ہی اسلیئے ہوئی تھی کہ دنیا اور لذائذ دنیا سے علحدہ رہین۔

غرض اگر خدا و رسول پر آپکا ایمان ہوگا تو آپ سمجھینگے کہ انکا جو کام ہوتا [illegible] مصلحت کا تابع ہے جسکی ضرورت سمجھتے ہین اوسوقت انجام دیتے ہین۔ رسول اللہ [illegible] وقت [illegible] کہ آپ مکہ مین ہین اور ہر طرح کفار کے پے درپے آزار سے مجبور [illegible] ایک وقت

وہ آیا کہ آپ مکہ اور مدینہ بلکہ تمامی ملک عرب کے مالک و مختار ہیں۔ تو کیا اس سے آپ یہ قیاس کر سکتے ہیں جو شخص ایک وقت ایسا مجبور تھا وہ دوسرے وقت ایسا با اقتدار کیونکر ہو گیا حالانکہ خدا فرماتا ہے وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ کہ یہ تو فضل خدا ہے جسکو وہ چاہتا ہے دیتا ہے۔

قول پشاوری علاوہ فدک کے سات گاؤن بلا شرکت غیرے اور بھی جناب سیدہ کے قبضہ میں تھے جنکے نام یہ ہیں۔ دلال۔ عفاف۔ حسنی۔ صافیہ۔ مالام ابراہیم۔ منبیت۔ برقہ (دیکھو فروع کافی جلد سوم ص۲) ان کا دعویٰ بھی حضرت عباس نے کیا۔ مگر سیدہ نے ایک جبتک نہ دیا۔ اور وہی جواب دیا۔ جو خلیفہ اول نے جناب سیدہ کو دیا تھا۔

اقول افسوس کہ ہم ایسا نہ جانتے تھے آپ اسقدر جھوٹ بولینگے کہ ابوبکر و عمر بھی شرما جائیں اور کہیں اس مرزائی نے تو ہم سے بھی منبر بڑھا دیا کیونکہ فروع کافی بلاد نہ نایاب کتاب ہے نہ اوسکی عبارت ایسی دقیق ہے کہ کسی کی سمجھ میں نہ آجائے۔ پھر نہ معلوم اوسپر ایسا افترا کیون جائز رکھا۔

ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰ جلد ۲ فروع کافی۔

باب صدقات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ والائمۃ علیہم السلام ووصایا محمد بن یحیی عن احمد بن محمد عن ابی الحسن الثانی علیہ السلام قال سألته عن الحیطان السبعۃ التی کانت میراث رسول اللہ لفاطمۃ علیہا السلام فقال لا انما کانت وقفا وکان رسول اللہ ص یاخذ الیہ منہا ما ینفق علی اضیافہ والتابعۃ تلزمہ فیہا فلما قبض جاء العباس یخاصم فاطمۃ فیہا فشہد علی علیہ السلام وغیرہ انہا وقف علی فاطمۃ علیہا السلام وہی الدلال والعفاف والحسنی والصافیہ ومال ام ابراہیم والمبیت والبرقۃ علی بن ابراہیم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن حماد بن عیسی عن عبد اللہ الحلبی ومحمد بن مسلم عن ابی عبد اللہ علیہ ۸

السّلام قالا سالناہ عن صدقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وصدقۃ فاطمۃ علیہا السّلام قال صدقتہا لبنی ہاشم وبنی عبد المطلب وعنہ عن ابیہ عن ابن ابی نجران عن عاصم بن حمید عن ابراہیم بن ابی یحیی المدائنی عن ابی عبد اللہ علیہ السّلام قال المبیت ھو الذی کاتب علیہ سلمان فافاہ اللہ عزوجل علی رسولہ فھو فی صدقتہا محمد بن یحیی عن احمد عن ابن فضال عن احمد بن عمر عن ابیہ عن ابی مریم قال سألت اباعبد اللہ علیہ السّلام عن صدقۃ رسول اللہ وصدقۃ علی فقال ھی لنا حلال وقال ان فاطمۃ جعلت صدقتہا لبنی ہاشم وبنی المطلب علی بن ابراہیم عن ابیہ عن ابن ابی نجران عن عاصم بن حمید عن ابی بصیر قال قال ابوجعفر علیہ السّلام الا اقرئک وصیۃ فاطمۃ قال قلت بلی قال فاخرج حقا وسفطا فاخرج منہ کتابا فقراہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذا ما اوصت بہ فاطمۃ بنت محمد رسول اللہ اوصت بحوائطہا السبعۃ العفاف والدلال والبرقۃ والمبیت والحسنی والصافیہ ومالام ابراہیم الی علی بن ابی طالب فان مضی علی فالی الحسن فان مضی الحسن فالی الحسین فان مضی الحسین فالی الاکبر من ولدی شہد اللہ علی ذلک والمقداد بن الاسود والزبیر بن العوام وکتب علی بن ابی طالب

یعنی یہ باب ہے صدقات نبی و ائمہ اور اون کے وصایا کا محمد بن یحیی راوی ہین (۱) ابوالحسن ثانی علیہ السّلام سے کہتے ہیں ان سبعہ (سات چار دیواریان) سے سوال کیا کہ آیا وہ میراث جناب فاطمہ تھین۔ تو فرمایا نہین۔ بلکہ وہ وقف تھا جس سے رسول اللہ بقدر لیا کرتے تھے جو مہمانون پر خرچ کرتے۔ جب آنحضرت نے انتقال کیا تو حضرت عباس نے اون میں تنازعہ کیا تو جناب امیر نے گواہی دی کہ یہ وقف ہے جناب سیدہ پر اوسکا نام دلال۔ عفاف۔ حسنی۔ صافیہ۔ ... مال ام ابراہیم مبیت برقہ ہے

(۲) جناب امام جعفر صادق ع سے روایت ہے کہ راوی نے پوچھا صدقہ رسول اللہ ص و صدقہ جناب فاطمہ سے کیا مراد کہا کہ وہ دونو صدقہ ہے بنی ہاشم و بنی عبد المطلب کیلئے۔

(۳) تیسری روایت حضرت سے ہے کہ حضرت نے فرمایا وہ حلال ہے ہملوگون کیلئے کیونکہ جناب سیدہ نے اوسکو بنی ہاشم و بنی عبد المطلب کیلئے صدقہ قرار دیا ہے۔

(۴) ابو بصیر جناب امام محمد باقر سے روایت کرتے ہین کہ حضرت نے وصیت نامہ جناب سیدہ دکھایا جسمین لکھا تھا کہ یہ وصیت نامہ فاطمہ سے بطرف علی ابن ابی طالب کے اونھین ساتون چار دیواری کے متعلق۔ اگر حضرت علی کا انتقال ہو تو امام حسن اسکے والی ہونگے اونکے بعد امام حسین پھر جو اونکی اولاد اکبر سے ہو گواہ ہوا اللہ اور مقداد بن اسود۔ اور زبیر بن عوام اور کاتب اسکے علی بن ابی طالب این۔

یہی چار روایتین ہین جو اس وقف کے متعلق ہین کہ خود رسول اللہ ص نے انکو وقف کیا تھا جناب سیدہ کو پر اور جناب سیدہ نے بنی ہاشم و بنی عبد المطلب پر ان سبکو وقف کیا۔

اس روایت کی تصدیق اسی کشف الظلمات کے حصہ دوم کے صفحہ ۷۰ مین فتح الباری سے مذکور ہو چکی ہے کہ نخل بنی نضیر کو خدا نے حضرت کو فے مین دیا تھا فاعطی اکثرھا للمھاجرین وبقی منھا صدقۃ رسول اللہ التی فی ایدی بنی فاطمۃ جسمین سے حضرت نے بہت کچھ تو مہاجرین کو دیا تھا۔ باقی رہ گیا صدقہ رسول جو بنی فاطمہ کے ہاتھ مین تھا۔ فھی عامۃ صدقۃ رسول اللہ کہ یہ تمامتر صدقہ رسول اللہ ص تھا۔

اس سے یہ بھی سمجھ سکتے ہو کہ جب رسول اللہ ص نے اتنا بھی جائز نہ رکھا کہ اپنے صدقات کی تولیت کسی غیر سے متعلق کرین۔ بلکہ جناب سیدہ ہی کو اوسکا متولی کیا تو اگر فدک کو آپ وقف بھی کئے ہوتے تو کب ممکن تھا اوسکا متولی جناب سیدہ کے سوا کسی غیر کو کرتے چہ جائیکہ خلافت کا معاملہ بغیر تصفیہ چھوڑ جاتے کہ جسکا جی چاہے

خلیفہ پنجابی

وقف علی الاولاد (۵)

وقف علی الاولاد جو مسلمانون کا متفقہ مسئلہ ہے اور یہی حال مین بڑی جد و جہد سے گورنمنٹ سے یہ حق حاصل کیا گیا ہے اوسکی بنیاد اسی پہ ہے کہ حضرت نے اس جائداد کو وقف فرما کر اپنی اولاد کو اسکا متولی قرار دیا۔ پھر اس واقعہ کو نہ معلوم آپنے کیون یہان لکھا۔ کیونکہ تولیت وقف سے نہ متولی امیر ہوتا ہے نہ نہ مالدار۔ بلکہ وہ تو صرف خزانچی ہوتا ہے کہ جیسا حکم مالک کا ہوتا ہے اوس طرح انجام دیتا ہے چنانچہ بخاری نے کتاب الخمس مین ایک باب ہی اسکا قرار دیا ہے باب قول اللہ فان للہ خمسہ وللرسول یعنی للرسول قسم ذلک قال رسول اللہ انما انا قاسم وخازن واللہ یعطی ص۱۲۹ عینی شرح صحیح بخاری جلد ۷

کہ خدا نے جو کہا ہے خدا و رسول کیلئے اوسکا خمس ہے تو مراد اوس سے یہ ہے کہ تقسیم اوسکی حضرت سے متعلق ہے چنانچہ فرمایا کہ ہم تو قاسم اور خازن ہین اور خدا جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ پس جبکہ رسول اللہ ان اختیارات پر کہ حضرت کو ہر طرح کا اختیار حاصل تھا یہ فرمائین کہ ہم تو صرف تقسیم کرنے والے ہین۔ تو جناب سیدہ باوصف تولیت اوس سے کیا فائدہ پا سکتی تھین۔ اور اگر بالفرض کوئی ذاتی منفعت بھی ہو تو اسکو یہ کب لازم ہے اپنے باقی حقوق سے دست بردار ہو جائین

قول پشاوری (۵) لفظ بتول جو لقب تھا۔ جناب ممدوحہ کا اس دعوی فدک کی تکذیب پر ایک کافی دلیل ہے۔

صراح مین اسکے معنی زیر لفظ تبل لکھے ہین۔ بتول ہی العذراء المنقطعة من الازواج (تجرد پسند عورت) ویقال ہی المنقطعة الی اللہ عن الدنیا وہی لقب فاطمہ بنت النبی رضی اللہ عنہا۔ پس حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام تجرد پسند تو نہ تھین۔ کیونکہ شوہر دار تھین۔ پس معنی یہی ہوئے تارک الدنیا اور خدا پرست عورت جو راجع الی اللہ ہو۔ گویا دنیا سے بکلی قطع تعلق اوس نے کیا ہو۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ وہ دنیاوی فائدہ کیلئے گھر گھر اور کچہری مین دربدر

(۵) قال سبط ابن الجوزی وھو اول وقف کان فی الاسلام وما افاء اللہ علی رسولہ

پھرتی رہے۔ اگر جناب سیدہ مفلس اور قلاشہ محض بھی ہوتین۔ تب بھی دربار مین
نہ جاتین۔ چہ جائیکہ اسقدر جائداد کے ہوتے دربار خلافت مین جاوین۔ کیا ان کو
آیت ستر اور آیت وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیة معلوم
نہ تھی۔ پھر اسقدر غصہ کہ راستہ میں عمر سے مشت گریبان ہون (دیکھو اصول کافی
ص۱۹۲) اپنے ہمراہ حسنین علیہما السّلام کو لیکر گھر گھر پھرین۔ بروایت مجلسی لکھا ہے۔

ثم خرجت فاطمة وحملها علی علی اتان علیه کساء لها قد ادبها اربعین
صباحًا فی بیوت المهاجرین والانصار والحسن والحسین معها وهی تقول
یا معشر المهاجرین انصروا الله وابنت نبیکم ولا اجابها احد ولا نصره۔
(کتاب الفتن مطبوعہ ایران ص۱۰۱)

اقول جو خیال آپنے ظاہر کیا ہے وہ نیا نہین ہے۔ بلکہ آپکے اسلاف بھی یہی الزام
رسول اللہ پر دیتے آئے ہین چنانچہ قرآن مجید مین ہے۔

وقالوا ما لهذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق لولا انزل الیه
ملک فیکون معه نذیرا او یلقی الیه کنز او تکون له جنة یاکل منها
وقال الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا انظر کیف ضربوا لک الامثال
فضلوا فلا یستطیعون سبیلا (مومنون)

اور کہتے ہین وہ کیسا پیغمبر ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازارون مین چلتا پھرتا ہے۔
اسپر کوئی فرشتہ کیون نہین نازل ہوتا اوسکے ساتھ ڈرانے والا ہوتا۔ یا اسکے پاس
خزانہ آپڑتا۔ یا اسکا کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھایا کرتا اور ظالم کہتے ہین کہ تم تو ایک
جادو زدہ شخص کی پیروی کرتے ہو۔ دیکھو یہ تمہارے لئے کیسی کیسی مثالین بتاتے ہین
وہ گمراہ ہوگئے کہ کسی طرح راہ نہین پاسکتے۔

وقال الملاء من قومه الذین کفروا وکذبوا بلقاء الآخرة واترفناهم
فی الحیوة الدنیا ما هذا الا بشر مثلکم یاکل مما تاکلون منه ویشرب مما
تشربون ولئن اطعتم بشرا مثلکم انکم اذا لخاسرون۔ مومنون

کافرون کی ایک قوم جو آنحضرت کو جھوٹا سمجھی اور ہمنے اونکو آسودگی دی تھی کہتے تھے کہ یہ (رسول) تو مثل تملوگون کے ہے اوس سے کھاتا اور پیتا ہے جس سے تم کھاتے اور پیتے ہو اگر تمنے اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کی تو تم اوسوقت گھاٹے مین پڑ گئے۔

پس جو مقولہ کفار تھا آنحضرت کے بارہ مین وہی خیال آپ ظاہر کر رہے ہین کہ جناب سیدہ بتول ہو کر کیونکر طالب اپنے حقوق کی ہوئین اور یہ خیال کیا کہ جو شخص ایسا ہو وہ کب کسی ناجائز حق کا مطالبہ کر سکتے ہین یا کوئی کلمہ راستی کے خلاف زبان سے نکال سکتی ہین۔

طرہ تو یہ ہے کہ آپ جو بتول سے استدلال کرتے ہین جو مدعا علیہ کو بھی نہ سوجھی نہ آپکے خلیفہ اول نے ہی جو اب دیا ہے کہ مطابق رسول اللہ تو آپکو بتول کا خطاب دے گئے ہین جسکے معنی انقطاع عن الدنیا ہے کہ دنیاوی چیزون سے آپکو سروکار ہی نہونا چاہیئے۔

آپنے جو معنی بتول صراح سے لکھے ہین اوس سے اتنا تو یقیناً معلوم ہوا کہ جناب سیدہ کا لقب بتول باتفاق فریقین ثابت ہے۔ مگر افسوس آپکی لیاقت صرف صراح تک محدود ہے ورنہ اگر کتب احادیث لغت کی طرف رجوع کرتے تو معلوم ہوتا یہ لقب جناب سیدہ کس بنیاد پر تھا۔ دیکھئے مجمع بحار الانوار مین ہے۔ جو آپکے علامہ شیخ محمد طاہر پٹنی کی تصنیف ہے علم لغت قرآن و حدیث مین ہے

نہ لا تبتل فی الاسلام هو الانقطاع عن النساء وامرءة بتول ای منقطعة عن الرجال لا شهوة لها فيهم وسميت مريم وفاطمه بها لانقطاعهما عن نساء زمانهما فضلا ودينا او عن الدنيا الى الله منه

یعنی حدیث مین جو آیا ہے لا تبتل فی الاسلام تو معنی یہ ہے کہ اسلام نے اسکو نہین جائز رکھا ہے کہ کوئی شخص عورتون سے قطع تعلق رکھے کہ نکاح و متعہ نہ کرے۔ اور اوس عورت کو جو بتول کہتے ہین جب مردون سے تعلق نہ رکھے کہ

اوسکی نظیر اسلام نہو۔ اور حضرت مریمؑ اور فاطمہؑ کا لقب بتول اس وجہ سے تھا کہ وہ منقطع تھین دنیا کی عورتون سے یعنی منفرد تھین۔ تمام دنیا کی عورتون سے فضل و کمال اور دین مین۔ یا اس معنی سے کہ دنیا سے قطع تعلق کئے ہوان طرف خدا کے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ جناب سیدہ کا لقب بتول ہونا متفق علیہ فریقین ہے کہ شیعہ و سنی سب اون حضرت کو بتول جانتے ہین۔ اسی معنی سے کہ وہ اپنا مثل و نظیر دنیا مین نہین رکھتی تھین اور صرف خدا سے اونکا تعلق تھا۔

اسماء الرجال مشکوٰۃ شیخ عبدالحق دہلوی مین ہے وھی سیدۃ نساء العالمین وسیدۃ نساء اھل الجنۃ لقبت بالزھراء لزھرتھا و بھجتھا و جمالھا و کمالھا و بالبتول لانقطاعھا الی اللہ عن الخلق او لانقطاعھا عن النساء فی الجمال والکمال وکانت اشبہ الناس برسول اللہ صلعم کلاما و سمتا وحدیثا وکلاما وکان رسول اللہ صلعم اذا دخلت فاطمۃ قام الیھا فاخذ بیدھا فقبلھا واجلسھا فی مجلسہ وکان اذا دخل علیھا قامت الیہ فاخذت بیدہ فقبلتہ واجلستہ فی مجلسھا صفحہ ورق ۱۵ قلمی

یعنی حضرت فاطمہؑ تمامی عورات عالم کی سیدہ ہین۔ اور تمام اہل جنۃ کی عورتون کی سیدہ تھین۔ اور زہرا اس وجہ سے لقب ہے کہ حضرت زہرت و بہجت و جمال و کمال مین بے مثل تھین۔ اور **بتول** اس وجہ سے لقب تھا کہ آپ خلق سے منقطع تھین طرف خدا کے یا اس وجہ سے کہ تمامی عورات مین جمال و کمال مین منفرد تھین۔ اور تمامتر آپ مشابہ تھین رسول اللہ صلعم سے رفتار مین گفتار مین۔ اور قاعدہ تھا کہ جب جناب سیدہ خدمت رسول مین حاضر ہوتین۔ تو حضرت اوٹھ کھڑے ہوتے اور ہاتھون کو پکڑتے اور بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھلاتے۔ اسی طرح جب جناب رسالتماب تشریف لاتے تو جناب سیدہ اوٹھکر تعظیم کرتین اور بوسہ دیکر بیٹھاتین۔

[illegible] سیدۃ العالمین [illegible] حضرت [illegible] جواب عاصم علی

اہلسنت سے ہیں واذا قد تعرضنا لبعض فضائل البتول ع فلنتبرک بذکر فضائل من فضائلها سلام الله علی ابیها وزوجها وعلیها وعلی ولدیها فنقول فضل اخرج النسائی عن ابن عباس قال قال رسول الله ص ونبتی فاطمة حوراء ادمیه لم تحض ولم تطمث وانما سماها فاطمه لان الله عزوجل فطمها ومحبیها عن النار الطمث الحیض وکرر لاختلاف اللفظ والطمث ایضاً الجماع واخرجه الامام علی بن موسی الرضا عن اسما قالت قبلت فاطمه بالحسن فلم ار لها دماً فقلت یا رسول الله انی لم ار لفاطمه دما فی حیض ولا نفاس فقال ص ان ابنتی طاهرة مطهرة لا یری لها دم فی حیض ولا ولادة۔ واخرج ابو عمر عن ابی هریرة قال قال رسول الله افضل نساء اهل الجنة خدیجة بنت خویلد وفاطمه بنت محمد ومریم ابنة عمران واسیه بنت مزاحم امرءة فرعون۔ واخرج ابو عمر والحافظ ابو القاسم الدمشقی عن عمران بن حصین ان النبی صلعم عاد فاطمه وهی مریضة فقال لها کیف تجدینک یا بنیة فقالت انی وجیعة وانی لیزیدنی انی مالی طعام اکله فقال یا بنیة اما ترضین انک سیدة نساء العالمین فقالت یا ابت فاین مریم بنت عمران قال تلک سیدة نساء عالمها وانت سیدة نساء عالمک اما والله لقد زوجتک سیدا فی الدنیا والاخرة هذا لفظ ابی عمر ولفظ الحافظ ابی القسم اوفی منه قال عن عمران قال خرجت یوماً فاذا رسول الله صلعم قائم فقال یا عمران فاطمه مریضة فهل لک ان تعودها قال قلت یا رسول الله فداک ابی وامی وای شرف اشرف من هذا قال فانطلق رسول الله صلی الله علیه وسلم وانطلقت معه حتی اتی الباب فقال السلام علیکم ادخل قالت وعلیکم السلام ادخل فقال صلعم انا ومن معی قالت والذی بعثک بالحق ما علی الا هذه العباءة قال ومع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاءۃ خلقۃ فرمی بہا الیہا فقال
سدی بہا راسک ففعلت ثم قالت ادخل فدخل و وقفت معہ
فقعد علی راسہا وقدت قریباً منہ فقال ای بنیۃ کیف تجدینک
قال واللہ یا رسول اللہ انی لوجیعۃ وانی لیزیدنی وجعا ان لیس عندی
ما اکل قال فبکی رسول اللہ صلعم وبکت وبکیت معہما فقال لہا
ای بنیۃ اصبری مرتین اوثلاثا ثم قال ای بنیۃ اما ترضین ان تکونی
سیدۃ نساء العالمین قالت یالیتہا ماتت واین مریم بنت عمران
قال لہا ای بنیۃ تلک سیدۃ نساء عالمہا وانت سیدۃ نساء عالمک
والذی بعثنی بالحق لقد زوجتک سیدا فی الدنیا والاخرۃ لایبغضہ
الامنافق ص ۹۷

یعنی چونکہ بعض فضائل حضرت بتول کا بیان مذکور ہوا لہذا ایک خاص فصل
مین ہم آپکے فضائل ومناقب لکھتے ہین۔ نسائی نے حضرت ابن عباس سے روایت
کی ہے کہ جناب رسالتمآب نے فرمایا فاطمہ میری بیٹی حورا ہے آدمی کی شکل مین
کہ نہ اوسکو حیض ہوتا ہے نہ طمث۔ اسکا نام فاطمہ اس وجہ سے ہوا کہ خدا نے اسکو
اور اسکی اولاد کو آتش جہنم سے جدا کردیا ہے (کہ کبھی اوسکا عذاب نہوگا) امام علی
بن موسی الرضا نے اسما بنت عمیس سے روایت کی ہے کہ ولادت امام حسن
پر خون (نفاس) انہین دیکھا گیا تو اسما نے رسول اللہ سے عرض کیا۔ ہمنے فاطمہ
کو نہ کبھی حیض آتے دیکھا نہ نفاس تو رسول اللہ نے فرمایا کیا تو نہین جانتی میری
بیٹی فاطمہ طاہرہ مطہرہ ہے کہ نہ اوسکو خون حیض آتا ہے نہ خون نفاس۔

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا افضل نسار اہل جنۃ خدیجہ
ہین اور فاطمہ بنت محمد اور مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون
ابو عمر اور حافظ ابو القاسم دمشقی نے روایت کی ہے عمران بن حصین سے
(صحابی ہین) ایک روز آنحضرت نے حالت مرض مین جناب سیدہ کی عیادت

کی اور پوچھا کیا حال ہے تو کہا میں بیمار ہوں اور اوسپر زیادتی یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی چیز کھانے کی نہیں ہے جو کھا سکیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ سیدۃ نساء العالمین ہو جناب سیدہ نے کہا پھر حضرت مریم کا کیا درجہ ہوا۔ کہا کہ وہ اپنے زمانہ کی سیدہ تھیں اور تم اپنے زمانہ کی سیدہ کل ہو قسم خدا کی ہمنے اوس سے تمہارا عقد کیا جو سید ہے دنیا و آخرت میں۔ یہ روایت ابو عمر ہے۔

حافظ ابو القاسم کی یہ روایت ہے کہ عمران بن حصین کہتے ہیں ایکروز آنحضرت کو دیکھا کہ کھڑے ہیں۔ مجھسے فرمایا اے عمران فاطمہ بیمار ہیں کیا تم عیادت کو اونکی چلوگے۔ عمران نے کہا میرے ماں باپ فدا ہوں اس سے بڑھکر کون شرف ہو سکتا ہے میں حضرت کے ساتھ چلا۔ جب داخل دروازہ ہوئے تو فرمایا السّلام علیکم۔ کہا میں آؤں جناب سیدہ نے کہا تشریف لائیے۔ حضرت نے پوچھا کیا جو ہمارے ساتھ ہے وہ بھی آئے۔ جناب سیدہ نے عرض کیا قسم اوس کی جسنے آپکو مبعوث بحق کیا کہ میرے بدن پر اس عبا کے سوا دوسرا کچھ نہیں ہے۔ تو حضرت کے ہاتھ میں ایک پرانے کپڑے کا ٹکڑا تھا اوسکو پھینک دیا اور کہا اس سے اپنا سر چھپالو۔

عمران کہتے ہیں اسکے بعد ہم اور رسول اللہ داخل ہوئے تو حضرت سرہانے بیٹھ گئے اور ہم حضرت کے قریب ہی بیٹھے بعدہ پوچھا کیسا مزاج ہے تو جناب سیدہ نے کہا۔ قسم بخدا یا حضرت میں بیمار ہوں اور اوسپر زیادتی یہ ہے کہ گھر میں کچھ کھانے کی چیز نہیں ہے۔ حضرت اس سے بہت روئے اور ہم بھی اون دونوں کے ساتھ روئے پھر فرمایا اے بیٹی صبر کرو دو مرتبہ یا تین مرتبہ کہا۔ پھر فرمایا کیا اس پر نہیں راضی ہو کہ تم سیدۃ نساء العالمین ہو۔ پوچھا۔ پھر حضرت مریمؑ کا کیا درجہ ہے فرمایا وہ اپنے زمانہ کی سیدہ تھیں اور تم اپنے زمانہ کی قسم اوسکی جسنے ہمکو مبعوث بحق کیا کہ ہمنے تمہارا عقد اس سے کی ہے جو سید ہے دنیا و آخرت میں کہ اوس کا دوست رکھنے والا مومن ہے اور دشمن رکھنے والا منافق"

ان روایتوں سے آپکو معلوم ہو سکتا ہے کہ جناب سیدہ کا لقب بتول کس وجہ سے

تھا کہ وہ دنیا کی ہر کثافت و نجاست سے پاک اور پاکیزہ تھین اور اونکو خدا نے سیدہ نساء العالمین بنایا تھا۔

آپ تو ان روایتون سے اس وجہ سے ضرور خوش ہونگے کہ آپکے اس مطلب کی تائید ہوتی ہے کہ وہ دنیا سے بکلی قطع تعلق کئے ہوئے تھین۔ مگر اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسقدر ضرورت ضرور تھی کہ سد رمق کیلئے کچھ کھانے کو ملے جسکی شکایت حضرت نے اپنے پدر بزرگوار سے کی اور رسول اللہؐ بھی رو دے اور وہ معصومہ بھی۔ تو اگر حالت وسعت و فراغت مین جناب رسالتمآبؐ نے اوسی سد رمق کیلئے ایک قلیل سی جائداد دی تو آپکو کیون تعجب ہوتا ہی جسکے مطالبہ پر آپ یہ الزام دیرہے ہین۔

آپ کیسے مرزائی ہین کہ اپنے خلیفہ اول حکیم نور الدین صاحب کا طرز عمل دیکھکر بھی آپ سنیون کے خلیفہ اول کے طرفدار بنے ہین حالانکہ آپکے خلیفہ اول تو کس طرح مرزا صاحب کے خاندان کے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ بخلاف ابوبکر کہ اونھون نے وہ سلوک کیا جسکو تمامی اہل اسلام نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔

آپ جو بحمایت خلیفہ اول یہ الزام جناب سیدہؑ پر قائم کرتے ہین پھر کیونکر ممکن ہی کہ وہ دنیاوی فائدہ کیلئے گھر گھر اور پھرتی ہین در بدر پھرتی رہے" تو یہ محض آپکی ہٹ دھرمی اور زبردستی ہے۔ کیونکہ طلب حق کیلئے تو رسول اللہؐ نے مکہ چھوڑا۔ طائف گئے۔ مدینہ آئے۔ پھر جناب سیدہؑ نے اگر طلب حق کیلئے دولتسرا سے قدم نکالا تو کیونکر مورد طعن ہوین۔ حالانکہ آپ جانتے ہین۔ یہان نہ کوئی پھرتی تھی نہ کہین گھر سے باہر قدم نکالنا کیونکہ جناب سیدہؑ کا گھر تو مسجد نبی کے اوس گوشہ مین تھا کہ راہ اوسکی مسجد مین تھی بلا مسجد مین گئے ہوئے نہ گھر سے باہر نکل سکتین نہ اندر جا سکتین۔ اور اوسی مسجد مین بیٹھے ہوئے ابوبکر صاحب فیصلہ کرتے تھے پھر اپنے گھر سے دروازہ پر آنا کیا آپکے نزدیک پھری مین دوڑ ہو گیا۔

آپکو یہ بھی معلوم ہے کہ مطالبہ جناب سیدہؑ محض اس غرض سے تھا کہ ابوبکر صاحب شریعت خدا و رسول کو مٹا رہے تھے۔ کیونکہ خدا و رسول نے تمامی کفار عرب کے خلاف

یہ حکم جاری کیا تھا کہ بیٹیوں کو نصف حصہ لڑکوں کا میراث مین ملا کرے۔ اسی حکم خدا ورسول کے مٹانے کو ابو بکر صاحب نے یہ مسئلہ ایجاد کیا کہ دختر رسول اللہ کو ترکہ نہ ملے۔

اسی ملئے جناب سیدہ نے اپنی امکانی کوشش بھر کوشش کی کہ شریعت رسول اللہ قائم رہے جسکا یہ اثر ہوا کہ گو جناب سیدہ محروم رہین۔ مگر حکم خدا و رسول جاری ہو گیا ملاحظہ ہو کشف الظلمات حصہ اول۔

پھر کیا ایسی حالت مین کوئی کہہ سکتا ہے کہ جناب سیدہ کا یہ مطالبہ کرنا بغرض ذاتی نفع کے تھا حالانکہ اگر ایسا ہو بھی تو کسی طرح الزام نہین آسکتا کیونکہ طلب حق بطریق جائز تو ہر شخص پر واجب ہے۔

آہ آپکو جوش ناجائز حمایت خلیفہ اول نے ایسا مجبور کر دیا ہے کہ کچھ نہین سوجھتا خدا تو اپنے حبیب خاص کیلئے مال غنیمت کو برخلاف دیگر پیغمبران جائز او رمباح کرے۔ اور آپ انصار ملکہ ہو کے عطایا کو قبول فرمائین۔ اور اپنی پارہ جگر فاطمہ زہرا کو اوسکا متولی بنائین۔ مگر جب جناب سیدہ غاصبون سے اپنے حق واجبی کو طلب کرین تو آپ اوسکو دنیاداری قرار دین۔ پھر جب خود خدا اور اوسکا رسول دنیادار تھا تو جناب سیدہ یا آپکے شیعہ اس قسم کے الزام دنیاداری سے کب ناراض ہو سکتے ہین ظالمون اور غاصبون کا تو یہ معمولی ہتکنڈہ ہے۔

آپکو اگر سیرت اہلبیت اطہار معلوم ہوتی تو سمجھتے ان لوگون کا دنیا مین آخرت ہی اور آخرت مین دنیا دیکھئے روضہ ندیہ مین ہی۔

اخرجہ الحافظ ابو القاسم الدمشقی عن ابی سعید قال قال علی علیہ السلام ذات یوم فاطمة هل عندک من شیء نغذ تینیہ قالت لا والذی اکرم ابی بالنبوة ما اصبح عندی شیء منذ یومین الا شیء اوثرک بہ علی بطنی وعلی ابنی هذین قال یا فاطمه الا اعلمتینی حتی ابغیکم شیئاً قالت انی استحیی من اللہ ان اکلفک ما لا تقدر علیہ فخرج من عندها واثقا

با للہ حسن الظن بہ فاستقرض دینارا فبینا الدینار فی یدہ اراد ان یبتاع
لهما ما یصلح لهم اذ عرض له المقداد فی یوم شدید الحر قد لوحته الشمس
من فوقه وآذته من تحته فلما راه انکره وقال یا مقداد ما ازعجک من
رحلک هذه الساعة قال یا ابا الحسن خل سبیلی ولا تسالنی عما ورائی
قال یا بن اخی انه لایحل لک ان تکتمنی حالک قال اما اذا ابیت فوالذی
اکرم محمد ابا النبوة ما ازعجنی من رحلی الا الجهد ولقد ترکت اهلی یبکون
جوعاً فلما سمعت بکاء العیال لم تحملنی الارض فخرجت مغموماً راکباً راسی
هذا حالی وقصتی فهملت عینا علی علیه السلام بالبکاء حتی بلت دموعه
لحیته ثم قال احلف بالذی حلفت به ما ازعجنی غیر الذی ازعجک
ولقد اقترضت دیناراً فهاک واوثرک به علی نفسی ودفع الیه الدینار
ورجع حتی دخل علی النبی صلی الله علیه وسلم فلما قضی النبی صلعم
صلوة المغرب مر فعلی علیه السلام فی الصف الاول وغمزه برجله فسار
خلف النبی صلعم حتی لحقه عند باب المسجد ثم قال یا ابا الحسن هل عندک
شیء تعشیناه فاطرق علی لایحیل جواباً حیاء من النبی صلعم وقد عرف
الحال التی خرج علیها فقال النبی صلعم اما ان تقول لا فننصرف عنک
او نعم فنجیء معک فقال له حیاء وتکرما اذهب بنا وکان الله سبحانه قد
اوحی الی نبیه صلعم ان تعش عندهم فاخذ النبی صلعم بیده فانطلقا
حتی دخلا علی فاطمه فی مصلی لها وقد صلت وخلفها جفنة تفور دخانا
فلما سمعت کلام النبی صلعم خرجت من المصلی فسلمت علیه وکانت
اعز الناس علیه فرد السلام ومسح بیده علی راسها وقال کیف امسیت
عشینا عفر الله لک وقد فعل فاخذت الجفنة ووضعتها بین یدیه
فلما نظر علی ذلک وشم ریحه رمی فاطمه ببصره رمیا شحیحاً فقالت
ما اشح نظرک واشده سبحان الله هل اذنبت فیما بینی وبینک ما

استوجبت به السخطة قال وای ذنب اعظم من ذنب اصبته الیوم الیس اهدی بك الیوم وانت تحلف بالله مجتهدة ما طعمت طعاماً یومین فنظرت الی السماء فقالت الذی یعلم ما فی سمائه ویعلم ما فی ارضه انی لم اقل الا حقاً قال فانی لك لم ار مثله ولم اشم مثل رائحته ولم اکل اطیب منه فوضع النبی صلعم کفه المبارکة بین کتفی علی علیه السلام ثم هزها وقال یا علی هذا ثواب الدنیا وهذا جزاء الدنیا وهذا من عند الله ان الله یرزق من یشاء بغیر حساب ثم قال الحمد لله کما لم یخرجکما من الدنیا حتی یجریك فی المجری الذی اجری فیه یحیی بن زکریا ویجریك یا فاطمه فی المجری الذی جری فیه مریم بنت عمران کلما دخل علیها زکریا المحراب وجد عندها رزقاً قال یا مریم انی لك هذا قالت هو من عند الله صلو

حافظ ابو القاسم دمشقی نے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب امیرؑ نے حضرت سیدہ سے کہا کچھ کھانے کو ہے تو کہا قسم اوس خدا کی جسنے ہمارے پدر بزرگوار کو نبی بنایا ہمارے پاس دو روز سے کچھ نہین ہے مگر ہی جسکے لئے تمکو ہم اختیار کرتے ہین اپنے اور اپنے دونو فرزندپر حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے کیون نہین دیا کہ کچھ تلاش کرتے ۔ جناب سیدہ نے کہا ہمکو شرم معلوم ہوئی خدا سے کہ تمکو ایسی تکلیف دین جسپر تمکو قدرت نہین ۔ حضرت علیؑ وہان سے باہر نکلے خدا پر توکل کرکے پس ایک دینار قرض کیا اور چاہا کچھ خریدین کہ سامنے سے مقداد رضی اللہ عنہ شدت گرما مین نظر آئے جنکے چہرے کو آفتاب نے شدت گرمی سے متغیر کر دیا تھا ۔ اونکو دیکھکر جناب امیرؑ نے فرمایا کیون تم اس وقت ایسی گرمی مین گھر سے نکلے ہو مقداد نے کہا ہمکو چھوڑ دیجئے اور نہ پوچھئے کیا گذرتی ہے جناب امیرؑ نے فرمایا اے برادر زادہ تمھین جائز نہین کہ مجھسے حال چھپاؤ مقداد نے کہا جب آپنے اصرار کیا تو قسم اوس کی جسنے رسول اللہ کو مبعوث برسالت کیا کہ ہم شدت گرسنگی سے باہر نکلے ہین کہ سب لڑکے بھوک سے رو رہے ہین اونکی آواز نے مجھے مجبور کیا کہ گھر سے باہر نکلین ۔ جناب امیرؑ اس واقعہ کو سنکر اسقدر روئے کہ ریش مبارک تر ہوگئی

اور کہا قسم بخدا ہم بھی اسی وجہ سے گھر سے نکلے ہیں۔ پھر کہا کہ دیکھو یہ دینار ہمنے قرض لیا ہے مگر تمکو اپنے نفس پر ترجیح دیتے ہیں۔ وہ دینار اونکو دیکر خدمت رسول اللہ مین حاضر ہوئے جب نماز مغرب پڑھ چکے تو حضرت علیؑ کو اشارہ کرکے ساتھ لیا جب در مسجد پر پہونچے تو پوچھا اے علیؑ کچھ تمھارے گھر ہے کہ آج رات کو ہمکو کھلاؤ حضرت علیؑ مارے حیا کے کچھ جواب نہ دیسکے کیونکہ گھر کا حال معلوم تھا۔ اسپر رسول اللہؐ نے فرمایا یا کہو نہین کھلا سکتے تو ہم چلے جائین یا کہو ہان تو ساتھ چلین حضرت علیؑ نے فرمایا جاؤنگر ما آپ میرے ساتھ تشریف لے چلین۔ گویا کہ خدا نے وحی کی تھی کہ آج شبکو حضرت علیؑ کے مہمان رہین پس حضرت نے جناب امیرؑ کا ہاتھ پکڑ لیا اور داخل خانہ جناب سیدہ ہوئے دیکھا کہ وہ اپنے مصلے پر ہین اور نماز پڑھ چکی ہین اور پیچھے اونکے پیالہ (یا دیگچی) ہے جس سے بھاپ نکل رہی ہے جناب سیدہؑ نے سلام کیا اور حضرت نے جواب سلام دیکر سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کیا حال ہے۔ کچھ کھلاؤ اس وقت خدا بخشے تمکو اور بخش چکا۔ اسپر جناب سیدہؑ نے وہی پیالہ حاضر کیا جب جناب امیرؑ نے اوس پیالہ کو دیکھا اور اوسکی خوشبو سونگھی تو جناب سیدہؑ کی طرف نظر تیز سے دیکھا جسپر جناب سیدہؑ نے کہا کونسا قصور مجھسے ہوا ہے جو تم اس نظر سے دیکھ رہے ہو۔ جناب امیرؑ نے کہا اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ آج ہی تمنے قسم کھائی تھی کہ دو روز سے ہمنے کچھ نہین کھایا۔ جناب سیدہؑ نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا جو خدا جانتا ہے آسمان و زمین کی سب باتون کو وہی جانتا ہے کہ ہمنے بجز حق کوئی کلمہ نہین کہا تھا۔

جناب امیرؑ نے کہا پھر یہ کہان سے آیا جو ایسا کھانا ہے کہ نہ مثل اسکا دیکھا نہ ایسی خوشبو نہ ایسی لذت کسی کھانے مین دیکھی۔

جناب رسالتمآبؐ نے اپنا دست مبارک درمیان دوشانہ جناب امیرؑ کے رکھا اور حرکت دی اور فرمایا اے علیؑ یہ ب دینا ہے اور یہ جزا ہے دینا ہے۔ یہ رزق منجانب اللہ ہے کہ جسکو چاہتا ہے بغیر حساب دیتا ہے الحمد للہ کہ خدا نے تم دونون مین

حضرت مریم اور حضرت زکریا کو جاری کیا (ترجمہ آیہ) کہ جب حضرت ذکریا مریم کے پاس محراب مین جاتے تو اونکے پاس رزق دیکھتے کہا اے مریم یہ کہان سے آیا تو کہا کہ خدا کی طرف سے۔

یہ ایک ایسے عالم اہلسنت کی روایت ہے جس سے نہ کوئی وہابی انکار کرسکتا ہو نہ کوئی حنفی نہ کوئی مرزائی اب اسکی نکات پر غور فرمائے۔

(۱) جناب سیدہ پر دو روز گذر گئے کہ گھر مین کچھ کھانے کو نہین ہے۔ مگر جناب امیر کو خبر نہین کرتین۔

(۲) جو قدر قلیل تھا اوسکے اس طرح پیش کیا کہ خود اور دونو بچے بھوکے رہے مگر جناب امیر کے سامنے حاضر کیا۔

(۳) جناب امیر نے کہا کہ جب کچھ نہین تھا تو ہمکو خبر کیون نہین کی جسپر جناب سیدہ فرماتی ہین کہ ہمکو خدا سے شرم معلوم ہوئی کہ ایسی تکلیف دین جو تمہارے امکان مین نہو۔

کیا دنیا مین ہے کوئی جو اسکی نظیر پیش کرسکے۔ کیونکہ اہلسنت ازواج نبی کا مرتبہ سب سے بڑا بتلاتے ہین۔ مگر اونکی اخلاقی حالت ایسی تھی کہ آجتک قرآن مجید مین اونکا شکوہ موجود ہے ملاحظہ ہو سورہ احزاب۔

یا ایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتہا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا اے نبی کہدو اپنی ازواج سے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اسکی زینت و آرایش کی خواستگار ہو تو آؤ مین تمہین کچھ مال دون اور اچھی طرح سے رخصت کردون۔

جس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ ازواج نبی نے حضرت کو کس طرح دق کیا اور کسقدر عاجز کہ آخر خدا نے یہ حکم دیا کہ کہدو اگر تم دنیا کی خواہش مند ہو تو آؤ ہم کچھ مال دیکر تمکو رخصت کردین۔

اور یہان یہ حالت ہے کہ دو روز تین روز گذر جاتے ہین کہ جناب سیدہ کو اتنا مقدور نہین کہ خود کھاسکین یا بچون کو کھلاسکین۔ مگر خدا سے آپ حیا کرتی ہین اور

جناب امیرؑ سے نہین کہتین ۔

کہئے اب بھی آپکو معلوم ہوا یا نہین کہ جناب سیدہؑ کا لقب بتول کیون تھا اُسے ہی توکل اور حیا کی بدولت کہ بجز خدا اپنے حال کو کسی پر ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا یہانتک کہ جناب امیرؑ سے بھی نہ کہا ۔

اسی وجہ سے خداوند عالم فرماتا ہے اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ خدا ہی خوب جانتا ہے کون قابل رسالت ہے ۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ عورتین اپنے شوہرونکے حالات سے بخوبی مطلع ہوتی ہین کہ اوسکی اندرونی حالات کیا ہین وہ مالدار ہے یا فقیر ممسک ہے یا سخی ۔ مگر ازواج نبی کو ایسی بے اعتمادی تھی کہ سب حالتین جانکر بھی وہ حضرت کو اس طرح مجبور کرتین کہ خدا نے صاف لفظون مین کہہ دیا اگر وہ نہین مانتین تو نکالدو ۔ اور جناب سیدہ کی یہ حالت ہے کہ مارے حیا کے جناب امیرؑ سے یہ بھی نہین کہتین کہ ہمپر دو روز سے فاقہ ہے گھر مین کچھ نہین ۔

آپکو اسی کشف الظلمات جلد ۲ کا صفحہ ۴۰ یاد ہوگا جسمین مینے عرض کیا تھا کہ جب جناب سیدہؑ نے حضرت سے ایک خادمہ کی خواہش کی تھی تو آپنے تسبیح فاطمہؑ کی تعلیم فرمائی تھی ۔ جس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ یہ اوسی تعلیم کا اثر تھا کہ اب ایسے شدائد جناب سیدہؑ پر گذرتے ہین اور آپ اوسکی خبر جناب امیرؑ کو بھی نہین کرتین اور خدا سے حیا کرتی ہین ۔ کہ جب وہی قادر و مختار ہے ۔ تو پھر اپنا حال بجز اسکے دوسرے کس سے کہین ۔ پھر کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ جو بیٹی ایسی صابرہ و شاکرہ ہو اوسکو جناب رسالتمآبؐ بوقت قدرت و اختیار محروم کرین کیونکہ آپکو علم الیقین معلوم تھا جو مال اسکے حوالہ کیا جائیگا وہ محض فقرا و مساکین کے مصرف صحیح مین صرف ہوگا ۔

(۴) یہ کہ جناب امیرؑ نے اس حالت پر کہ گھر مین دو روز سے فاقہ ہے ایک دینار قرض لیا ہے اور چاہتے ہین کہ کچھ خریدین ۔ مگر حضرت مقداد کو پریشان حال دیکھ

استفسار کرتے ہین۔ اور وہ بھی ایسے غیور رہین کہ کچھ حال نہین کہتے۔ مگر جناب امیرؑ قسم دیکر پوچھتے ہین۔ اور وہ دینار جو قرض لیا ہے انکو دیدیتے ہین کہ تم اپنا کام چلاؤ اگرچہ ہم بھی اسی حال مین ہین۔

کیا تاریخ عالم کوئی اسکی نظیر پیش کرسکتا ہے۔ اسی لئے تو خداوند عالم ان لفظون مین آپ حضرات کی تعریف کرتا ہے۔ یوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصہ ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون سورہ حشر اور ترجیح دیتے ہین اپنی نفسون پر اگرچہ خود محتاج ہون اور جو شخص حرص نفس سے بچا لیا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہین۔

خدا و رسول نے تو آپکو خلیفہ کیا تھا اسی غرض سے کہ آپ نمونہ بنین اون تعلیمون کے جو رسول اللہؐ نے امت کو دی تھی کہ دنیا کو ہیچ سمجھو اور بجز خدا کسی کا خیال نکرو۔ اسی لئے دنیا پرست صحابہ نے نچاہا کہ یہ حضرات خلیفہ بن سکین کیونکہ رسول اللہؐ کی چند روزہ تعلیم نے ایک انقلاب ڈال دیا کہ تمام عرب مسلمان ہوگیا۔ اگر یہ حضرات خلیفہ بنکر اونکا نمونہ دکھائینگے تو سارا عالم ایک دوسرا جلوہ دکھائیگا۔ اسی لئے نہ غسل وکفن رسول کا انتظار کیا گیا نہ آپکے دفن سے فرصت ہونے پائی کہ اسلام کا سارا نقشہ ہی بدل دیا گیا۔

آپ اگر تمام کتب تواریخ دیکھ جائینگے اور جتنی کتابین سیرت یا احادیث مین لکھی گئی ہین کہین آپکو اس طرح کا ایثار نہ ملیگا جو ان حضرات نے دکھایا اور تمام عالم کو بتایا کہ مسلمان ایسا ہو جو خود بھوکھا رہے اور دوسرونکو کھلادے اپنے بچے بھوکھے رہین۔ مگر دوسرون کے بچے سیر ہون۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہؐ نے جو اپنے ایسے اولاد امجاد بحکم خدا کچھ دیا تو وہ کسی طرح مورد اعتراض ہوسکتا ہے کیونکہ آپ پر فرض تھا ایسے لوگون کو کچھ ایسی جائداد دے جائین جو مصرف صحیح مین صرف ہون۔ کیونکہ آپکو یقیناً معلوم تھا ہمارے بعد کیا ہونیوالا ہے۔

(۵) غور فرمایئے خود رسول اللہؐ پر اسی فقر و فاقہ سے کیا گذر رہی تھی کہ جناب امیرؑ

سے فرمایش کرتے ہین آج شبکو کھانا کھلاؤ - اور جناب امیرؑ پر کیا گذری کہ اس سوال کا جواب دیا جاے کیونکہ اس روایت مین یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت کو وحی ہوئی تھی کہ آج انھین کے مہمان ہو - توکیا آپ خیال کر سکتے ہین کہ خدا کا کوئی فعل یا رسول کا کوئی فعل خلاف مصلحت ہوتا ہے حاشا وکلا ہرگز نہین - بلکہ یہ مصلحت تھی کہ آپ دکھائیں مومن کی کیا شان ہے یوثرون علی انفسہم کی کیا حالت ہے کہ جناب امیرؑ جانتے ہین گھر مین کچھ نہین ہے - مگر جناب رسالتمآبؐ سے یہ نہین کہتے کہ ہمارے گھر تو آج کچھ نہین - بلکہ عرض کرتے ہین حبا و کرامۃ تشریف لے چلئے -

(۶) جناب رسالتمآبؐ تشریف لیجا کر دکھاتے ہین کہ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ پر اس طرح ایمان لایا جاتا ہے کہ چونکہ جناب سیدہؑ نے خدا پر توکل کر کے اپنے حال فقر و فاقہ سے جناب امیرؑ کو نہ مطلع کیا تھا اسلئے حضرت نے دکھا دیا کہ دیکھو یہ توکل کا نتیجہ ہے کہ خدا نے اس طرح رزق مہیا کیا -

(۷) جناب رسالتمآبؐ کو اوسکا بھی علم تھا جو جناب سیدہؑ سے پہلے بات چیت ہو چکی تھی پھر یہ معلوم تھا کہ جناب امیرؑ نے کیسی ایثار کی بے نظیر قائم کی کہ جو دینار قرض لیا تھا اوسکو آپنے مقداد کو دیدیا اسلئے حضرت نے فرمایا ھذا ثواب الدنیا وھذا جزاء الدنیا کہ یہ تو دنیا مین ثواب و جزا ملا اور ثواب آخرت کا ٹھکانا ہی نہین -

(۸) اگر جناب رسالتمآب نہ تشریف لاتے اور تنہا جناب امیرؑ آکر یہ پیالہ یا دیگچی دیکھتے جو خدا نے بعوض اس ایثار و توکل کے دیا تھا - تو ممکن تھا یہ شبہہ پیدا ہوتا کہ جناب سیدہؑ نے خلاف واقع بیان کیا تھا جیسا کہ حدیث کی عبارت ہے - اسلئے خدا نے بذریعہ وحی حضرت کو حکم دیا کہ خانہ جناب سیدہؑ مین جاؤ تا کہ قدرت خدا کا تماشہ دیکھو اور اوس شبہہ کو دفع کرو جو جناب امیرؑ کے دل مین پیدا ہونیوالا ہے -

تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے جو خدا اس طرح احوال عباد پر ناظر رہتا ہے وہ بلا سبب اپنے رسول کو حکم دیتا ہے وآت ذی القربی حقہ کہ ذوی القربی کے حق کو دیدو اور اوسکی حضرت نے یون تعمیل فرمائی - مگر افسوس آپکے خلیفہ اول نے محض تعنت

وعناد سے وہ کام کیا جسپر آسمان وزمین ہمیشہ روئینگے ۔

آپ فرماتے ہین " اگر جناب سیدہ مفلس اور قلاشہ محض بھی ہوتین ۔ تب بھی دربار مین نہ جاتین " مگر نہ معلوم یہان دربار آپ کہان سے لائے کیا یزید کا دربار تصور کیا ہے جہان جناب زینب و ام کلثوم گرفتار ہو کر گئی تھین ۔ یہان تو مسجد رسول اللہ ص ہے جو حضرت کے مکانات اسقدر متصل ہے کہ بغیر مسجد مین آنے کے آمد و رفت ہی نہین ممکن ہے پھر دربار میں کام کیسا وہ غاصب حق سے [illegible] ہے آپ اپنے حق کا مطالبہ کرتی ہین ۔ [illegible] کی بابت نے ابطلب حق کیلئے آپ اسکی ضرورت سمجھتی ہین کہ اگر بالفرض ہو تو مطالبہ [illegible] اب تک یہ دفعہ کسی قانون مین نہین [illegible] قانون مین نہ کسی گورنمنٹ کے قانون مین ۔

اور جب رسول اللہ ص کو اوس جائداد سے سیری ہو گئی جو آپکی [illegible] ہو چکی تھی تو جناب سیدہ کو کیون نہ ضرورت ہوتی حالانکہ آپ جانتی تھین ۔ اس جائداد مین ہمارے لئے اوسیقدر حصہ ہے جتنا کہ اور فقرا و مساکین کا حصہ ہے ۔

آیت ستر او رآیۃ وقرن فی بیوتکن سے استدلال تو اور بھی طرفہ ماجرا ہے کہ جسکا الزام حضرت عائشہ پر تھا اوسکو آپ جناب سیدہ کیلئے لاتے ہین ۔

اس استدلال کی اصلیت یہ ہے کہ اہلسنت اس روایت کو مخصوصات شیعہ سے سمجھتے ہین ۔ اسلئے اسکو دروغ جانکر و استہزا و تمسخر کرتے ہین ۔ حالانکہ یہ وہ واقعہ ہے کہ کتب اہلسنت مین اوسی طرح مذکور ہے جس طرح شیعون کے یہان ۔ اگرچہ محدثین و مورخین متعصبین نے بہت کچھ چھپانا چاہا مگر جو امر واقعی ہو وہ کیونکر چھپ سکتا ہے دیکھئے تاریخ کامل جلد ۵ صفحہ ۲۰۰

کہ منصور دوانیقی نے جو خلفائے بنی عباس کا دوسرا خلیفہ ہے محمد بن عبداللہ بن حسن بن امام حسن کو خط لکھا ہے واما قولکم انکم بنو رسول اللہ ص فان اللہ یقول فی کتابہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکنکم بنو بنتہ وانہا لقرابۃ قریبۃ و لکنہا لا یجوز لہا المیراث ولا ترث الولایۃ ولا یجوز لہا الامامۃ فکیف

تورث بہا ولقد طلبہا ابوک بکل وجہ فاخرج فاطمۃ نہاراً ومرضہا سراً ودفنہا لیلاً فابی الناس الا الشیخین ۔ صفحہ

یعنی تم جو یہ کہتے ہو کہ تم فرزندان رسول اللہ سے ہو تو خداوند عالم قرآن مجید مین فرماتا ہے محمد تم لوگون کے مردون سے کسی کے باپ نہین ہین (مگر ابنانا وابنائکم کو نہ یاد کیا) گو تم لوگ اونکی بیٹی کی اولاد سے ہو۔ اگرچہ یہ قرابت قریبہ ہے مگر نہ اونکو لیے میراث ہے (اسکی ایجاد خلیفہ اول سے ہوئی ورنہ قرآن مین للذکر مثل حظ الانثیین آجتک موجود ہے) نہ وہ وارث ولایت ہوتی ہے نہ امامت اوسکو مل سکتی ہے پھر کیونکر تم اس ذریعہ سے وارث ہو سکتے ہو حالانکہ تمھارے باپ نے ہر وجہ سے اسکو طلب کیا اور فاطمہ کو دن کو باہر نکالا اور شب کو اونکی بیمارداری کی اور دفن کیا بوقت شب مگر سب نے انکار کیا اور بجز شیخین نہ مانا۔

اور تاریخ طبری مین ہے صفحہ ۲ جلد ۹

والقد طلبہا ابوک بکل وجہ فاخرجہا نہاراً ومرضہا سراً ودفنہا لیلاً فابی الناس الا الشیخین ۔۔

یعنی تمھارے باپ نے ہر وجہ سے خلافت کو طلب کیا اور حضرت فاطمہ کو دن کو نکالا اور شب کو اونکی بیمارداری کی اور وقت شب دفن کیا۔ مگر آدمیون نے بجز شیخین کسی کو نہ مانا۔

اب تو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ ہے جو نہ صرف روایت شیعہ سے ثابت ہے بلکہ روایات اہلسنت سے بھی ثابت ہے کہ جناب سیدہ نے اپنے طلب حق میں انصار سے طلب نصرت کی مگر کسی نے مدد نہ کی اور ہر شخص کے یہان انصار سے تشریف لیگئین مگر کسی نے نصرت نہ کی۔

رہا یہ کہ آپنے حدیث اصول کافی صفحہ ۲۶۱ کا حوالہ دیکر لکھا کہ راستہ مین عمر سے مشت گریبان ہوین تو اوسکی حقیقت یہ ہے کہ اصول کافی مین ہے۔

محمد بن یحیی عن محمد بن الحسین عن محمد بن اسمعیل عن الجعفی عن

عن ابی جعفر وابی عبداللہ قالا ان فاطمہ لما کان من امرہم ما کان اخذت بتلابیب عمر فجرتہ الیہا ثم قال اما واللہ یا ابن الخطاب لولا انی اکرہ ان یصیب البلاء من لا ذنب لہ لعلمت انی ساقسم علی اللہ ثم اجدہ سریع الاجابۃ ۔

یعنی جناب امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب ان لوگوں نے وہ ظلم و ستم کیا جو کیا تو جناب سیدہ نے عمر کا پلہ پکڑ لیا اور کھینچکر فرمایا کہ پسر خطاب اگر یہ بات نہوتی کہ ہم کراہت کرتے ہیں اس سے کہ بے گناہ پر بلا نازل ہو تو تو دیکھتا کہ ہم قسم دیتے خدا کو اور وہ بہت جلد ہماری دعا کو قبول کرتا ۔

اب نہ معلوم اس حدیث مین کونسا جملہ ہے جسپر آپکو استہزا و تمسخر کا موقع ملا کیونکہ خود آپکے مجمع بحار الانوار مین ہے صـ۱۲۳ جلد ۱

فاخذت بتلبیبہ لببتہ واخذت بتلبیبہ وتلابیبہ اذا جمعت ثیابہ عند صدرہ ونحرہ ثم جررتہ والمتلبب موضع القلادۃ واللبۃ موضع الذبح

یعنی اخذت تلبیبہ وہان کہتے ہین کہ جب کسی کا کپڑا جو وہ پہنے رہتا ہے اوسکو اوسکے سینہ اور گلے کے پاس جمع کرکے کھینچے تو کہتے ہین اخذت تلبیبہ

یہ ہے اصلیت اوس روایت کی جسپر آپنے اسقدر تمسخر کیا حالانکہ نہ گلا پکڑا ہے نہ گلا دبایا بلکہ ردا یا عبا جو عمر پہنے تھے اوسکا کھینچنا ہے کہ عمر کا کپڑا پکڑ کر جناب سیدہ نے جھٹکا دیا ۔

اسمین نہ معلوم آپنے کون سی قباحت نکالی جسپر لکھا کہ "راستہ مین عمر سے مشت گریبان ہون" جو بالکل خلاف واقع ہے کیونکہ حدیث مین تو راستہ کا ذکر ہی نہین ۔ بلکہ حدیث کا فقرہ لما ان کان من امرہم ما کان صاف بتا رہا ہے کہ جس وقت غصب فدک ہوا اوسی وقت کا یہ واقعہ ہے اور یہ سبکو معلوم ہے کہ یہ ظلم خاص مسجد نبی مین ہوا تھا نہ راستہ مین نہ راہ مین نہ سڑک پر ۔

شرح نہج البلاغہ مین ہے قولہ اخذت بتلابیب عمر الا التلابیب جمع التلبیب وھو ما فی موضع اللبب من ثیاب الرجل یقول اخذت تلبیبہ فلان اذا

جمعت ثوبہ الذی ھو لابسہ وقبضت علیہ عمرہ وکان ذلک حین رق علیہ کتابہ الذی کتبھا ابوبکر فی رد فدک الیھا بعد اکمال الحجۃ علیہ فاذاھا واذی الرسول بذلک لما رواہ مسلم عنہ ان فاطمہ یوذینی ما اذاھا وصار مصداقا لقولہ تعالی ان الذین یوذون اللہ ورسولہ الایۃ قال القرطبی بتاذیہا یتاذی النبی واذیتہ لا یحل ولو بما یحل للانسان ان یفعل وھی فی ذلک بخلاف غیرھا فان فعل ما یجوز لہ فتاذی الغیر لم یحرم صـ۲۵۱

یعنی تلابیب جمع تلبیب ہے اور یہ اوس موقع پر بولا جاتا ہے جب کسی کا کپڑہ سینہ کے پاس سے پکڑا جائے۔ اور یہ واقعہ اوس وقت کا ہے کہ جب عمرؓ نے اوس نوشتہ کو چاک کر دیا تھا جسکو ابوبکرؓ نے واگذاشت فدک کے متعلق لکھا تھا جبکہ وہ ہر طرح دلیل سے عاجز آچکے تھے۔ پس اس واقعہ سے جناب سیدہؑ کو ایذا ہوئی اور حضرت رسول اللہؐ کو۔ کیونکہ مسلم نے روایت کی ہے کہ جو شخص فاطمہؑ کو ایذا دے اوسنے ہمکو ایذا دی اور وہ مصداق قول خدا ہوا ان الذین یوذون اللہ ورسولہ کہا قرطبی نے کہ جناب سیدہؑ کی ایذا سے رسول اللہؐ کو ایذا ہوتی ہے۔ اور حضرت کا ایذا دینا کسی طرح جائز نہین اگرچہ وہ ایذا کسی ایسے کام سے ہو کہ غیر کے واسطے جائز ہو اور یہ مخصوصات جناب سیدہؑ سے ہے۔ بخلاف غیر۔ کیونکہ وہان اگر ایسا کام کیا جائے جو جائز ہے اگرچہ دوسرے کو اوس سے ایذا ہو پہنچے تو وہ حرام نہوگا۔

اس شرح سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ اوس وقت کا ہے جبکہ عمر صاحب نے نوشتہ خلیفہ اول کو دربارہ واگذاشت فدک چاک کیا تھا۔ تو کیا ایسی حالت مین انسان کو غصہ آنا ناممکن ہے جو وہ ظالم کے کپڑہ کو جھٹکا دے۔

افسوس کہ آپنے دختر رحمۃ للعالمین کی اس شفقت و رافت کی قدر دانی نہ کی جو فرماتی ہین "کہ اگر ہم اسکو بکروہ نہ سمجھتے کہ ناکردہ گناہ جو آئندہ تیری نسل سے ہونے والے ہین۔ تباہ ہون تو ہم تجھپر بددعا کرتے جسے خدا ضرور جلد قبول کرتا۔ بلکہ

اوسکے عوض آپکو یہ تعجب ہو رہا ہے کہ کیونکر جناب سیدہ نے عمر کے دامن کو جھٹکا دیا۔ آپ تو اس روایت سے بھی انکار کر جائینگے کہ عمر نے وہ نوشتہ ابوبکر نہین چاک کیا تھا اسکی سند بھی اپنے ہی مذہب کی کتاب سیرۃ حلبیہ مین دیکھ لیجئے ص۳۹۱ جلد ۳

وفی کلام سبط ابن الجوزی انہ رضی اللہ عنہ کتب لہا بذلک ودخل علیہ عمر فقال ما ہذا فقال کنت کتبتہ لفاطمۃ بمیراثہا من ابیہا فقال مماذا تنفق علی المسلمین وقد حاربتک العرب کما تری ثم اخذ عمر الکتاب فشقہ وقد جاء ان بعد موت فاطمۃ رضی اللہ عنہا وذلک بعد ستۃ اشہر من موتہ صلعم الا لیالی علی ما تقدم ارسل علی کرم اللہ وجہہ وقد اجتمع علی وبنو ہاشم الی ابی بکر وقالوا ائتنا ولا یات معک احد کراہۃ ان یحضر عمر لما علموا من شدتہ فخافوا ان یحضر لابی بکر فیتکلم بکلام یوحش قلوبہم ص۳۹۱

یعنی سبط ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ ابوبکر نے جناب سیدہؑ کیلئے ایک نوشتہ لکھدیا۔ اتنے مین عمر داخل ہوئے پوچھا یہ کیا ہے کہا یہ نوشتہ ہے فاطمہ کیلئے کہ وہ اپنے باپ کی میراث پائین۔ عمر نے کہا پھر مسلمانون کو کہان سے دوگے حالانکہ عرب تم سے لڑ رہے ہین اسکے بعد عمر نے وہ نوشتہ لیا اور چاک کر دیا۔ بعد وفات جناب سیدہؑ یعنی آنحضرت کے انتقال کے چھ مہینہ بعد مگر چند روز حضرت علیؑ اور بنی ہاشم نے مجمع کیا اور ابوبکر کو بلا بھیجا کہ تنہا آوین۔ اس وجہ سے کہ وہ کراہت رکھتے تھے اس سے کہ عمر بھی حاضر ہون کیونکہ اون کی شدت دیکھ چکے تھے لہذا خوف تھا کہ اگر وہ بھی آئینگے تو وہ ابوبکر کی ایسی حمایت کرینگے کہ ان لوگون کے دل اور بھی متوحش ہونگے

اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ واقعہ اوسی وقت کا ہے کہ جب ابوبکر نے وہ نوشتہ لکھا اور عمر نے جناب سیدہ کے ہاتھ سے لیکر چاک کیا۔ تو آپنے اونکا کپڑا پکڑ کر فرمایا اگر اسکا خیال نہ ہوتا کہ ناکردہ گناہ بھی ہلاک ہو جائینگے تو ہم ایسی بددعا کرتے کہ تو اوسکا نتیجہ دیکھ لیتا۔ پھر کون شخص دنیا مین جو اسکو خلاف تہذیب یا خلاف انسانیت کہے گا کیونکہ

یہ تو لوازم فطرت سے ہے اور اظہار حق کیلئے ضروری تھا تا کہ معلوم ہو کہ یہ ظلم عمر ایسا ناجائز تھا وہ اسپر مستحق بد دعا تھا کہ ہلاک کیا جائے۔

سبحان اللہ کیا انصاف ہے کہ ظالم کی تو ایسی طرفداری کی جائے کہ اسکا ہر فعل ناجائز۔ جائز قرار پائے اور مظلوم جو اسپر غصہ کرے یا ناراضی کا اظہار وہ آپکے نزدیک معیوب اور خلاف تہذیب ہو۔

عمر صاحب کی یہ شدت اور سختی ایسی نہین ہے کہ یہ اسی واقعہ کے ساتھ مخصوص ہو۔ بلکہ ایکدفعہ اسی طرح کا نوشتہ ابوبکر نے عیینہ بن حصن کیلئے بھی لکھا تھا تو عمر صاحب نے اوسکو تھوک سے مٹا دیا ملاحظہ ہو ازالۃ الخفا صـ۱۹۰

اسی کا نتیجہ تھا کہ ابوبکر صاحب اپنے داماد زبیر کیلئے ایک زمین کا نوشتہ لکھنے لگے اتنے مین عمر صاحب آگئے تو ابوبکر نے اوس نوشتہ کو فرش کے نیچے دبا دیا جیسا کہ کنز العمال مین ہے صـ۱۸۹ جلد ۷

عن عروہ قال دخلت علی معاویہ فقال لی ما فعل المسلول قلت ہو عندی قال انا واللہ خططتہ بیدی اقطع ابوبکر الزبیر فکنت اکتبہا فجاء عمر فاخذ ابوبکر الکتاب فادخلہ فی الفراش فدخل عمر فقال کانکم علی حاجۃ فقال ابوبکر نعم فخرج فاخرج ابوبکر الکتاب فاتممتہ۔

یعنی عروہ کہتے ہین کہ ہم معاویہ کے یہان گئے تو معاویہ نے کہا مسلول کیا ہوا (نام ہو زمین کا) تو ہمنے کہا وہ ہمارے پاس ہے۔ معاویہ نے کہا اوسکا کاغذ خود ہمنے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے جسکی یہ حالت تھی کہ ابوبکر اس معافی کو زبیر (داماد) کیلئے لکھوا رہے تھے اور ہم لکھتے تھے کہ اتنے مین عمر آئے تو ابوبکر نے اوس کاغذ کو لیکر فرش کے نیچے دبا دیا۔ عمر آئے تو پوچھا کچھ تخلیہ کی بات ہے ابوبکر نے کہا ہان تو عمر چلے گئے تب ابوبکر نے وہ کاغذ نکالا اور ہمنے اوسکو تمام کیا۔

پھر آپکو اسپر کیونکر تعجب ہو سکتا ہے کہ عمر صاحب نے اوس نوشتہ کو چاک کر دیا جو ابوبکر صاحب نے جناب سیدہ کیلئے لکھ دیا تھا۔ کیونکہ آپ جانتے ہین یہ خلافت اور یہ غصب فدک

کے بانی مبانی اصل مین خلیفہ دوم ہی ہین۔ جنہون نے ابوبکر کو ملہ بناکر آگے کہڑا کیا اور سب کچھ انکے نام سے کرڈالا۔

افسوس ہے آپلوگونکو محض عداوت اہلبیت طاہرین نے ایسا اندھا اور بہرا کر دیا ہے کہ حمایت خلفائے ثلثہ مین اس طرح دن کو رات کر رہے ہین ورنہ اگر کچھ کتابین سیر و تواریخ کی آپ دیکھتے تو آپکو معلوم ہوتا کہ خلیفہ دوم نے مخصوصین جناب رسالتمآب سے کسی کو نہ چھوڑا جسپر ظلم و ستم نہ کیا ہو چنانچہ کنز العمال مین ہی ص ۱۹۱

جاء بلال بن الحارث المزنی الی رسول اللّٰہ م فاستقطعہ ارضا طویلۃ عریضۃ فلما ولی عمر قال لبلال انک استقطعت رسول اللّٰہ م ارضا عریضۃ طویلۃ قطعھا وان رسول اللّٰہ لم یکن یمنع شیئا یسالہ فانک لاتطیق ما فی یدیک فقال اجل قال فانظر ما قویت علیھم منھا فامسکہ و مالم تطق علیھا فادفعہ الینا نقسمہ بین المسلمین فقال لا افعل واللّٰہ شئی اقطعنیہ رسول اللّٰہ فقال عمر واللّٰہ لتفعلن فاخذ ما عجز عن عمارتہ فقسمہ بین المسلمین ص ۱۹۱

یعنی بلال بن حارث مزنی نے حضرت سے ایک طویل عریض زمین کی خواہش کی تو حضرت نے اوسکو معافی مین اوسکے دیدیا جب عمر خلیفہ ہوے تو بلال سے کہا تو نے آنحضرت سے ایک طولانی اور عریض زمین حاصل کی ہے اور حضرت کی یہ حالت تھی کہ کوئی کچھ مانگتا تو آپ منع نہ کرتے۔ تیری یہ حالت ہے کہ پوری آراضی کو آباد نہین کرسکتا۔ لہذا جسقدر آباد کرسکتا ہو اوسنا رکھے اور باقی ہمکو دیدے کہ مسلمانون مین تقسیم کردین اوسنے کہا واللہ ہم اوس مین سے کچھ نہ دینگے کیونکہ حضرت صنے ہمکو معافی دیا ہی عمر نے کہا کرنا ہوگا آخر تھوڑا سا چھوڑکر باقی سب لے لیا اور مسلمانون مین تقسیم کردیا۔

یہ بلال مدینہ کے رہنے والے تھے اور قبیلہ مزنیہ سے تھے رسول اللہ نے انکو وادی عقیق معافی مین دیا مگر عمر صاحب نے انکے پاس اوسکو نہ رہنے دیا حالانکہ وہ کہہ رہے

تھے کہ یہ تو حضرت کا عطیہ تھا ہم کو معافی میں دے گئے ہیں۔ مگر عمر صاحب اپنی خلافت وحکومت کے نشہ میں ایسا چور تھے کہ کچھ نہ سنا اور لے ہی لیا چنانچہ اوسی کنزالعمال میں ہے ان عمر اقطع العقیق اجمع صلا۱۹۱

کہ عمر نے پورے وادی عقیق کو دوسرے کی معافی میں دیدیا۔ تو پھر اسپر آپکو کیوں تعجب ہو سکتا ہے کہ حق جناب سیدہ کو انھوں نے غصب کیا۔ کیونکہ یہ تو دستور عالم ہے ہر شخص اپنے مخالف پارٹی کو چاہتا ہے کہ اگر نابود نہو سکے تو ایسا کمزور کرے کہ پھر اوس میں قوت مقاومت نرہے ورنہ کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ جو شخص تمامی ملک عرب عجم۔ روم مصر کا مالک مطلق ہو۔ وہ اراضی فدک کا محتاج ہو کہ بضعہ الرسول کو اوس سے محروم کرے۔ مگر جو لوگ اصول سیاست سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ سیاست کا اصلی جز یہی ہے کہ اپنے مخالفوں کو کمزور رکھے کہ اوبھرنے کی قوت نہ رہے۔

قول پشاوری عقل سلیم ہرگز نہیں مانتی۔ کہ وہ مطہرہ جسنے رسول خدا کی پہلو عاطفت میں پرورش پائی ہو۔ آپکے اخلاق سے اُسکی طینت صافیہ نے حصہ لیا ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں میں تربیت پائی ہو۔ جنکے گھر میں قرآن نازل ہوا ہو۔ خلاف داب عصمت وشرافت راستہ میں غیروں سے مشت وگریبان ہوں یا دنیاوی فائدہ کیلئے عام کچہری مہاجرین وانصار میں جاکر دعوی کریں۔ کیا کوئی باغیرت مسلمان اس بات کو روا رکھیگا کہ اس کی عورت کسی مشت وگریبان ہو۔ اور وہ گھر میں چھپکر بیٹھ رہے۔ جیسا کہ باقر مجلسی شیعہ نے اپنی کتاب حق الیقین میں لکھا ہے۔ (خطاب ہائے غضب آمیز ودرشت باسید اوصیا نمود) الخ اور حضرت زہرا حضرت علی المرتضی کو کہیں کہ (مثل جنان درخانہ نشستہ) شرم۔ شرم۔ شرم اپنے باقر مجلسی کی تحریر کو دیکھو (حق الیقین ص۲۳۳) پر اور جواب دو۔

اقول مگر اسکو تو عقل سلیم مانتی ہے کہ اوسپر اسقدر ظلم ہو کہ وہ معصومہ فریاد کرے ۔

صبت علی مصائب لو انہا　　　صبت علی الایام صرن لیالیا

کہ مجھپر ایسے مصائب گذرے کہ اگر وہ مصیبتیں دنوں پر پڑتیں۔ تو دن رات ہو جاتے

پس اگر عقل سلیم اسکو مانتی ہے تو ضرور اسکو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ اوس مظلومہ سے جہانتک ہوسکے ان مصائب کے دفعیہ مین کوشش کرے۔

جناب سید الشہدا روحی لہ الفدا نے جسقدر مصائب و آلام کو برداشت کی اوسکی ایک غرض یہ بھی تھی کہ منکرین کے انکار کی حقیقت کھل جائے اور معلوم ہوجائے کہ مخالفت احکام خدا و رسول کا یہی نتیجہ ہے کہ اوسکو خسران دنیا و آخرت نصیب ہوتا ہے۔

آپنے دکھا دیا کہ جس اجماع کو تم حق سمجھتے ہو اور اوسکے ذریعہ سے حکم خدا و رسول کو باطل کیا چاہتے ہو وہ اجماع ایسا ہی ہوتا ہے کہ بیشتر ضلالت پر ہوتا ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے ولو اتبع الحق اھواءھم لفسدت السمٰوٰت والارض ومن فیھن بل اتینٰھم بذکرھم فھم عن ذکرھم معرضون سورہ مومنون

اگر حق اونکی خواہشون کی پیروی کرتا تو آسمان و زمین اور جو کچھ اوس مین ہے سب فاسد ہوجاتے۔ بلکہ ہمنے اونکو نصیحت پہونچا دی اور وہ نصیحت سے اعراض کرنے والے ہین۔

جناب امام حسینؑ اگر تمام عالم کو یہ نہ دکھاتے کہ ہم فرزند رسول ہین جنکے بارہ مین آنحضرت فرماگئے ہین سیدا شباب اہل الجنۃ اگرچہ دو آدمی کے ہمارا کوئی ساتھی نہین۔ اور یزید پسر معویہ کو سب فاسق و فاجر بھی جانتے ہین اور تمامی مسلمان اوسکے ساتھ ہین حتی کہ خود خلیفہ دوم کے بیٹے عبداللہ بن عمر اوسکی خلافت کو جائز اور برحق سمجھ رہے ہین۔ تو کیونکر معلوم ہوتا اجماع باطل پر ہوتا ہے۔ کیونکہ شیعہ خلافت ابوبکر کو تسلیم نہین کرتے جسپر اجماع ہوا اور خلافت کامیاب ہوئی لہذا جناب امام حسینؑ کے اس طرز عمل نے جتا دیا کہ جیسا آج اجماع باطل پر ہوا ویسا ہی اوس روز بھی ہوا تھا۔

اگر جناب سید الشہدا اوس طریقہ سے اظہار حق نہ فرماتے تو جس طرح نص خلافت جناب امیرؑ چھپا دیا گیا۔ واقعہ غصب فدک پر پردہ ڈالا گیا۔ زہر خورانی امام حسنؑ سے انکار کیا گیا۔ اوسی طرح اس واقعہ شہادت امام حسینؑ بھی انکار کیا جاتا اور کہا جاتا

اور کیا یہ بات عقل سلیم ہرگز نہیں مانتی کہ وہ فرزند رسول جسکو آنحضرت نے اپنے لعاب دہن سے پرورش کیا اور حسین منی و انا من الحسین فرمایا اوسکو مسلمانون نے جو رسول اللہ کے کلمہ گو تھے اس طرح قتل کر ڈالا۔

شہادت جناب امام حسین نے واقعہ شہادت نے اون سب اسرار کو آشکار کر دیا جنکو آپ لوگ سیرت خلفا مین چھپائے تھے کیونکہ جب علانیہ علی رؤس الاشہاد فرزند رسول کو اس طرح ذبح کر دیا گیا۔ تو ظلم مخفی سے کیونکر انکار ہو سکتا ہے۔

آپ فرماتے ہین (۱) کہ عقل سلیم ہرگز نہین مانتی وہ مطہرہ جسنے رسول خدا کے پہلو سے ناز و نعمت مین پرورش پائی ہو۔ اسمین پہلا ظلم یہ ہے کہ آپ صرف تربیت کی نسبت کرتے ہین حالانکہ آپکو کہنا چاہیئے وہ بضعۃ الرسول پارہ جگر جسکی رضا کو آنحضرت نے اپنی رضا فرمایا اور جسکے غضب کو اپنا غضب فرمایا۔ پھر کیونکر آپ ایمان شیخین کے قائل ہو سکتے ہین کیونکہ والذین یؤذون اللہ ورسولہ لھم عذاب الیم۔ اور ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مہینا آج تک قرآن مین موجود ہے کہ جو لوگ ایذا دیتے ہین خدا و رسول کو اونپر لعنت خدا ہے دنیا و آخرت مین یہی تو وجہ ہے کہ شیعہ تعمیل حکم خدا و رسول اون موذیون پر لعنت کرتے ہین۔

(۲) آپ کے اخلاق سے اسکی طینت صافیہ نے حصہ لیا ہو"

بیشک جناب سیدہ اوسی نور سے پیدا ہوئین جو نور رسالتمآب تھا اور وہی اخلاق حسنہ و طینت صافیہ آپکو بھی ملا تھا جو جناب رسالتمآب کو حاصل تھا اسی وجہ سے جس طرح جناب رسالتمآب نے عمر کو بروز قبول اسلام جھٹکا دیا تھا کہ وہ زمین پر منہ کے بل گرا۔ اوسی طرح جناب سیدہ نے آج جھٹکا دیا تاکہ معلوم ہو ہم اوسی باپ کی بیٹی ہین جو اگرچہ مظلوم و ستم رسیدہ ہین۔ مگر حقیقت کا وہی اثر ہے جو اوس روز تھا کہ جب تو تلوار لیکر میرے پدر بزرگوار کے قتل کو آیا اور حضرت نے ایسا جھٹکا دیا کہ تو زمین پر گر پڑا دیکھو تاریخ خمیس صفحہ ۳۴۳ جلد اول۔

فخرج الیہ رسول اللہ فاخذ بمجامع ثیابہ ثم نترہ نترۃ فما تمالک عمر ان وقع علی رکبتیہ فقال ما انت بمنتہ یا عمر فقال اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ

یعنی جب عمر کی آمد حضرت نے سنی تو آپ باہر آئے اور عمر کا کپڑا پکڑ کر ایک جھٹکا دیا کہ عمر زانو کے بل گر پڑے اور فرمایا اسے عمر کیا تو باز نہ آئیگا جبپر عمر نے کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا۔

دیکھئے اوسی رسول کی یہ پارہ جگر نور نظر ہے جو اپنے پدر بزرگوار کی سیرت کو زندہ کر رہی ہے اور جس طرح حضرت نے لباس عمر کو پکڑ کر جھٹکا دیا تھا۔ اوسی طرح جناب سیدہ جھٹکا دیتی ہین فرق ہے تو اسقدر کہ رسول اللہ چونکہ مرد تھے لہذا یہ جھٹکا دیا کہ وہ زمین پر گر پڑا اور جناب سیدہ چونکہ از قبیل نسوان ہین لہذا فرماتی ہین کہ اگر بیگناہون کی ہلاکت کا خوف نہوتا تو ضرور زمین پر دعا کرتی کہ تو ہلاک ہو جاتا۔

کہئے اب بھی آپ اسپر ایمان لائینگے یا نہین کہ جناب سیدہ در حقیقت بضعۃ الرسول تھین کہ وہی اثر دکھایا جو تعلیم و تربیت رسول کا تھا کہ کافر و منافق کو ہمیشہ ذلیل و خوار رکھنا چاہیئے۔

آپنے شاید تاریخ طبری مین یہ بھی دیکھا ہو گا صفحہ ۳۳ جلد ۲

اذ طلع رسول اللہ فوثبوا الیہ وثبۃ رجل واحد فاحاطوا بہ یقولون لہ انت الذی تقول کذا وکذا لما یبلغھم من عیب الھتہم و دینھم فیقول رسول اللہ نعم انا الذی اقول ذلک فقال فلقد رایت رجلا منھم اخذ بمجمع ردائہ قال وقام ابوبکر الصدیق وانہ یقول وھو یبکی ویلکم اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ ثم انصرفوا عنہ فان ذلک اشد ما رایت قریشا بلغت منہ قط۔

یعنی حضرت پہلے روز جو خانہ کعبہ مین تشریف لائے تو باوصفیکہ سب آپکا تذکرہ بہ بدی کر رہے تھے مگر آپکو دیکھکر ایسا مرعوب ہوئے کہ کچھ نہ بولے۔ دوسرے روز

اسی کا تذکرہ کر رہے تھے کہ کل حضرت اس طرح آئے اور کوئی نہ بولا کہ آج پھر حضرت تشریف لائے تو سب آپ پر ٹوٹ پڑے اور ایک شخص نے آپکے لباس کو پکڑ لیا۔ وہان ابوبکر کھڑے رو رہے تھے اور کہتے تھے کہ تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے ہمارا رب خدا ہے۔ اسکے بعد وہ چلے گئے۔ یہ سب سے زیادہ سختی گذری ہے حضرت پر۔

اس سے آپکو معلوم ہو گیا کہ ابوبکر کا کام اس موقع پر صرف بڑھیاؤن کی طرح رونا تھا اور کچھ نہین ہو سکا۔ اب تاریخ خمیس دیکھیے صفحہ ۳۲۳

عن عبد اللہ انہ قال ما رایت رسول اللہ ص دعا علی قریش غیر یوم واحد فانہ یصلی و رھط من قریش جلوس و سلا جزور قریب منہ فقالوا من یاخذ ھذا فیلقیہ علی ظھرہ فقال عقبہ بن معیط انا فاخذہ فالقاہ علی ظھرہ فلم یزل ساجدا حتی جاءت فاطمہ فالقتہ عن ظھرہ فقال رسول اللہ ص اللھم علیک بالملاء من قریش اللھم علیک بعتبہ بن ربیعہ اللھم علیک بشیبہ بن ربیعہ اللھم علیک بابی جھل بن ھشام اللھم علیک بعقبہ بن ابی معیط اللھم علیک بابی بن خلف او امیہ بن خلف۔

یعنی کفار قریش نے حضرت پر کچھ نجاست ڈالی تھی (سلا جزور اوس جھلی کو کہتے ہین جس مین بچہ لپٹا ہوا پیدا ہوتا ہے) تو حضرت اوسی حالت سجدہ مین رہے۔ یہانتک کہ جناب سیدہ تشریف لائین اور حضرت کی پشت سے اوس نجاست کو دور کیا اور حضرت نے اون کفار پر بد دعا کی۔

تو کیا ان واقعات مین عصمت و شرافت جناب سیدہ جاتی رہی کہ ابوبکر دیکھتے رہے اور بجز رونے کے کچھ نہ بن پڑا۔ اور جناب سیدہ نے آکر اوس نجاست کو حضرت کی پشت مبارک سے دور کیا۔

اگر یہ امور آپکے عز و شرف کو بڑھانے والے ہین جس سے کوئی انکار نہین کر سکتا تو سمجھنا چاہیئے کہ وہی مرحلہ یہان بھی پیش ہے کہ ایک ظالم سفاک اس طرح شریعت رسول کو

مٹا رہا ہے اور بیٹی کو ترکہ پدری سے محروم کر رہا ہے۔ پھر کیونکر جناب سیدہؑ سکوت کرتیں اور نہ بتاتیں کہ تو اس قابل ہے کہ تجھپر بددعا کی جائے کہ ابھی واصل جہنم ہو۔ کیا کروں کہ ابھی بہت سے بیگناہ پیدا ہونے والے ہیں جس سے ہم بددعا نہیں کرتے۔

غرض چونکہ اسلامی دنیا میں کسی کو یہ جرات نہیں ہو سکتی کہ وہ کہے جناب رسالتمآبؐ نے خلاف داب عصمت و شرافت اور خلاف انک لعلی خلق کریم کام کیا کہ عمر کو ایسا جھٹکا دیا کہ وہ منہ کے بل زمین پر آ رہے۔ ویسی طرح جناب سیدہؑ کی نسبت بھی نہیں کہہ سکتا کہ حضرت کا یہ فعل کہ لباس عمر گھسیٹکر فرمایا کہ ہم بددعا کرتے خلاف داب عصمت و شرافت ہے کیونکہ اولاد میں تو وہی خصلت ہونی چاہیئے جو اوسکے باپ دادا میں ہو۔

(۳) خلاف داب عصمت و شرافت راستہ میں غیر لوگوں سے دست وگریبان ہو۔

آپنے ہواداری خلفا میں یہ الفاظ محض عوام فریبی کیلئے لکھا ہے راستہ میں دست و گریبان ہونا جو محاورہ میں نہایت بدمعنون میں بولا جاتا ہے کہ بدکار عورتیں غیروں سے دست وگریبان ہوتی ہیں۔ لہذا اسکی جزا تو آپکو جناب احدیت سے ملیگی کہ کس نیت اور کس ارادہ سے لکھا ہے۔ مگر واقعہ تو پہلے مذکور ہو چکا کہ نہ راستہ تھا نہ سڑک تھی۔ نہ روڈ۔ نہ اسٹریٹ۔ بلکہ مسجد رسولؐ تھی جو دروازہ جناب سیدہؑ پر واقع تھی کہ گھر سے نکلنا اور آنا جانا اوسکے بغیر ناممکن تھا۔ اوسی مسجد رسولؐ میں ابوبکر نے پہلے غصب فدک کیا۔ پھر نادم ہو کر اوسکے معافی کا کاغذ لکھا جسکو عمر نے چاک کیا اوسپر جناب سیدہؑ نے اوسکا کپڑا پکڑ کر کہا کہ اگر خیال ہلاکت بے گناہ نہ ہوتا تو تجھپر ضرور بددعا کرتی۔ اب آپکو اختیار ہے کہ اسکو خلاف داب عصمت فرمایئے یا خلاف داب شرافت۔

مگر اسکے ساتھ آپکو معیار شرافت بھی قایم کرنا ہوگا کہ وہ کیا ہے۔ کیونکہ یہ افعال رسول اللہ صؐ سے بھی ہو چکے ہیں۔ پس اگر آنحضرتؐ کو شریف اور معصوم مانتے ہیں تو جناب سیدہؑ کو بھی شریف و معصوم ماننا ہوگا۔

(۴) یا دنیاوی فائدہ کیلئے عام کچہری مہاجرین و انصار مین جا کر دعوی کرین"

یہ بھی اوسی قسم کی ابلہ فریب تقریر ہے۔ کیونکہ نہ بغرض دنیوی نفع تھا بلکہ بغرض ابقائے شرع بیعت تھا۔ نہ عام کچہری تھی مہاجرین و انصار کی۔ بلکہ مسجد رسول تھی۔ وہان بی بی آپ پہلے نہین گئین بلکہ جب ظالمون نے جا کر جناب امیرؑ کو طلب بیعت کے لئے پکڑنا چاہا تب جناب سیدہ دروازہ پر آئی ہین اور فریاد کی ہے چنانچہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ مین ہے صلا

وان ابابكر تفقد قوما تخلفوا عن بيعته عند علي كرم الله وجهه فبعث اليهم عمر فجاء فناداهم وهم في دار علي فابوا ان يخرجوا فدعا بالحطب وقال والذي نفس عمر بيده لتخرجن او لاحرقنها على من فيها فقيل له يا ابا حفص ان فيها فاطمة فقال وان. فخرجوا فبايعوا الا عليا فانه زعم انه قال حلفت ان لا اخرج ولا اضع ثوبي على عاتقي حتى اجمع القرآن فوقفت فاطمة رض على بابها فقالت لا عهد لي بقوم حضروا اسوء محضر منكم تركتم رسول الله صلعم جنازة بين ايدينا وقطعتم امركم بينكم لم تستامرونا ولم تردوا لنا حقا۔

یعنی ابوبکر جب مسند خلافت پر بیٹھے تو ان لوگون کی تلاش شروع کی جنھون نے بیعت نہین کی تھی تو حضرت علیؑ کے پاس عمر کو بھیجا انھون نے جا کر آواز دی۔ وہ سب گھر مین حضرت علی کے تھے سب نے انکار کیا اوس وقت عمر نے آگ لکڑی منگائی اور کہا قسم ہے اوس کی جسکے قبضہ قدرت مین عمر کی جان ہے یا تو گھر سے باہر نکلو ورنہ ہم گھر کو جلا دینگے مع اون لوگون کے جو اوس مین ہین۔ کسی نے کہا اے ابو حفص اس مین فاطمہ ہین؟ کہا ہوا کرین۔ پس سب نکلے اور سب نے بیعت کی۔ مگر حضرت علیؑ نے کہا انھون نے قسم کھایا تھا جب تک قرآن کو جمع نہ کر لینگے نہ تو گھر سے باہر نکلین گے نہ ردا دوش پر ڈالینگے۔ اوس وقت حضرت فاطمہ اپنے دروازہ پر کھڑی ہوئین اور کہا ہمکو نہین علم ہے کسی ایسی قوم کا جو تم سے بدتر مقام پر حاضر ہوئی ہو کہ رسول اللہ کا جنازہ ہمارے سامنے چھوڑ کر چلے گئے

اور جا کر اپنے امر کا فیصلہ کر لیا جس مین نہ ہمسے مشورہ لیا نہ ہمارے حق کا خیال کیا۔
دیکھئے۔ اس مین کیا بیان ہے کہ اون لوگون نے سب کام کر لیا مگر نہ جناب امیر بولے
نہ جناب سیدہ جب پکڑنے گئے ہین کہ بیعت کے لئے لائین اوس وقت جناب سیدہ
نے اپنے مکان کے دروازہ پر کھڑی ہو کر فرمایا تمسے بدتر کوئی قوم آجتک نہوئی۔
کیا اسی کو آپ خلاف داب عصمت و شرافت فرمارہے ہین؟

اب دوسرا واقعہ اسکے بعد کا سنئے اوسی کتاب الامامۃ والسیاسۃ مین ہے ص۱۳

ثم قام عمر فمشی معہ جماعۃ حتی اتوا باب فاطمۃ فدقوا الباب فلما سمعت
اصواتھم نادت بہا علی وابن ابی قحافۃ فلما سمعوا القوم صوتہا وبکاءھا
انصرفوا باکین وکادت قلوبھم تتصدع واکبادھم تتفطر وبقی عمر ومعہ
قوم فاخرجوا علیاً فمضوا بہ الی ابی بکر فقالوا لہ بایع فقال ان انا لم افعل
فمہ قالوا اذا واللہ الذی لا الہ الا ھو لضرب عنقک قال اذا تقتلون
عبد اللہ واخا رسولہ قال عمر اما عبد اللہ فنعم واما اخو رسولہ فلا
وابوبکر ساکت لا یتکلم فقال لہ عمر الا تامر فیہ بامرک فقال لا اکرھہ
علی شیء ما کانت فاطمۃ الی جنبہ فلحق علیؑ بقبر رسول اللہ صلعم یصیح
ویبکی وینادی یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی ص۲۳

یعنی جب عمر وہان سے واپس آئے اور حضرت علیؑ رہ گئے تو دوبارہ عمر کو ابوبکر نے
بھیجا اور وہ ایک جماعۃ کے ساتھ آئے اور دق الباب کیا جس وقت جناب سیدہ
نے اونکی آواز سنی باآواز بلند فرمایا ہمکو پسر ابوقحافہ سے کیا کام۔
حضرت کی آواز اور رونا سنکر جتنے لوگ آئے تھے وہ سب روتے ہوئے پھر گئے اور
یہ حالت تھی کہ قریب تھا اونکا دل پھٹ جائے اور جگر ٹکڑہ ٹکڑہ ہو جائے۔ مگر عمر اور
چند آدمی رہ گئے۔ اور باہر نکالا حضرت علیؑ کو اور پکڑ کر لے گئے ابوبکر کے پاس
اور کہا کہ بیعت کرو۔ حضرت علیؑ نے کہا اگر نہ بیعت کرین تو کیا کروگے اونھون نے کہا
قسم خدا کی اس وقت ضرور تمکو قتل کر ڈالینگے۔ حضرت علیؑ نے کہا تو ایک بندہ خدا اور

برادر رسول کے تم قاتل ہوگے۔ عمر نے کہا بندہ خدا تو بیشک۔ مگر برادر رسول ہرگز نہین۔

ابوبکر اس وقت تک چپ ہین اب عمر نے کہا تم کیون اپنا حکم نہین دیتے۔ ابوبکر نے کہا جب تک حضرت فاطمہ اون کے پہلو مین زندہ ہین ہم اونکو مجبور نہین کرتے۔ حضرت علی وہان سے اوٹھے اور قبر رسول پر روتے اور چلاتے ہوئے آئے اور کہا (ترجمہ آیہ) اے ماں جائے قوم نے ہمکو کمزور کرنا چاہا اور قریب تھا کہ قتل کر ڈالتی۔

یہ دوسرا واقعہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ جناب سیدہ ابھی تک اپنے دولتسرا مین ہین عمر دو مرتبہ آئے ہے ایک دفعہ اور لوگون کو بلالے گئے۔ دوسری مرتبہ خود جناب امیر کو۔ تب جا کر جناب سیدہ باہر نکلی ہین کہ جناب امیر کو چھوڑا دین۔ تو کیا ہے کوئی دنیا مین جو کہے کہ اس مین کوئی فعل خلاف شرافت یا عصمت جناب سیدہ سے سرزد ہوا۔ کیا مظلوم کی اعانت اور ظالم کا دفعیہ لازم نہین ہے۔

اہل اسلام یہان عموم صحابہ کی ایمانی کمزوری اور خلیفہ دوم کی قوت ایمانی کا اچھی طرح فیصلہ کر سکتے ہین کہ جناب سیدہ کی آواز گریہ و بکاسے اون صحابہ پر تو یہ اثر کیا کہ وہ روتے ہوئے واپس گئے قریب تھا کہ دل اون کا پھٹ جائے اور جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ مگر خلیفہ دوم کو وہ ایمانی قوت ملی تھی کہ ذرہ برابر نہ پسیجے اور اوسی طرح کھڑے رہے یہانتک کہ جناب امیر کو پکڑ کر لے گئے۔ پھر کیا ممکن تھا کہ جناب سیدہ ایسے شخص سے دو کلام نہ فرمائین کہ اگر بے گناہون کی ہلاکت کا خوف نہ ہوتا تو ہم ضرور تجھپر بددعا کرتے۔ قولہ

(۵) کیا کوئی باغیرت مسلمان اس بات کو روا رکھے گا کہ اوس کی عورت کسی سے مشت و گریبان ہو"

اقول گرچہ جن الفاظ سے آپ اپنا مطلب ادا کر رہے ہین اوسکو تو کوئی نہین گوارا کر سکتا مگر جو واقعہ پیش آیا اس مین تو کسی شریف کو بشرطیکہ وہ شریف ہو اور خدانخواستہ ایسی مصیبت مین مبتلا ہو عذر ہی نہین کہ اس سے بدتر کریگا۔ کیا آپکو واقعات

کربلا مین جناب زینب و ام کلثوم کا دشت کربلا مین جانا نہین معلوم۔ کیا وہ مخدرات عصمت وطہارت دربار کوفہ وشام مین نہین گئین تو کیا دنیا مین اون سے بڑھکر کوئی شریف ہوسکتا ہی؟

اگرچہ یہ صدمہ بھی رسول اللہ پر گذرا کہ جناب سیدہ اور جناب امیر کیساتھ اس طرح کا ظلم وستم کیا گیا اور وہ بھی خود حضرت کی مسجد مین حضرت کی قبر کے سامنے مگر بعد وفات آنحضرت کے بخلاف اسکے خود حضرت پر تو بہت سے واقعات گذر چکے ہین جس مین حضرت نے اسی طرح صبر وتحمل سے کام لیا تو حضرت کے نسبت بھی کیا آپکا یہ فتویٰ ہوگا کہ یہ کام بے غیرتی کا ہے دیکھئے احوال حضرت زینب جنکو آپلوگ دختر رسول کہتے ہین حالانکہ وہ ربیبہ تھین اونپر کیا گذری تاریخ خمیس مین ہی صفحہ ۳۰ کہ جب حضرت زینب مدینہ کو چلی ہین تو ہبار بن اسد نے اونکے اونٹ پر نیزہ مارنا شروع کیا جس سے وہ ایسا تھم گئین کہ اونکا استقرار حمل ہوا اور خون جاری ہوا۔

کیون صاحب کوئی اشد غیرت دار کرسکتا ہے کہ اوسکی بیٹی کی اس طرح بے عزتی ہو کہ مجمع تمام مین اوسکو اسقاط ہو اور خون جاری ہو اور وہ اسکو برداشت کرے اور نہ قتل کرے نہ قید کرے بلکہ جب قابو ملے فتح مکہ مین تو اوسکا اسلام قبول ہوجائے اور گناہ معاف کردیا جائے ملاحظہ ہو تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۱۲

کیا اس سے بڑھکر بھی بے غیرتی ہوئی جو آپ طعن کرتے ہین۔

اس سے بڑھکر سنئے کہ تاریخ خمیس مین ہے صفحہ ۳۰

کان الاسلام فرق بین زینب و بین ابی العاص الا ان رسول اللہ لا یقدر ان یفرق بینہما و کان مغلوبا بمکہ۔

یعنی اسلام نے جدائی ڈالدی تھی درمیان زینب و ابوالعاص کے جو اوس وقت تک کافر تھا مگر رسول اللہ کو بوجہ عدم حمایت اتنی قدرت نہ تھی کہ دونو کو جدا کرسکین۔

اس روایت سے آپکو غور فرمانے تیرہ برس حضرت بعد نبوت مکہ معظمہ مین رہے اور اپنی آنکھون سے یہ ناجائز کو دیکھتے رہے کہ ایک مرد کافر آپکی دختر سے۔۔۔

کرتا ہے۔ مگر بوجہ مظلومیت نہ جدا کر سکے۔

تو اب انصاف سے سنئے جناب امیر اور جناب سیدہ کا یہ فعل تمام شرع و ادب کے موافق تھا کہ تم اوس امر پر راضی نہ تھے کہ وہ باب دین الٰہی کا یہ فعل کہ اپنی بیٹی ایک کافر کے تصرف میں دیتا اور کچھ نہ کر سکے اسلئے اوسکا اسقاط عمل ہوتا ہے۔ اور خلیفہ دوم کو بھی نہیں بھیجتے کہ جا کر اوس کا نو تشنی کر لا دیں۔

آپکا ایک دوسرا موقع دیکھئے اور غیرت رسول کا نمونہ دیکھئے کہ دل آپکا کب ہے جاتا ہے استیعاب میں ہے بلا اذن حاضر ہونا

انه دخل علی رسول الله بغیر اذن فقال له رسول الله واین الاذن فقال ما استأذنت علی احد من مضر وکانت عائشة مع النبی جالسة فقال من هذه الحمیراء فقال ام المومنین قال افلا انزل لک عن اجمل منها فقالت عائشة من هذا یا رسول الله قال هذا احمق مطاع وهو علی ما ترین سید قومه قال ابو عمر کان عیینه یعد فی الجاهلیة من الجرارین یقود عشرة آلاف. وتزوج عثمان بن عفان ابنته فدخل علیه یوما فاغلظ له فقال عثمان لو کان عمر ما اقدمت علیه بهذا فقال ان عمر اعطانا فاغنانا واخشانا فاتقانا۔

کہ عیینہ بن حصن فزاری ایک روز خدمت رسول میں بلا اذن حاضر ہوا تو حضرت نے پوچھا کہ تنے اجازت کیوں نہ طلب کی۔ کہا کہ مینے تو قبیلہ مضر کے کسی شخص سے بھی اجازت نہیں لی۔ اوس وقت عائشہ حضرت کے ساتھ بیٹھی تھیں۔ پوچھا یہ لالو کون ہے حضرت نے فرمایا یہ ام المومنین ہیں۔ اوسنے کہا کہئے تو ہم اپنی زوجہ سے بدل دیں جو اس سے کہیں زیادہ حسین ہے۔ حضرت عائشہ بہت غصہ ہوئیں اور پوچھا یہ کون ہے تو فرمایا یہ احمق ہے مگر اپنی قوم کا سردار ہے جیسا کہ تو دیکھتی ہے۔

ابو عمر کہتے ہیں یہ شخص دس ہزار قوم کا سردار تھا۔ عثمان نے اسکی بیٹی سے عقد کیا تھا ایکروز اسنے عثمان کو بہت سخت سست کہا اوسپر عثمان نے کہا اگر عمر اس مقام پر ہوتے تو اونکو ایسا نہ کہتا۔ اوسنے کہا عمر نے تو ہمکو اسقدر دیا کہ غنی کر دیا۔

کیون مرزا نذر علی صاحب خدا لگتی بات کہیے گا کیا کوئی شریف اسکو گوارا کرسکتا ہی کہ وہ اس طرح بے ادبانہ مکان کے اندر چلا آئے اور اوسکی پیاری زوجہ کی بابت ایسا کلمہ کہے اور وہ بھی چپ رہے بلکہ اوراوسکی تعریف کرے مگر رسول اللہ نے اسکو برداشت کیا حالانکہ حضرت اوس وقت مکہ مین تھے نہ مثل جناب امیر مجبور و مظلوم تھے بلکہ مسلمانون کی شوکت حاصل تھی کہ عمر سا جرنیل فوج موجود تھا جسنے آن کی آن مین روم و ایران کو تخت و تاراج کر دیا پھر انصاف فرمایئے غیرت جناب رسالتمآب زیادہ تھی یا غیرت جناب امیر۔

آپکو اگر اس مین کسی طرح کی بے غیرتی نہ معلوم ہو تو ہمارے لائق مخاطب مولوی عبدالشکور کا ترجمہ اسد الغابہ صفحہ ۲۱۲ جلد دوم دیکھیے جس مین بار ے غیرت کے اونھون نے اس عبارت ہی کو اوڑا دیا اور ترجمہ تک نہ کیا حالانکہ استیعاب مین موجود ہے۔

پھر عثمان صاحب کی غیرت کو دیکھیے کہ وہ جا کر اوسی کی لڑکی سے شادی کرتے ہین اور جب وہ کڑی باتین سناتا ہے تو کہتے ہین اس طرح کی بات عمر سے کیون نہ کرتے جسپر وہ بھی کیا دلچسپ جواب دیتا ہے کہ عمر نے تو ہمکو اتنا دیا کہ ہم غنی ہوگئے

کیون صاحب کیا یہی انصاف ہے کہ عمر صاحب ایک کافر کو تو معذور دین کہ وہ مال اللہ ہو جائے اور بنت الرسول کے ساتھ یہ سلوک ہو کہ وہ نان ستہینہ کو محتاج ہو فدک جو ملا تھا وہ غصب کرلیا جائے۔

آپ تو کہدینگے وہ صحابی تھا لہذا اوسکے لیئے سب جائز تھا مگر ہمارے لائق مخاطب اڈیٹر النجم کا ترجمہ اسد الغابہ دیکھ لیجیے وہ کیسے صحابی تھا لکھتے ہین۔

یہ اون لوگون مین سے تھے جو مرتد ہو کر طلیحہ اسدی کے تابع ہو گئے تھے اور اسکی طرف سے لڑتے تھے انھین لڑائیون مین یہ قید ہو کر حضرت ابوبکر کے پاس آئے مدینہ کے بچے انکو دیکھکر کہتے تھے کہ اے دشمن خدا تو ایمان لانیکے بعد کافر ہوگیا تو جواب دیتے تھے کہ مین تو اللہ پر ایک چشم زدن کے لیئے بھی ایمان نہ لایا تھا۔ پھر اسکے بعد یہ اسلام لائے اور حضرت ابوبکر صدیق نے انکو رہا کر دیا صفحہ ۲۲۴

افسوس کہ حضرت ابوبکر کی اب کوئی بہن نہین باقی تھی ورنہ جس طرح اشعث بن قیس سے جو اسی طرح مرتد ہوا تھا اپنی بہن ام فروہ کو بیاہ دیا ایک ہمشیران کے بھی حوالہ کرتے ۔

بہرحال اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ کبھی سچا مسلمان نہین ہوا بلکہ ہمیشہ کا فرو منافق ہی رہا مگر باوجود اس کے چونکہ وہ اپنی قوم کا سردار تھا اور دس ہزار فوج اوسکے تابع تھی اوسکی یہ عزت افزائی کی گئی کہ ابوبکر نے اوسکو زمین دی بلکہ [illegible] ایک بڑی زمین [illegible] اور [illegible] وقت چاہا [illegible] بخشش [illegible] عنایت سے سرفراز کیا کہ وہ خود کہتا ہے کہ عمر نے مجھکو غنی کر دیا اور اسکی لالچ [illegible] عثمان نے اوسکی بیٹی سے عقد کیا کہ اگر ایسا ہوگا تو یہ دس ہزار کی فوج سے ہماری مدد کریگا۔

جس سے ناظرین اچھی طرح سمجھ سکتے ہین کہ یہ لوگ کیسے [illegible] باز تھے۔

دیکھئے یہی عیینہ حضرت عمر کے منہ در منہ کیا کہتا ہے اوسی اسد الغابہ مین ہے [illegible] چیزون کو حضرت عمر کے پاس لے گئے تو انھون نے کہا اے ابن خطاب تم واللہ انصاف کے ساتھ تقسیم نہین کرتے اور بخشش نہین کرتے یہ سنکر حضرت عمر کو غصہ آیا اور اوسکو سزا دینے کا ارادہ کیا ص۲۲۴

اگر کسی صحابی کی قسم کا اعتبار ہوسکتا ہے تو نہ معلوم اس صحابی کی قسم کیون نہین اعتبار کیا جاتا جو حضرت عمر کی غیر عادلانہ تقسیم پر قسم کھا رہا ہے [illegible] تھا جو پھر حضرت عمر نے اوسکو اتنا دیا کہ وہ غنی ہو گیا اور اپنے داماد عثمان سے کہتا ہے تو کیا عمر کا نام لیتے ہو وہ جنھون نے تو اتنا دیا کہ ہم مالدار ہو گئے ......

اب اسکو کیا کہئے گا کہ ایک منافق نامسلمان کیلئے تو حضرت عمر کی دریا سخاوت اس طرح جوش زن ہو رہا ہے اور بضعۃ الرسول کے ساتھ اونکا یہ سلوک ہے کہ حضرت ابوبکر پر [illegible] فدک بھی لکھتے ہین تو یہ بلانے نگہبانی کی طرح [illegible] چاک کروا دیتے ہین۔ پھر اگر جناب سیدہ اون کا دامن پکڑکر بددعا کی دھمکی دیتی ہین تو آپ حضرات اوسکو خلاف باب عصمت و شرافت قرار دیتے ہین۔ یا للعجب۔

جس رسول کی وہ پیاری جگر تھین جنکے کنار عاطفت مین پرورش کا آپکو اقرار ہے جس کی صحبت صافیہ سے حصہ لینے کا آپکو اعتراف ہے۔ اوس رسول کو غور فرمائے آپنے کس درجہ پر رکھا ہے اور اوسکی عصمت و شرافت کو کیا داغدار بنایا ہے۔ کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم و تمامی صحاح ستہ مین یہ روایت موجود ہے کہ حضرت عائشہ کو کھڑے ہوکر حبشیون کا ناچ دکھاتے تھے جسکے لئے بخاری نے ایک خاص باب باندھا ہے باب نظر المراءۃ الی الحبش ونحوھم من غیر ریبۃ یہ باب اسکا ہے کہ عورت حبشی مردون کی طرف نظر کرے بلا اندیشہ بد نظری۔ اور اس مین اسی حدیث کو لائے ہین کہ حضرت کھڑے ہوکر عائشہ کو ناچ دکھاتے اور عبا کا آڑ کرتے حضرت اسی طرح کھڑے رہتے یہان تک کہ خود عائشہ ہی ناچ دیکھتے دیکھتے تھک جاتین۔ سندی صاحب محشی لکھتے ہین لو قال الی لعبھم او بعض افعالھم لکان اقرب وھو المراد بقولھا وانا انظر الی الحبشۃ والحاصل الفرق بین ان تقصد النظر الی نفس الرجال و بین ان تقصد الی بعض افعالھم واللہ تعالی اعلم ص ۷۶ جلد ۳

یعنی اگر بخاری صاحب یہان بجائے نظر المراءۃ الی الحبش ونحوھم یہ کہتے باب نظر المرءۃ الی لعب الرجال او بعض افعال الرجال تو اچھا ہوتا کیونکہ دونون مین بہت فرق ہے خود مردون کی طرف دیکھنا یا اون کے افعال کی طرف دیکھنا۔

مگر اس محشی کو یہ نہ معلوم تھا کہ حضرت بخاری آپ سے زیادہ واقف کار اور مزاج دان حضرت عائشہ تھے وہ خوب سمجھتے تھے کہ عائشہ کا مقصود اصلی یہی تھا کہ حضرت انکو حبشیون کا تماشا دکھاتے تھے ورنہ اگر یہ مقصود ہوتا کہ بعض افعال رجال کا تماشا دکھانا جائز تھا تو وہ اون روایتوں کو لاتے جنمین ہین حضرت عائشہ نے جنگی سوارون کے کرتب کو دیکھا تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا کوئی باغیرت مسلمان اسکو گوارا کرسکتا ہے کہ خود اپنی بی بی کو حبشیون کا ناچ دکھائے کہ جبتک وہ خود سیر نہو جائے نہ ہٹے۔

حالانکہ جتنے شرفا ہین وہ اگر ناچ رنگ کی صحبتیں قائم کرتے ہین تو زنانہ مکان سے علیحدہ کہ مستورات اونکی ناچ و رنگ نہ دیکھ سکین۔ مگر رسول اللہ پر یہ اتہام لگایا جاتا ہے کہ وہ ایک ایسی شوخ شنگ عورت کو ناچ دکھا رہے ہین جو اپنے پرایون مین ایک خاص نظر سے دیکھی جاتی اور ہر شخص کو اسکا خیال تھا ـــ آج فتنہ ہے تو کل جاکے قیامت ہوگی۔

دیکھئے مسند امام احمد بن حنبل مین ہے صفحہ ۱۴۱

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا یزید قال انا محمد بن عمرو عن ابیہ عن جدہ علقمہ بن وقاص قال اخبرتنی عائشہ قالت خرجت یوم الخندق اقفو اثار الناس قالت فسمعت وئید الارض ورای یعنی حس الارض قالت فالتفت فاذا انا سعد بن معاذ ومعہ ابن اخیہ الحرث بن اوس یحمل مجنہ قالت فجلست الی الارض فمر سعد وعلیہ مدرع من حدید قد خرجت منہا اطرافہ فانا اتخوف علی اطراف سعد قالت وکان سعد من اعظم الناس واطولھم قالت فمر وھو یرتجز ویقول ـــ لیث قلیلا یدرک الھیجا حمل ما احسن الموت اذا حان الاجل قالت فقمت فاقتحمت حدیقہ فاذا فیہا نفر من المسلمین واذا فیھم عمر بن الخطاب وفیھم رجل علیہ سبغۃ لہ یعنی مغفرا فقال عمر ما جاء بک لعمری واللہ انک لجریئۃ وما یؤمنک ان یکون بلاء او یکون تحوز قالت فما زال یلومنی حتی تمنیت ان الارض انشقت لی ساعتئذ فدخلت فیہا قالت فرفع الرجل السبغۃ عن وجھہ فاذا طلحہ بن عبید اللہ فقال یا عمر ویحک انک قد اکثرت منذ الیوم واین التحوز او الفرار الا الی اللہ عز وجل قالت ویرمی سعدا رجل من المشرکین من قریش یقال لہ ابن العرقۃ بسہم لہ فقال لہ خذھا وانا ابن العرقۃ فاصاب اکحلہ فقطعہ فدعا اللہ عز وجل سعد فقال اللھم لا تمتنی حتی تقر عینی من قریظۃ قالت وکانوا حلفاءہ وموالیہ فی الجاھلیۃ قالت فرقی کلمہ وبعث اللہ عز وجل الریح علی المشرکین فکفی اللہ المومنین القتال وکان اللہ قویا عزیزا فلحق

ابوسفیان ومن معہ بتہامۃ ولحق عیینہ بن بدر ومن معہ بنجد ورجعت بنو قریظۃ فتحصنوا فی صیاصیہم۔ خلاصہ اس روایت ظریفہ وحکایت لطیفہ کا یہ ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ مین بروز خندق نکل کر آدمیون کے پیچھے چلی کہ اسی اثنا مین مینے اپنے پیچھے سے زمین پر چلنے کی آواز سنی مینے مڑکر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ سعد بن معاذ اور اونکے ساتھ اونکے بھتیجے حرث بن اوس ایک سپر لئے چلے آتے ہین یہ دیکھکر مین زمین پر بیٹھ گئی اور سعد اس طرح سے گذرے کہ ایک ایسی ذرہ پہنے تھے کہ اونکے اطراف بدن اوس سے نمایان تھے مجھے اونکے اطراف بدن کی بہ نسبت خوف ہوا اور سعد بڑے جسم کے اور بلند قد تھے وہ اس طرح گذرے کہ یہ رجز پڑہتے جاتے تھے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ تھوڑا توقف کر کہ حمل لڑائی کو آ کر پالیگا کیا اچھی چیز ہے موت جب اجل قریب آجائے جب سعد گذر گئے تو مین ایک باغ مین چلی گئی مینے دیکھا کہ اوس باغ مین چند لوگ اہل اسلام سے موجود ہین اور اون مین حضرت عمر بن خطاب بھی ہین اور ایک اور شخص ہے جو مغفر رکھے ہوئے ہے عمر نے مجھے کہا کہ تو یہان کیون آئی قسم ہے اپنی جان کی اور قسم ہے خدا کی کہ تو بڑی جری ہے اور کیا اطمینان ہے تجکو اس امر سے کہ کوئی بلا نازل ہو یا ہم سب یہان سے سمٹ کر چلے جائین حضرت عائشہ کہتی ہین کہ حضرت عمر نے مجکو اسقدر ملامت کی کہ مجھے آرزو ہوئی کہ کاش اوس وقت زمین شق ہو جاتی اور مین اوس مین سما جاتی کہ اسی اثنا مین وہ شخص جو مغفر رکھے ہوئے تھا اوسنے مغفر اپنے منہ سے اوٹھا لیا ناگاہ معلوم ہوا کہ وہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ ہین اونھون نے حضرت عمر سے کہا کہ وائے ہو تجپر اے عمر تونے آج بکثرت کلام کیا ہم سمٹ کر یا بھاگ کر کہان جائینگے سوائے خدا کی طرف حضرت عائشہ کہتی ہین کہ اسی اثنا مین سعد کو ایک شخص نے مشرکین سے جسکو ابن العرقہ کہتے تھے ایک تیر مارا اور کہا کہ لو اسکو اور مین ابن العرقہ ہون وہ تیر سعد کی رگ اکحل پر پڑا اور اوسکو قطع کر ڈالا اونھون نے قریظہ پر دعائے بد کی اور وہ اونکے ہم عہد تھے جاہلیت مین اور اپنے زخم پر افسون پڑھا اور خدا نے ہوا کو بھیجا مشرکین پر اور

کفایت کی خدا نے قتال کی مومنین سے اور خدا قوی عزیز ہے پس ابو سفیان اپنے ساتھیوں کے ساتھ تہامہ چلا گیا اور عیینہ بن بدر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نجد چلا گیا اور بنی قریظہ اپنے قلعوں میں پناہ گزین ہوے تا با آخر حدیث۔

غور کا مقام ہے کہ سنہ ہجری کے ماہ شعبان میں یہ قصہ ہو چکا ہے کہ عائشہ ایک سپاہی جسکا نام صفوان تھا کس درجہ متہم ہو چکی ہیں کہ تمام مدینہ میں یہ خبر عام تھی لعلی انہ نہ تھا جو اس وجہ سے حضرت رسول اللہ پریشان نہ ہوا ہو۔ اور اب تک منہ چھپائے پھرتے ہیں کہ اسی سنہ کے ماہ شوال میں حضرت عائشہ یہ بہادری دکھائیں اور ایسی اوچھل کود لگائیں کہ عمر صاحب کو بھی اقرار کرنا پڑے تو بڑی بے باک لڑکی ہے۔

کیا ہے دنیا میں کوئی عورت کہ جسپر اتنا بڑا اتہام لگایا جائے وہ مہینہ ہی بھر بعد یہ کام کرے کہ جہاں بڑے بڑے سپاہیوں کے اوسان خطا ہوتے ہیں وہاں اس حیا کی سے وہ ٹہلنے جائے۔ پھر اوس سے جو کچھ ہو کیا تعجب ہے۔ اسی کی طرف تو حضرت عمر نے اشارہ کیا جو ایک جہاندیدہ اور تجربہ کار آدمی تھے۔ اور عورتوں کے مکائد سے خوب واقف کہ واللہ انک لجریئۃ وما یومنک ان یکون بلاء اویکون تحوز انہم خدا کی تو بڑی جری ہے اور کیا اطمینان ہے تجھکو اس امر سے کہ کوئی بلا نازل ہو یا ہم سب یہاں سے سمٹ کر چلے جائیں۔

دکیونکہ جملہ ان یکون بلاء بڑا حاوی جملہ ہے جس میں ہر طرح کی بلاؤں کی طرف اشارہ ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ جو ایک بالغ پچاندر گئی ہیں۔ یہ سمجھ کر تو گئی ہونگی کہ یہاں مسلمان ہونگے کیونکہ اگر کفار کا نزول خیال ہوتا کہ کہیں مسلمان دیکھ نہ لیں جو آنحضرت سے کہہ دیں لہذا منزہ اس کا خیال سے گئی تھی کہ یہاں کفار کا پڑاؤ ہوگا۔ وہ ہمکو کیا نہیں کہ ہم کون ہیں۔

بہر حال جہاں حضرت عائشہ کی بہادری ثابت ہوئی کہ عمر صاحب انک لجریئۃ فرما

وہان عمر صاحب کی بہادری بھی ایک اعلیٰ پیمانہ پر ثابت ہوئی کہ عائشہ کو سمجھاتے ہین بچے کیا معلوم ہم سمٹکر چلے جاوین جسکے دوسری مطلب تو یہ ہے کہ حضرت عمر اپنی دور اندیشی دکھا رہے ہین کہ کیا معلوم ہم کہان جاوین ۔ یعنی لڑائی مین بھاگتا ہو تو تم کیا ہوگی ۔

سبحان اللہ حضرت عائشہ مین تو یہ جرات اور بہادری ہو کہ وہ تن تنہا سیر کنان لشکر مخالف مین چلی جاوین ۔ اور عمر صاحب یون سمجھاوین کہ بیٹی تمھین کیا معلوم ہمکو کہان بھاگنا پڑیگا سے ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا ۔

نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ آخر طلحہ کو طاقت ضبط نہ رہی اور بل پڑے کہ دور ہو تجھے کسقدر کلام کیا تو نے ہم سمٹکر کہان جاوینگے اور کہان بھاگ کر جاوینگے بجز خدا ۔

اس سے جہان طلحہ اور عمر کے خیالات مین فرق نمایان ہوا کہ عمر صاحب تو بھاگنے کا ڈراما دکھا رہے ہین ۔ وہان طلحہ بتا رہے ہین کہ ہم لوگ کہان بھاگ کر جا سکتے ہین خواہ اس وجہ سے کہ بہ نسبت عمر ان مین شجاعت تھی خواہ اسوجہ سے کہ اگر پہلے بھاگتے تو بھاگتے اب عائشہ کو دیکھکر کیونکر بھاگ سکتے ہین ۔

اب اگر کوئی اس واقعہ کو اون واقعات سے ملائے جو حضرت عائشہ اور طلحہ کے درمیانی تعلقات کی بابت آپکے مفسرین نے آیہ وما کان لکم ان توذو رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ کی تفسیر مین لکھے ہین تو کیا حضرت عائشہ کی عفت یا پاکدامنی مین کچھ فرق نہین آسکتا ہے ہرگز نہین ہرگز نہین بلکہ یہین سے یہ عقدہ بھی حل ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ کو بعد آنحضرت کے طلحہ و زبیر کے ساتھ رہ جانے اور جنگ جمل برپا کرنے مین کیا کیا راز ہائے مخفی موجود تھے اور یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ کیا کیا تمہیدین اسکی سابق سے ہو چکی تھین اور کیونکر حضرت عائشہ عہد آنحضرت ص سے گھر سے بے اذن نکل بھاگنے کی عادی تھین اور میدان جنگ اور اوسکے حالات و واقعات سے کیسی دلچسپی رکھتی تھین اور غیر مردون سے اونکی معاشرت کے کیا کیا طریقے اور اونکو ایسے مردون سے کیسے کیسے تعلقات تھے اور جنگ جمل مین جو

واقعات گذرے وہ تو اظہر من الشمس وابین من الامس ہین اور اون سے جسقدر امور خفیہ ظاہر ہوتے اور جو پردے فاش ہوتے ہین اون کی توضیح وتصریح کی ضرورت نہین - ۱۲

اب جو محشی بخاری نے فرق نکالا تھا کہ خود مردون کی طرف قصداً دیکھنا اور چیز ہے اور اونکے بعض افعال کی طرف نظر کرنا اور چیز ہے تو وہ بتائین بنگ خندق جو حضرت عائشہ باغ پھاندکر آئی تھین توکس غرض سے نفس رجال پر نظر کرنے یا افعال رجال کو دیکھنے ۔

اب میان پشاوری غور کرین کہ جناب سیدہ کا اوس حالت مظلومی وبیچارگی ہین کہ عمر نے اوس دستاویز کو ہی چاک کر دیا جو ابوبکر نے لکھا تھا - تو جناب سیدہ نے اوسکے دامن کو جھٹکا دیا اور فرمایا کہ اگر بگینا ہون کی ہلاکت کا خوف ہوتا تو ہم تجھپر بددعا کرتے - یہ زیادہ بے غیرتی کی بات ہے - یا رسول کا یہ کام کہ ایسی عورت کو گھر مین رکھے ہوے ہین جسکے یہ افعال ہین - کیونکہ یہ تو ممکن نہین حضرت کو اسکی خبر نہوئی ہو جسپر سکوت ہی کیا اب بتاے کون زیادہ باغیرت ہے یا بے غیرت ۔

چونکہ اس واقعہ کو اکثر مخالفین نے نہایت شد ومد سے لکھا ہے اور انواع واقسام کا استہزا کیا ہے جس سے اکثر مومنین کے دل زخمی ہوتے ہین لہذا ہم دو چار واقعہ اور ایسا لکھتے ہین جس سے معلوم ہو اہلسنت نے کیسی کیسی غیرت وحیا کو خود آنحضرت کیلئے نکالا ہے - کیا کوئی مسلمان اسکو قبول کرسکتا ہے خواہ وہ شریف ہو یا غیر شریف ۔

ایک لطیف واقعہ ہم رسالہ ارسال الحاصب سے نقل کرتے ہین جسمین اس واقعہ کو نہایت لطیف پیرایہ مین لکھا ہے وہو ہذا ۔

"اور الطف لطائف یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست خاص الخاص مین ایک عجیب وغریب مکالمہ ومناظرہ فرمایا جسکے باریک لطائف سے کمتر فہم آشنا ہوسکتا ہے اور جسکی تہ تک پہونچکر اونکے اتباع واشیاع کو بیحد لطف آتا ہے حضرت بخاری اپنی صحیح مین لکھتے ہین حدثنا اسمعیل

بن عبد اللہ قال حدثنی اخی عن سلیمان عن ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ قالت قلت یارسول اللہ ارایت لو نزلت وادیا وفیہ شجرۃ قد اکل منہا ووجدت شجرۃ لم یوکل منہا فی ایہا کنت ترتع بعیرک قال فی الذی لم یرتع منہا تعنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم یتزوج بکرا غیرہا۔ خلاصہ اس روایت کا یہ ہے کہ حضرت عائشہ عروہ بن الزبیر سے بیان فرماتی ہیں کہ مینے ایک مرتبہ آنحضرت صلعم سے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ کسی وادی مین نزول اجلال فرمائین اور اوس وادی مین چند درخت ایسے ہون جن مین سے اوراونٹون نے پتے کھائے ہون اور وہان آپ ایک درخت ایسا پائین کہ اوس مین سے کسی اونٹ نے کچھ نہ کھایا ہو تو آپ اپنے اونٹ کو کس درخت سے چرنے کیلئے چھوڑیگا آنحضرت نے جواب دیا کہ مین اپنے اونٹ کو اوسی درخت سے چرنے کیلئے چھوڑ ونگا جس مین سے کسی اونٹ نے کچھ نہ کھایا ہو مینے کہا یارسول اللہ مین ہی وہ درخت ہون عروہ بن الزبیر کہتے ہین کہ مراد حضرت عائشہ کی یہ تھی کہ آنحضرت صلعم کی ازواج مین سوائے حضرت عائشہ کے دوسری عورت بکر نہ تھی آسے حضرت مخاطب سنا آپنے کہ جناب عائشہ نے اس مکالمہ لطیفہ ومناظرہ خفیفہ مین آنحضرت صلعم سے کیا پر لطف تقریر کی اور کس طرح آنحضرت کو اپنے بکر ہونے کی طرف توجہ دلاکر اپنے ہی طرف ترغیب دی ہے اور کیا کیا لطیف تشبیہین اپنے لیے اور دیگر ازواج کیلئے اور آنحضرت کیلئے تراشے ہین اور کس طرح آنحضرت کو خود آنحضرت کے اقرار کے بموجب اپنے ہی مجامعت پر مجبور کیا ہے اگر اس کے لطائف اور تشبیہات آپکی سمجھ مین نہ آئے ہون تو ہم آپکو سمجھائے دیتے ہین ذرا متوجہ ہو کر گوش دل سے سنیئے دیکھئے اس مکالمہ اور مناظرہ مین حضرت عائشہ نے دولت سرا ہوئی کو جسمین حجرات ازواج نبی ہوئے تھے ایک وادی سے تشبیہ دی ہے اور ہر ہر زوجہ کو ایک ایک شجر سے تشبیہ دی ہے اور سوا اپنے دیگر ازواج کو بسبب اسکے کہ وہ ثیبات تھین اور تصرف مین اور شوہرون کے آچکی تھین ایسے درختون سے

صحیح بخاری جلد ۲

مشابہ کیا ہے جن مین سے کچھ لوگون کے اونٹ پتے کھا چکے ہون اور اپنی تئین بسبب بکر ہونے کے ایسے درخت سے مشابہ کیا ہے جسمین سے کسی کے اونٹ نے کوئی پتا نہ کھایا ہو اور بوجہ ابو بکر کی بیٹی ہونے کے غضب یہ کیا ہے کہ آنحضرت ؐ کے عضو خاص کو چرنے والے اونٹ سے تشبیہ دی ہے اور اسی کے ضمن مین اپنے مقام مخصوص کو ہری بھری شاخ درخت سے تشبیہ دی ہے اور آنحضرت سے دریافت کیا ہے کہ اگر آپ کھائے ہوئے درختون کے علاوہ ایک ایسا درخت پائین جو نہ کھایا ہوا ہو تو اپنے اونٹ کو کس درخت سے چرائینگا اور جب آنحضرت ؐ نے یہ جواب دیا کہ مین اپنے اونٹ کو اوسی درخت سے چراونگا جو کھایا ہوا نہو تو کس ادا سے فرمایا کہ یا رسول اللہ ؐ مین ہی وہ درخت ہون مراد یہ تھی کہ آپ فرما چکے ہین کہ مین اپنے اونٹ کو اوسی درخت سے چراؤنگا جو کھایا ہوا نہو لہذا اوب آپ پر واضح ہو کہ مین ہی وہ درخت ہون جو کھایا ہوا نہین ہے یعنی مین آپکی ازواج مین صرف بکر ہون اور کسی نے مجھپر تصرف نہین کیا اور دیگر بی بیان آپکی اور مردون کے تصرف مین آچکی ہین پس آپ کو اپنے اقرار کے بموجب چاہیئے کہ اپنے اونٹ کو کسی کھائے ہوئے درخت سے نہ چرائیے یعنی کسی اور بی بی سے مقاربت نہ کیجئے اور صرف میری ہی شاخ سرسبز سے اپنے اونٹ کو چرائیے اور مجھی سے مقاربت کیجئے اسے حضرت مخاطب اب آپ سمجھئے کہ آپکی مادر گرامی نے فرط شوق مقاربت مین آنحضرت سے کیسی عمدہ تقریر کی ہے اور کس طرح آنحضرت کو مجبور کیا ہے کہ صرف اونھین کی مقاربت مین ہمیشہ مشغول رہین اور کسی اور بی بی کی طرف متوجہ نہون اور محض اسی پر اکتفا نہین کی بلکہ مقام فخر مین یہ سارا مکالمہ و مناظرہ عروہ بن الزبیر سے بیان ہی کر دیا جسکی وجہ سے یہ امر شایع و ذایع ہو گیا اور اعصار متاخرہ تک اسکی روایت باقی رہی اور آپکے علما کو موقع ملا کہ اس واقعہ سے مشروعیت ضرب المثل و تشبیہ پر استدلال کرین اور حضرت عائشہ کی بلاغت اور اونکی حسن تاتی کو امور مین ظاہر فرمائین چنانچہ علامہ ابن حجر فتح الباری مین اس روایت کی شرح مین یون رقم فرماتے ہین وفی ھذا الحدیث مشروعیۃ ضرب المثل و تشبیہ شئی

موصوف بصفۃ بمثلہ مسنوب الصفۃ وفیہ بلاغۃ عائشۃ وحسن تانیھا فی الامور یعنی اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ضرب مثل جائز ہے اور ایک شی کو جو موصوف ایک صفت کے ساتھ ہو اوسکی مثل سے جسمین وہ صفت ہو تشبیہ دیسکتے ہین اور اس حدیث سے بلاغت عائشہ کی اور حسن تانی یعنی نرمی اور سہولت سے کام لینا اون کا امورمین ظاہر ہوتا ہے بالجملہ حضرت عائشہ نے اس واقعہ کے بیان سے اپنی خوب ہی فضیلت ظاہر کی جس سے اونکے اتباع و اشیاع کو تو یہ موقع ملا اونکی بلاغت کو ظاہر کرین اور یہ بتائین کہ وہ سہولت سے کام نکالنے کی ترکیبین خوب جانتی تھین اور ہمکو اسکا محل ہوا کہ ہم اس واقعہ سے اپنے مخاطب کو مطلع کرکے اون کی مادر گرامی کی رغبات نفسانی و جذبات شہوانی کا نمونہ دکھائین۔

میان پشاوری بتاؤ کیا کوئی باغیرت مسلمان اس بات کو گوارا کرسکتا ہے کہ وہ رسول اللہ سے اس طرح کی تقریر مجمع عام مین کرے اور پھر آنحضرت ایسی عورت کو گھر مین رہنے دین چہ جائیکہ اوس سے خوش ہون اور وہ سب سے زیادہ محبوبہ و معشوقہ ہو۔

آپ اگر خود واقعہ عقد عائشہ کو خیال کرینگے تو آپکو معلوم ہوگا اس درجہ کی حیا داری سے اس مین کام لیا گیا ہے کہ دنیا مین جتنے ارذال ہین وہ اس واقعہ کو سنکر گردن جھکا لینگے اور پھر کسی شریف کے مقابلہ مین گردن نہ اوٹھائینگے ازالۃ الخفا مین ہے۔ ص ۱۱ مقصد دوم

وازانجملہ آنست کہ چون خدیجہ رضی اللہ عنہا متوفی شد حضرت صدیق حضرت عائشہ را در عقد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آورد و در آن باب اولی کہ بہتر ازان صورت بند در عایت نمود عن حبیب مولی عروۃ قال لما ماتت خدیجہ حزن علیھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتاہ ابوبکر بعائشۃ فقال یا رسول اللہ ھذہ تذھب بیعض حزنک وان فی ھذہ خلفاً من خدیجۃ ثم ردھا فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یختلف الی ابی بکر الحدیث

اخرجه الحاكم وعن عائشة قالت قدمنا المدينة فذكرت القصة الى ان
قالت قال ابوبكر يا رسول الله ما يمنعك ان تبتني باهلك فقال رسول
الله صلعم الصداق فاعطاه ابوبكر اثنتي عشرة اوقية ونشا فبعث بها رسول الله
صلعم الينا وبنى بي رسول الله صلى الله عليه وسلم في بيتي هذا الذي
انا فيه اخرجه الحاكم وابو عمر في الاستيعاب مثله اے حضرت مخاطب
ذرا غور فرمایئے کہ آیا کسی شخص با حیا سے ہو سکتا ہے کہ اپنی لڑکی کسی غیر مرد کے
سامنے لائے اور اوس سے کہے کہ اگر آپکی زوجہ نہیں ہیں تو مجھ سے نسبت کیجئے یہ لڑکی
آپکے شوہر [illegible] یہ اپنے خون ملانے کو [illegible] دیگی اور آپ کی زوجہ اول
کے قائم مقام ہوگی اور بالاتر اس سے یہ ہے کہ جب اوس لڑکی کا عقد اوس مرد سے
ہو جاوے اور وہ طالب رخصت اوس لڑکی کا نہ ہو تو صاحب دختر خود آکر دریافت
کرے کہ کیوں آپ اپنی زوجہ سے ہم بستر نہیں ہوتے اور اگر وہ عذر کرے کہ میرے
پاس ابھی مہر نہیں ہے تو یہ صاحب دختر خود ادا کر مہر اوسکو دیکر اپنی دختر کے ساتھ
ہم بستر کرے ساتھ ان ذات [illegible] سبحان اللہ این کار از تو آید و مردان چنین کنند
مگر یہ نہ سمجھئے کہ حضرت [illegible] من انقاضا نہیں کی اور بھی [illegible] کیونکہ مہر وغیرہ تو خود
میان ابوبکر نے [illegible] حضرت سے مخاطب ہوے چنانچہ مدارج النبوة میں ہے
جلد ۲ صفحہ ۱۷
و مرویست از حضرت عائشه رضی الله عنها که گفت چون با مدینه آمدیم پدر من ابوبکر صدیق
در محله سنح بر حبیب بن اساف یا بر خارجه بن زید فرود آمد روزی آنحضرت بمنزل آمد
نزد آنحضرت جمعی از مردان و زنان انصار گرد آمدند مادر من گرفت و دست مرا شانه
کرد و فرق نهاد و روی من بشست و مرا میکشید تا بدر خانه که آنحضرت صلی الله
علیه وسلم میبود رسانید نفس من بر من تنگ آمد پس لحظه توقف کرد تا ساکن شد و آرامی
در من پیدا شد پس درآمدیم درون خانه دیدم که آنحضرت بر سریر نشسته است مادر من
مرا برد و در کنار آنحضرت نشاند و گفت یا رسول الله این اہل تست خدا تعالے

برکت گناہ در وی از برای تو و برکت کناد در تو از برای وی پس مردم از خانہ بیرون رفتند و حضرت بن زفاف کرد و ہیچ شتر و گوسفندی نکشتند و طعام عروسی کہ آنرا ولیمہ گویند کاسہ شیر بود کہ از خانہ سعد بن عبادہ آمدہ بود و من در آن روز نہ سالہ بودم و از اسماء بنت عمیس مرویست کہ گفت من در روز زفاف عائشہ موجود بودم واللہ کہ در آن روز ہیچ طعام ولیمہ حاضر نبود الا قدح شیری کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مقدارے ازان تناول فرمود بعد ازان بعائشہ داد وی شرم داشت کہ بگیرد و من گفتم دست پیغمبر را ردمکن و بستان پس بشرم تمام آنرا گرفت و مقدارے ازان بآشامید۔

جس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت اس تہیہ سے تشریف لائے تھے نہ کسی طرح کی بات چیت بھی بلکہ آپ محلہ سنح میں جو انصار کا محلہ تھا اور ابوبکر صاحب وہین اقامت پذیر تھے۔ وہان حضرت تشریف لائے ہین مردان و زنان انصار سے بات چیت کر رہے ہین کہ مادر عائشہ نے بناؤ سنگھار کرکے دوپہر کے وقت حضرت کی گود مین لاکر بٹھا دیا۔ پھر بتاؤ ایسے وقت مین کون اسامر و ضبط کر سکتا ہے۔

ان واقعات سے تم خود نتیجہ نکالو کہ حضرت کو محبت تھی یا مجبوری۔

آپکو اور ہمکو بھی حضرت ام المومنین حفصہ سے بھی تو بروز قیامت سامنا کرنا ہے۔ اونکے نسبت بھی جو غیرت آمیز کارستانیان آپنے یا آپکے دوم نے کی ہے اوسکو بھی تو سن لیجئے کہ معلوم ہو آپکے خلفا کیسے باغیرت اور باحمیت تھے اور خلیفہ دو کا درجہ اول سے کسی طرح کم نہین بلکہ دس گز زیادہ ہے بخاری صاحب اپنی صحیح مین لکھتے ہین۔

باب عرض الانسان ابنتہ او اختہ علی اھل الخیر حدثنا عبد العزیز بن عبد اللہ حدثنا ابراھیم بن سعد عن صالح بن کیسان عن ابن شہاب قال اخبرنی سالم بن عبد اللہ انہ سمع عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یحدث ان عمر بن الخطاب حین تایمت حفصہ بنت عمر من خنیس بن حذافہ السہمی وکان من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتوفی بالمدینۃ

فقال عمر بن الخطاب اتیت عثمان بن عفان فعرضت علیہ حفصہ فقال سانظر فی امری فلبثت لیالی ثم لقینی فقال قد بدا لی ان لا اتزوج یومی ھذا قال عمر فلقیت ابابکر الصدیق فقلت ان شئت زوجتک حفصہ بنت عمر فصمت ابوبکر فلم یرجع الی شیئا وکنت اوجد علیہ منی علی عثمان فلبثت لیالی ثم خطبھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانکحتھا ایاہ فلقینی ابوبکر فقال لعلک وجدت علیّ حین عرضت علیّ حفصہ فلم ارجع الیک شیئاً قال عمر قلت نعم قال ابوبکر فانہ لم یمنعنی ان ارجع الیک فیما عرضت علیّ الا انی کنت علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولو ترکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلتھا۔ ص۱۵۳ جلد۳

حاصل اس روایت لطیفہ کا یہ ہے کہ خلیفہ دوم کے پوتے حضرت سالم اپنے باپ حضرت عبداللہ بن عمر سے نقل کرتے ہیں کہ خود خلیفہ دوم حضرت عمر فرماتے ہیں کہ جب خنیس بن حذافہ سہمی شوہر حفصہ مدینہ میں مرگیا اور حفصہ بیوہ ہوگئی تو میں خود عثمان بن عفان کے پاس گیا اور میں نے اوس پر حفصہ کو پیش کیا (معلوم نہیں خلیفہ صاحب حفصہ کو بھی اپنے ہمراہ پیش کشی کے واسطے لیتے گئے تھے یا محض زبانی پیش کیا تھا بہرکیف خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ) عثمان نے کہا کہ میں عنقریب اپنے امر میں نظر کرونگا میں نے چند شب توقف کیا اسکے بعد عثمان مجھ سے ملے اور کہنے لگے کہ مجھے مصلحت یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ میں فی الحال تزویج نہ کروں خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ اسکے بعد میں ابوبکر کی ملاقات کو گیا اور میں نے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تم سے حفصہ کی تزویج کردوں ابوبکر چپ ہو رہے اور مجھکو کچھ جواب نہ دیا مجھے ابوبکر پر عثمان سے زیادہ غصہ آیا میں نے چند شب اور توقف کیا اور اسکے بعد رسول اللہ نے حفصہ کا خطبہ کیا میں نے اونکے ساتھ اوسکا نکاح کردیا اسکے بعد ابوبکر مجھے ملے اور کہنے لگے شاید تم اوس وقت مجھسے ناراض ہوگئے جب تم نے حفصہ کو مجھپر پیش کیا اور میں نے

تمکو کچھ جواب نہ دیا پیٹھے کہا ہان ابوبکر کہنے لگے کہ مجھے اوس امر کے متعلق جو تم نے
پیش کیا تھا تمکو جواب دینے مین کوئی امر مانع نہ تھا سوا اسکے کہ مین جانتا تھا کہ رسول
خدا نے حفصہ کا ذکر کیا ہے اور مجھے مناسب نہ تھا کہ مین رسول خدا کا راز افشا کرون
اور اگر رسول خدا حفصہ کو چھوڑ دیتے یعنی اوس سے عقد نکرتے تو مین اوسکو قبول
کر لیتا۔ اے حضرت مخاطب ذرا آپ متوجہ ہو کر سنین کہ اس روایت شریفہ وحکایت
لطیفہ مین کیسے کیسے امور قابل التفات مندرج ہین پہلا امر تو یہی قابل غور ہے
کہ حضرت ثانی کو حضرت حفصہ کے شوہر اول کے مرتے ہی کس قدر جلد فکر اون کے
عقد ثانی کی پیدا ہوئی جسکی وجہ اگر کثرت جذبات نفسانی حضرت حفصہ نہو تو کم
سے کم خود حضرت عمر کے نان ونفقہ وخرچ سے تنگدلی تو ضرور ہوگی اگر اس زمانہ کے
وہ حضرات اہلسنت جو حق پسند ہونگے ان کیلئے بیحد و بہایت کوشش کرتے ہین اس
روایت کو پیش نظر رکھکر حضرت عمر سے دلیل قوم کی دلالت سے رہائی حاصل
کرین اور باتباع حضرت خلیفہ ثانی فعل کو قول کے مطابق کر دکھائین تو پوری
کامیابی کی امید ہے دوسرا امر جو قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عمر نے مطلقاً
شرم وحیا سے کام نلیا اور حضرت حفصہ کو باوصف کبیرۃ السن ہونیکے پہلے حضرت
عثمان پر پیش کیا اور اونکے انکار کے بعد ابوبکر پر پیش کیا جسکی وجہ علمائے اہل
سنت یہ ظاہر کرتے ہین کہ آدمی کو اپنی بیٹی کا اہل صلاح و خیر پر پیش کرنا جائز
ہے جیسا کہ بخاری کے عنوان باب سے ظاہر ہے اور ابن حجر عسقلانی اس قصہ
کی شرح مین لکھتے ہین وفیہ عرض الانسان بنتہ وغیرھا من مولیاتہ
علی من یعتقد خیرہ وصلاحہ لما فیہ من النفع العائد علی المعروضۃ
علیہا وانہ لا استحیاء فی ذلک لیکن ناظر نبیہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ عذر کہان
تک معقول اور قابل قبول ہے اور لطیف تر یہ ہے کہ خود اسکی حقیقت حضرت
عسقلانی ہی کے بعض افادات سے ظاہر ہوتی جاتی ہے کیونکہ شارح موصوف
اسی فتح الباری مین اسی واقعہ کے متعلق ایک روایت سعید بن المسیب سے

ظاہر کرتے ہین [illegible] عبارت [illegible] عثمان مذکور ہے فتوفیت رقیہ [illegible] وھو
[illegible] حفصہ [illegible] تھا مین فلان سے
[illegible] صاحب کو مقصود [illegible] تھا کہ عثمان کو جو حزن و
ملال اپنی زوجہ کے انتقال سے تھا وہ بدل بسرور وحبور ہو جائے اور انکا دل
صدمہ سے بہل جائے اور یہ خیال جیسا پر ازشرم دنیا ہے ہر عاقل اسکو بخوبی جانتا
ہے تشریح کی حاجت نہین ہے تیسرا امر قابل لحاظ یہ ہے کہ حضرت عمر نے جب حفصہ کو
ابوبکر پر پیش کیا تو حیرت ہے یہ بھی قرین شریف مین موجود تھا کہ ابوبکر صاحب زوجہ ہے
لیکن باایں ہمہ پیش کرنے مین حفصہ کے معاذ اللہ تقرر یا جیسا کہ ابن حجر عسقلانی صاحب
فتح الباری عبارت سابقہ سے متصل بحریر فرماتے ہین وفیہ انہ لاباس بعرضہا
علیہ وان کان متزوجا لان ابا بکر کان حینئذ متزوجا یعنی اس حدیث سے
یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بیٹی کے پیش کرنے مین [illegible] کچھ حرج نہین ہے اگرچہ وہ شخص
آدمی صاحب [illegible] ہو کیونکہ ابوبکر اوس وقت مین صاحب زوجہ تھے سبحان
اللہ یہ بھی عجب حسن عقیدت ہے اگر جو کچھ حضرت عمر سے صادر ہو وہ ہر پہلو اور ہر
عنوان سے مستحسن اور قابل عمل ہے مگر تعجب ہے کہ کیون خود معتقدات اہلسنت
اس سنت عمری پر عامل نہین ہوتے وکیون اپنی بیٹیان اہل خیر پر [illegible] نہین
کرتے اور کیون اپنی بیٹیون کے لئے ایسے ہی شوہر زیادہ تلاش کرتے ہین جو صاحب
زوجہ ہون چوتھا امر قابل لحاظ یہ ہے کہ حضرت عمر نے حضرت حفصہ کو صرف عثمان
وابوبکر ہی پر پیش کیا اور دیگر اصحاب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
مطلقا تعرض نہ کیا اور ان مین کوئی شخص اہل [illegible] سے [illegible]
حضرت عمر [illegible] پیش فرماتے [illegible] پیش کرتے [illegible] واقعہ
سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات ثلثہ مین خاص طور پر ایسے تعلقات
خفیہ تھے جنسے اور لوگ آشنا نہ تھے اسی وجہ سے حضرت عمر نے یہ چاہا
کہ گھی کھچڑی مین جائے پانچوان امر قابل التفات یہ ہے کہ انشاء اللہ حضرت عمر

اسقدر معقول آدمی تھے کہ حضرت عثمان کے عذر کرنے سے خفا ہوگئے حالانکہ کوئی
بات خفا ہونے کی نہ تھی اس لئے کہ حضرت عثمان نے اونکو فوراً جواب نہین دیا
بلکہ وعدہ کیا کہ مین غور کرکے جواب دونگا اور جب جواب دیا تو اچھے عنوان سے
جواب دیا اور کہا کہ مین بالفعل تزویج کا قصد نہین رکھتا ہون اور یہ نہین کہا کہ
آپکی لڑکی بوجہ ثیبہ وکبیرۃ السن ہونے کے میرے قابل نہین ہے لیکن حضرت عمر
باانیہمہ خفا ہوگئے یہ بھی ایک عجیب امر ہے کہ آدمی اپنی ثیبہ اور کبیرۃ السن لڑکی
کو خودہی تو دوسرے شخص پر پیش کرے اور اگر وہ شخص کسی عذر معقول کے ساتھ
اوسکو جواب دیدے تو اوس سے خفا ہوجائے لیکن غالباً حضرت عمر کے خفا ہونیکی
خاص وجہ یہ ہوگی کہ وہ اپنے آپکو اتالیقی رسول خدا صلعم کے منصب پر فائز سمجھتے
تھے اور خدا کو بھی اپنا تابع سمجھتے تھے اس لئے کہ وہ معاذاللہ اونکی رائے کے موافق
وحی نازل فرماتا تھا پس اگر ایسا شخص شرم کو بالائے طاق رکھکر کسی سے اپنی بیٹی
کے عقد کا سوال کرے اور وہ شخص اس سوال کی قدر نہ کرے اور اوسکو رد
کردے تو درحقیقت مستوجب کمال عتاب ہے چھٹا امر قابل توجہ یہ ہے کہ
حفصہ کے پیش کرنیکے متعلق حضرت عمر کے سوال کو جب حضرت ابوبکر نے قبول نہین
کیا تو وہ اور بھی زیادہ خفا ہوئے جیسا کہ خود کہتے ہین وکنت اوجد علیہ منی
علی عثمان یعنی مین ابوبکر پر بہ نسبت عثمان کے زیادہ تر غضبناک ہوا اسکی توجیہ
مین عسقلانی شارح بخاری نے جو کچھ لکھا ہے وہ قابل دیکھنے کے ہے لکھتے ہین
قولہ وکنت اوجد علیہ ای اشد موجدۃ ای غضبا علی ابی بکر من
غضبی علی عثمان وذلک لامرین احدھما ماکان بینھما من اکید
المودۃ ولان النبی کان اخی بینھما واما عثمان فلعلہ کان تقدم من
عمر ردہ فلم یعتب علیہ حیث لم یجبہ لما سبق منہ فی حقہ و
الثانی لکون عثمان اجابہ اولا ثم اعتذر لہ ثانیا ولکون ابی بکر لم یعد
علیہ جوابا خلاصہ اسکا یہ ہے کہ عسقلانی صاحب فرماتے ہین کہ حضرت عمر کا حضرت

ابوبکر پر زیادہ غضبناک ہونا دو امروں کی وجہ سے ہوا ایک تو یہ کہ عمر و ابوبکر مین نہایت گہری دوستی تھی اور اس سلئے کہ آنحضرتؐ نے ان دونون کے درمیان مواخات بھی کردی تھی (یعنی ایسی حالت مین حضرت ابوبکر کا اپنے ایسے گہرے دوست اور بھائی کی بیٹی کو قبول نکرنا نہایت باعث غضب ہے) لیکن عثمان پس شاید عمر نے پہلے عثمان کو رد کردیا ہو (یعنے شاید عثمان نے پہلے خود عمر سے حفصہ کا خطبہ کیا ہو اور عمر صاحب نے عثمان کو رد کردیا ہو) پس عثمان نے عرض عمر کو جب قبول نہ کیا تو عمر نے اونپر عتاب نہین کیا اسلئے کہ سابقاً خود حضرت عمر ایسا ہی کر چکے تھے۔ (یعنی چونکہ پہلے عمر نے عثمان کا کہنا نہ مانا تھا اسلئے جب عثمان نے عمر کا کہنا نہ مانا تو عتاب کا موقع نہ رہا) اور دوسرے وجہ شدت غضب کی یہ ہے کہ عثمان نے پہلے تو عمر کا کہنا مان لیا اور کہا مین غور کرونگا پھر عذر کردیا اور ابوبکر نے عمر کو کچھ جواب ہی نہ دیا۔ (یعنی چونکہ عثمان نے حضرت عمر کی اتنی مراعات کی کہ جواب دیدیا اور عذر معقول کیا اور ابوبکر نے حضرت عمر کو قابل جواب بھی نہ سمجھا اس وجہ سے حضرت عمر اون سے بہت خفا ہو گئے لیکن اس افادۂ حضرت عسقلانی مین فی الجملہ تامل ہے اسلئے کہ حضرت عسقلانی کا یہ فرمانا کہ عمر نے عثمان پر عتاب نہین کیا اگر مراد اس سے یہ ہے کہ حضرت عمر نے اپنی غلظت و فظاظت سے کام لیکر اونکو برا بھلا نہین کہا اور روبرو سب وشتم کے مرتکب نہین ہوئے تو خیر اور اگر مقصود یہ ہے کہ اونکو عثمان کا جواب صاف دینا اور حفصہ کو باوصف عرض قبول نکرنا برا نہین معلوم ہوا اور وہ اس سے غضبناک نہین ہوئے تو یہ امر بالکل غلط ہے کیونکہ وہ خود کہہ رہے ہین وکنت اوجد منی علی عثمان یعنی مین ابوبکر پر عثمان سے زیادہ غضبناک ہوا جس سے صاف ظاہر ہوا کہ وہ عثمان پر ضرور غضبناک ہوئے لیکن یہ اور بات ہے کہ حضرت ابوبکر پر اونکے غیظ کا تھرمامیٹر بدرجات عدیدہ مترقی ہوگیا سا تو ان امر قابل غور یہ ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ابوبکر مین اس واقعہ سے ایسی کشیدگی ہوگئی کہ

حضرت عمر نے حفصہ کا نکاح رسول خدا سے کر دیا اور حضرت ابوبکر کو اوس مین
شریک تک نہ کیا لیکن حضرت عمر بعد نکاح ہو جانے کے حضرت عمر سے
اوس عذر کے خواہ ہوئے انہون نے [illegible] ابوبکر نے حضرت عمر
سے وقت ملاقات کے لطافت سے دریافت کیا کہ شاید تم [illegible] کہ مین نے تجھ
سے حفصہ کو تجویز پیش کیا اور تمکو جواب نہین [illegible] سے
حضرت عمر نے اوسکے جواب مین قرابت قرار دیا [illegible] ہونے کو ایسے
واقعات شیخین کی بھری دکھی اپنی درجہ کی ضرورت [illegible] واقع ہے
تھے ایسے ہی موانع سے [illegible] لونڈی امر [illegible] حضرت ابوبکر نے
حضرت عمر سے یہ عذر کیا کہ مجھے کوئی مانع نہ تھا مین [illegible] کیونکر کہون
سوا اسکے کہ مجھے معلوم تھا کہ رسول خدا نے حفصہ کا ذکر [illegible] مین حضرت
کا راز افشا کر سکتا تھا حالانکہ یہ عجیب عمل عذر ہے کیونکہ [illegible] سمجھے کہ درحقیقت
ایسا ہی تھا کہ حضرت ابوبکر [illegible] رسول خدا [illegible] شریک نہ ہو سکتے تھے
کہ مین حفصہ سے اس وجہ سے عقد نہین کر سکتا [illegible] کا ذکر کیا ہے
لیکن کیا مجال کہ عقد تک نہین کر سکتے تھے [illegible] وہ کچھ ایسا ہے کہ
بالفعل مجھے اس عقد کی منظوری کرنے مین بعض [illegible] وجہ سے مجھے معاف
رکھیے آخر حفصہ چپ ہو رہے اور [illegible] کہ یہ ضرورت تھی جس سے
حضرت عمر بےانتہا خفا ہو گئے اور اونکی نسبت [illegible] جو صیغہ فعل
التفضیل ہے اپنے اظہار غیظ و غضب کیلئے استعمال فرمایا [illegible] ملاحظہ
یہ ہے حضرت ابوبکر نے آخر کلام مین عجیب طرح سے بیان کیا ہے کہ لو ترکہا رسول
اللہ لقبلتہا یعنی اگر رسول خدا حفصہ کو چھوڑ دیتے اور [illegible] سے نکاح نہ کرتے
تو مین اوسکو قبول کر لیتا جس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر [illegible] حضرت خدا
مین [illegible] زیادہ [illegible]
تھین کہ درحقیقت رسول خدا [illegible] قبول کر لیتے

تو اونکو لازم تھا کہ جب حضرت عمر نے حفصہ کو اون پر عرض کیا ہے تو اوس وقت کم سے کم ایک جواب ٹال دیتیں اور حضرت عمر کو وجہ سے اوجہ نہ بتاتے اوس وقت بالکل خاموشی اور اس وقت معذرت میں یہ شاعرانہ لسانی دونون امر قابل دیدو لائق شنید ہیں بالجملہ اس واقعہ سے اگرچہ حضرات عالیات دونون صاحبون کی حیاداری بخوبی ظاہر ہوتی ہے لیکن حضرت ثانی کا نمبر اول سے بمراتب عدیدہ اول نظر آتا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دوسرا واقعہ جسمین دوسرے خلیفہ صاحب کی حیاداری واقعہ سابقہ سے زیادہ تر ظاہر ہوتی ہے اور سننے اور دیکھنے کہ حضرت حفصہ کے بارہ مین اونھون نے اپنے عہد خلافت مین کسقدر شرم وحیا سے کام لیا ہے جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفا مین ذکر اجتہاد وقضایا ے عمر مین تحریر کرتے ہین اخرج عن جریج قال اخبرنی من اصدق ان عمر بینا ھو یطوف سمع امرءۃ تقول ـ تطاول ھذا اللیل واسود جانبہ ـ وارقنی ان لا خلیل الاعبہ ـ فلولا حذار اللہ لا شئ مثلہ ـ لزعزع من ھذا السریر جوانبہ فقال عمر و مالک قالت اعزبت زوجی منذ اشھر وقد اشتقت الیہ قال اردت سوءا قالت معاذ اللہ قال فاملکی علیک نفسک فانما ھو البرید الیہ فبعث الیہ ثم دخل علی حفصۃ فقال انی سائلک عن امر قد ھمنی فافرجیہ عنی کم تشتاق المرأۃ الی زوجھا فخفضت راسھا واستحیت۔

قال فان اللہ لا یستحیی من الحق فاشارت بیدھا ثلثۃ اشھر والا فاربعۃ اشھر فکتب عمر ان لا تحبس الجیوش فوق اربعۃ اشھر۔ محصل اس روایت کا یہ ہے کہ حضرت عمر ایک شب گشت لگا رہے تھے کہ اونھون نے سنا ایک عورت دو شعر پڑھ رہی ہے جنکا حاصل یہ ہے کہ یہ شب دراز ہوگئی اور اوسکا کنارہ سیاہ ہوگیا۔ اور مجھکو اس امر نے جگایا کہ کوئی میرا ایسا دوست نہین ہے کہ جس سے مین ملاعبت کرون پس اگر خوف نہوتا اوس خدا کا جسکی مثل کوئی چیز نہین ہے تو ضرور اطراف اس تخت کی جسپر مین موجود ہون ہلتی ہوئی ہوتی مراد یہ ہے کہ مین کسی دوست کو بلا کر اوس سے مشغول بمباشرت ہوتی حضرت عمر نے یہ شعر سنا

تو اوس عورت سے فرمایا کہ تیرا کیا حال ہے اوسنے کہا کہ اتنے میرے شوہر کو چند ماہ سے لڑائی پر بھیجا ہے اور مجھے اوسکا اشتیاق ہے حضرت عمر نے کہا کیا تیرا ارادہ کسی امر بد کا ہے اوسنے معاذ اللہ حضرت عمر نے کہا اپنے نفس کو روکے رہ تیرے شوہر کے آنے مین صرف اتنی دیر ہوگی کہ قاصد اوس تک پہونچے بعد اسکے قاصد اوس عورت کے شوہر پاس روانہ کیا اور اسکے بعد حضرت عمر اپنی بیٹی حضرت حفصہ پاس آئے اور اون سے فرمایا کہ مین تمسے ایک امر دریافت کرتا ہون جس نے مجھے رنج مین ڈالا ہے اور اوس امر کو تم مجھسے کھول دو بتاؤ کہ عورت اپنے شوہر کی طرف کتنے دنون مین مشتاق ہوتی ہے حضرت حفصہ نے سر اپنا جھکا لیا اور شرما گئین مگر خلیفہ صاحب نے جملہ فان اللہ لا یستحی من الحق اپنی زبان پر جاری کرکے اونکو بتانے پر مجبور کیا آخرکار اونھون نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ تین مہینے نہین چار مہینے اسکے بعد حضرت عمر نے یہ لکھ بھیجا کہ لشکر چار مہینہ سے زیادہ کسی مقام پر نہ روکی جائین۔ کیون مخاطب صاحب کچھ سنا آپنے کہ آپکے خلیفہ صاحب نے جوش عدل تقدیری دکھانے مین کیا غضب کیا دیکھئے بیحیائی اسکو کہتے ہین کہ کیسے امر شنیع کا سوال اپنی بیٹی سے کیا اور قطع نظر دختر ہونے کے اسکا بھی خیال نہ کیا کہ یہ تو زوجہ رسول ہین اور میری مان ہین کیا اونکو کسی اور ذریعہ سے عورت کے اشتیاق کا زمانہ نہین معلوم ہوسکتا تھا کہ یہ بیحیائی اختیار کی اور مطلقاً نہ خیال کیا کہ ایسے امر شنیع کا اپنی بیٹی سے کہ جو زوجہ رسول ہے دریافت کرنا علاوہ بیحیائی کے حد درجہ کی توہین رسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ہے شاید وجہ اسکی یہ ہوگی کہ کسی اور عورت کو وہ معتبر نہ سمجھتے ہونگے یا یہ خیال کیا ہوگا کہ اگر کسی اور عورت سے پوچھونگا تو کہین وہ مار نہ بیٹھے یا برا بھلا نہ کہے یا اوسکے عزیز و اقارب دریے انتقام نہون اور چونکہ حضرت حفصہ زوجہ رسول خدا صلعم ہین اور قبل رسول خدا کے ایک اور شخص کے حبالۂ عقد مین رہی ہین اور ہر طرح کا تجربہ انکو ہوچکا ہے لہذا انھین سے اس عقدہ لاینحل کا حل کرنا ٹھیک ہے اور چونکہ خود میری بیٹی ہین تو کیا مجال ہے کہ حقیقت حال نہ بتائین یا کچھ چون و چرا کرین اگر فی الجملہ تامل بھی کرینگی تو مین اونکی قرار واقعی مرمت کرسکتا ہون۔

افسوس یہ ہے کہ اختصار مانع ہے جس سے زیادہ کچھ ہم نہین لکھ سکتے ورنہ صدہا واقعات لکھ

سکتے تھے جس سے معلوم ہوتا کہ آپ حضرات نے خود رسول اللہ کے نسبت کیسے کیسے مغیر تبان منسوب کی ہین اور آپکی ام المومنین نے کیا کیا حیاسوز کام کیا ہے کہ چمار و چوہڑ کی عورتین بھی ان باتون کو زبان پر نہین لاسکتین چہ جائیکہ ام المومنین ہوکر ایسے واقعات بیان کرین بخاری صاحب اپنی صحیح مین تحریر کرتے ہین حدثنا سلیمان بن حرب عن شعبہ عن الحکم عن ابراہیم عن الاسود عن عائشۃ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقبل ویباشر وھو صائم وکان املککم لاربہ اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم بوسے لیا کرتے تھے اور مباشرت کیا کرتے تھے حالت صوم مین اور اپنے عضو خاص کو تم سب سے روکے رہتے تھے۔ اصل روایت مین لفظ ارب جو ہے اوسکے معنی عضو کے ہین اور قسطلانی شارح بخاری نے تصریح کردی ہے کہ مراد حضرت عائشہ کی ارب سے خاص ذکر ہے چنانچہ لاربہ کی شرح مین لکھتے ہین ای عضوہ وعنت الذکر خاصۃ للقرینۃ الدالۃ علیہ کیون حضرت مخاطب سنا آپنے کہ حضرت عائشہ کیا فرماتی ہین ایسی باتین اگر زوجہ اپنے شوہر کے بیان کرے تو کیا کسی دوسری بیوی کے ساتھ کے حالات پر محمول ہونگے ہرگز نہین بلکہ اوسی کے حالات سمجھے جائینگے پس بخوبی ظاہر ہوا ہے کہ حضرت عائشہ نے آنحضرت کا بوسہ لینا اور مباشرت کرنا اور عضو خاص کو روکے رہنا سب اپنی ہی نسبت بیان کیا ہے اور اوس مین کچھ شک نہین مگر غالبًا ان سب باتون کے ذکر کو آپ خلاف حیا سمجھے ہونگے اب آپ ایک اور حدیث بخاری کی سنئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ ایسے حالات بیان کرکے خود ہنس بھی دیا کرتی تھین تاکہ معلوم ہوجائے کہ یہ حالات آنحضرت کے اونھین کے ساتھ گذرے ہین بخاری صاحب صحیح مین لکھتے ہین حدثنا محمد بن المثنی ثنا یحیی عن ہشام اخبرنی ابی عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ح وحدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ عن مالک عن ہشام قالت ان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیقبل بعض ازواجہ وھو صائم ثم ضحکت۔ حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ عائشہ نے کہا کہ آنحضرت صلعم اپنی بعض ازواج کے بوسے لیا کرتے تھے درحالیکہ وہ صائم ہوتے تھے بعد اسکے حضرت عائشہ ہنسنے لگین اگرچہ ہر صاحب شعور خود ہی اس کرشمہ و ادا سے بخوبی سمجھ جائیگا کہ مقصود حضرت عائشہ کا اس خندۂ ناز آلودہ سے

یہ تھا اونکا مخاطب جس سے اونھون نے یہ حدیث بیان کی تھی سمجھ گئے کہ مصداق بعض ازواج کا خود حضرت عائشہ ہی ہین اور اُن مخدرہ نے کمال حیا سے خود اپنے ہی بوسونکا ذکر دیر پردہ کیا ہے اور اس بارے مین کنایہ سے جو ابلغ من التصریح ہے کام لیا ہے لیکن بحمد اللہ بعض شراح بخاری نے بھی اس امر کو واضح کر دیا اور اس پردہ کو اوٹھا دیا اور اس ہنسی کی بعض ایسی خاص علتین بیان کین کہ جنکے سننے سے بے اختیار ہنسی آتی ہے چنانچہ کرمانی اپنی شرح مین لکھتے ہین قیل کان ضحکھا تنبیھا علی انھا صاحبۃ القضیۃ فیکون ابلغ فی الثقۃ وقیل ضحکت سرورا بتذکر مکانھا من رسول اللہ صلعم وحالھا معہ۔ حاصل یہ ہے کہ کہا گیا کہ حضرت عائشہ کے ہنسنے کی وجہ یہ تھی کہ تنبیہ ہو جائے کہ اس حدیث مین قصہ وہی ہین یعنی اونھین کے بوسے آنحضرت لیا کرتے تھے تاکہ سننے والیکو اون کی اس حدیث پر زیادہ اعتماد ہو۔ یعنی اسلئے کہ وہ اپنی بیتی کہہ رہی ہین نہ کسی اور کی بیتی اور کہا گیا ہے کہ وہ اسلئے ہنسین کہ اون کو سرور ہوا یاد کرکے اوس منزلت کو جو اون کو آنحضرت کی جناب مین حاصل تھی اور اوس حالت کو یاد کرکے جو اون جناب کے ساتھ اونکو تھی یعنی اون کو ہنسی اس امر پر آئی کہ وہ اس درجہ حضرت کو محبوب تھین کہ آنحضرت حالت صوم مین بھی اونکے بوسے لینے سے باز نہ آتے تھے۔ اور میرے خیال مین احتمال اول کرمانی کا زیادہ قابل اعتماد ہے کیونکہ حضرت عائشہ مجتہدہ تھین اون کو اس ہنسنے سے یہی مقصود ہوگا کہ لوگ سمجھ جائین یہ واقعہ اونھین کا ہے اور ضرور قابل اعتماد ہے اور لائق اتباع ہے۔

اور بحمد اللہ یہ مطلوب حضرت عائشہ کا تھا وہ حاصل بھی ہوگیا تھا کیونکہ قسطلانی نے اسی حدیث کی شرح مین لکھا وقد روی ابن ابی شیبۃ عن شریک عن ھشام فضحکت فظننا انھا ھی یعنی ابن ابی شیبہ کی روایت مین یہ وارد ہے کہ راوی نے کہا عائشہ ہنسین تو ہم سمجھ گئے کہ وہی ہین۔ اور واضح رہے کہ یہ حالت حضرت عائشہ کی کہ ان حالات خاصہ خلوت کو مشرح بیان کرین اور اونکی اپنے نسبت واقع ہونے مین کنایہ و اشارہ سے کام لین یا ہنس کر سمجھا دین صرف بعض اوقات کے ساتھ خاص تھی لیکن بعض اوقات آپ بالکل مخلی بالطبع ہوجاتی تھین اور بصراحت

مردون کو اس امر سے آگاہ فرمانی تھین کہ یہ حالات آنحضرت صلعم سے خاص آپکے ساتھ ظاہر ہوتے تھے چنانچہ امر مباشرت کی بہ نسبت ابومیسرہ سے آپنے صراحتہً بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت بحالت روزہ مجھسے مباشرت کرتے تھے اور تم سب سے زیادہ اپنے عضو خاص کو روکنے والے تھے جیسا کہ صحیح ترمذی مین منقول ہے۔ باب ما جاء فی مباشرۃ الصائم حدثنا ابن ابی عمر نا وکیع نا اسرائیل عن ابی اسحق عن ابی میسرۃ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یباشرنی وھو صائم وکان املککم لاربہ اور اسی طرح حضرت عائشہ نے بیان مباشرت کے متعلق یہان تک مبالغہ فرمایا ہے کہ آنحضرت اون سے حالت حیض مین بھی مباشرت فرماتے تھے اور علاوہ اسکے بعض اور عجیب عجیب باتین بیان کی ہین چنانچہ صحیح بخاری مین مرقوم ہے باب مباشرۃ الحائض حدثنا قبیصۃ قال حدثنا سفین عن منصور عن ابراھیم عن الاسود عن عائشۃ قالت کنت اغتسل انا والنبی صلی اللہ علیہ وسلم من اناء واحد کلانا جنب وکان یامرنی فاتزر فیباشرنی وانا حائض وکان یخرج راسہ الی وھو معتکف فاغسلہ وانا حائض۔ حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ حضرت عائشہ کہتی ہین کہ مین اور آنحضرت ساتھ ساتھ ایک ہی ظرف سے نہاتے تھے اور ہم دونون اس حالت مین ہم دونون جنب ہوتے تھے اور وہ حضرت مجھکو حکم دیتے تھے پس مین لنگی باندھ لیتی تھی اسکے بعد حضرت مجھسے حالت حیض مین مباشرت کرتے تھے اور حالت اعتکاف مین آن حضرت اپنا سر میری طرف نکالتے تھے پس مین آنحضرت کا سر حالت حیض مین دھویا کرتی تھی اور قریب اسکے اور ایک روایت اسی مضمون کی صحیح بخاری مین موجود ہے جس مین حضرت عائشہ نے دوسرے بھی آنحضرت کی عضو خاص کا ذکر فرمایا ہے اور یہ ارشاد کیا ہے وایکم یملک اربہ کما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یملک اربہ کون تم مین سے اپنے عضو کو روک سکتا ہے جس طرح حضرت اسکو روکے رہتے تھے اور بوسہ لینے کے باب مین بھی آپنے اسی طرح کی صراحت سے کام لیا ہے چنانچہ صحیح مسلم مین ہے حدثنا ابو بکر بن ابی شیبہ ثنا علی بن مسہر عن عبید اللہ بن عمر عن القاسم

عائشہ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبلنی وھو صائم وایکم یملک اربہ کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یملک اربہ۔ حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے ابی قاسم سے اس طرح ارشاد فرمایا کہ آن حضرت صلعم حالت صوم مین میرے بوسے لیتے تھے اور تم مین کون اپنے عضو خاص کو روک سکتا ہے اوس طرح کہ جس طرح وہ حضرت اوسکو روکے رہتے تھے اور علاوہ قاسم کے عروہ سے بھی آپنے اس راز سربستہ کو بیان کردیا ہے چنانچہ مسلم نے اپنی صحیح مین لکھا ہے حدثنا ابوبکر ابن ابی شیبہ ثنا الحسن بن موسی ثنا شیبان عن یحیی بن ابی کثیر عن ابی سلمۃ ان عمر بن عبد العزیز اخبرہ ان عروہ بن الزبیر اخبرہ ان عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا اخبرتہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبلھا وھو صائم۔ حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے عروہ کو خبر دی کہ آن حضرت حالت صوم مین اون کے بوسے لیا کرتے تھے اور علاوہ قاسم و عروہ کے طلحہ بن عبد اللہ بن عثمان قرشی سے بھی آپنے بصراحت بیان کیا ہے کہ حضرت صلعم حالت صوم مین اون کے بوسے لیا کرتے تھے چنانچہ سنن ابوداؤد مین مرقوم ہے حدثنا محمد بن کثیر انا سفین عن سعد بن ابراھیم عن طلحہ بن عبد اللہ یعنی ابن عثمان القرشی عن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبلنی وھو صائم وانا صائمۃ اور بعض اوقات تو حضرت عائشہ نے بوسہ لینے کی حالت کو اس انداز سے بیان کیا ہے غالباً سامع کی نظر مین تصویر اس واقعہ کی پھر گئی ہوگی چنانچہ قسطلانی نے مواھب مین لکھا ہے۔ وروی النسائی عنہا قالت اھوی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیقبلنی فقلت انی صائمۃ فقال وانا صائم فقبلنی۔ حاصل ترجمہ اس روایت کا یہ ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہین آنحضرت میری طرف جھکے کہ میرا بوسہ لین مینے کہا کہ مین روزے سے ہون آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ مین بھی روزے سے ہون (مراد حضرت کی یہ ہوگی کہ تم صوم کو اس امر خیر کا کیون مانع سمجھتی ہو کیا مین صوم سے نہین ہون

اور مجھے اپنے روزے کا خیال نہین) بہرکیف حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ بعد اس ارشاد کے حضرت نے میرا بوسہ لے ہی لیا۔ اور اس سے بھی زیادہ تر لطیف یہ امر ہے کہ حضرت عائشہ نے آنحضرت کا حالت صوم مین علاوہ بوسے لینے کے اون کی زبان چوسنا بھی بعض مردون سے بیان کیا ہے اور اونکو اس واقعہ سے آگاہ فرماکر حظ کافی و وافی بخشا ہے چنانچہ سنن ابوداؤد مین مرقوم ہے باب الصائم یبلغ الریق حدثنا محمد بن عیسی نا محمد بن دینار نا سعد بن اوس العبدی عن مصدع ابی یحیی عن عائشہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبلہا وھو صائم و یمص لسانہا حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے مصدع سے بیان کیا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم حالت صوم مین اونکے بوسے لیا کرتے تھے اور اونکی زبان چوستے تھے اور حضرت عائشہ کو یہ فعل آن حضرت کا اس وجہ مرغوب تھا اور اسقدر اونکو اس کی چاٹ پڑگئی تھی کہ اونھون نے قریب وفات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہی چاہا کہ خود بھی اس نعمت سے محروم نرہین اور آن حضرت کو بھی اس نعمت سے محظوظ فرمائین چنانچہ اس خواہش کے جوش مین اونھون نے ایک نئی ترکیب ایجاد کی اور اوس وقت نازک مین بذریعہ مسواک اپنا لعاب دہن حضرت کے دہن مبارک تک پہونچایا اور بمفاد اما بنعمۃ ربک فحدث خود ہی اس بامزہ واقعہ کا حیرت افزا حال ابوعمرو ذکوان سے کہہ سنایا صحیح بخاری مین مرقوم ہے۔ حدثنی محمد بن عبید قال حدثنا عیسی بن یونس عن عمر بن سعید قال اخبرنی ابن ابی ملیکۃ ان اباعمرو ذکوان مولی عائشۃ اخبرہ ان عائشۃ کانت تقول ان من نعم اللہ علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توفی فی بیتی وفی یومی وبین سحری ونحری وان اللہ جمع بین ریقی وریقہ عند موتہ دخل علی عبدالرحمن وبیدہ السواک وانا مسندۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرایتہ ینظر الیہ وعرفت انہ یحب السواک فقلت اٰخذہ لک فاشار برأسہ ان نعم فتناولتہ فاشتد علیہ وقلت الینہ لک فاشار برأسہ ان نعم فلینتہ

ذ مرۃ بین یدیہ رکوۃ او علبۃ یشک عمر فیہا ماء فجعل یدخل یدیہ فی الماء فیمسح بہما وجہہ یقول لا الہ الا اللہ ان للموت سکرات ثم نصب یدہ فجعل یقول فی الرفیق الاعلیٰ حتی قبض ومالت یدہ۔ اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ نعمت ہائے خداوند عالم سے مجھپر یہ ہے کہ رسولخدا صلعم نے میرے گھر مین اور میرے دن مین اور میرے کلیجے اور میرے سینے کے درمیان وفات پائی اور یہ تحقیق کہ خدا نے جمع کیا میرا لعاب دہن اور انکا لعاب دہن انکی موت کے قریب اس طرح کہ عبدالرحمن میرے پاس آیا اور اوسکے ہاتھ مین سواک تھی اور مین آنحضرت کو اپنے سینہ سے لگائے بیٹھی تھی مینے دیکھا کہ آنحضرت اوسکی طرف دیکھ رہے ہین اور مجھے معلوم ہوا کہ آنحضرت مسواک چاہتے ہین مینے مسواک لیکر حضرت کو دی وہ مسواک حضرت کو سخت معلوم ہوئی مینے کہا مین اس سواک کو نرم کردون آنحضرت نے سر کے اشارے سے فرمایا ہان مین نے اوسکو چباکر نرم کردیا حضرت نے وہ سواک اپنے دہن مین پھیری آنحضرت کے سامنے تھرے کی لوٹیا یا ایک کاسہ چوبی مین پانی رکھا تھا حضرت اپنے دونون ہاتھ اوس مین ڈبوکر اپنے منہ پہ پھیرتے تھے اور کہتے تھے لا الہ الا اللہ تحقیق کہ موت کی بہت سکرات ہوتے ہین تا اینکہ آپکی روح قبض ہوگئی اور ہاتھ کج ہوگیا۔

اور اس واقعہ کو حضرت عائشہ نے اپنے مقام فخر و ناز مین علاوہ ابوعمرو ذکوان کے عروہ بن الزبیر اور ابن ابی ملیکہ سے بھی بیان کیا ہے اور یہ دونون روایتین بھی صحیح بخاری مین اسی روایت کے بعد موجود ہین اس سے زیادہ تر قابل حیرت یہ ہے کہ حضرت عائشہ بعض اور معاملات خفیہ خلوت کہ بوس وکنار و مص لسان وغیرہ سے بھی زیادہ نازک ہین اونکو بھی مردون سے بیان فرمایا کرتی تھیں اگرچہ نفی ہی کے پیرایہ مین سہی چنانچہ شمائل ترمذی مین مرقوم ہے حدثنا محمود بن غیلان حدثنا وکیع حدثنا سفیان عن منصور عن موسی بن عبداللہ بن یزید الخطمی عن مولی لعائشۃ قال قالت عائشۃ ما نظرت الی فرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او قالت ما رایت فرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قط۔

حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ ایک غلام حضرت عائشہ کا بیان کرتا ہے کہ حضرت عائشہ نے
فرمایا کہ مینے کبھی آن حضرت کے شرمگاہ کی طرف نظر نہین کی یا آنحضرت کی شرمگاہ کبھی نہین دیکھی
اے حضرت مخاطب سنا آپنے کہ آپکی مادر گرامی کس مضمون لطیف نازک کو کیسے پیرایہ
مین بیان فرماتی ہین۔ دیکھئے فصاحت اسکو کہتے ہین بلاغت اسکا نام ہے حسن ادب یہ ہے
حیا ایسی ہوتی ہے بھلا بیچاری حضرت ام سلمہ کو کہان یہ باتین نصیب تھین اونھون نے
تو آپکے شیخین کی جسارت کے جواب مین صرف اتنا کہا تھا ما ھو الا کسائر الرجال یعنی آنحضرت
بھی مثل سائر مردون کے ہین مگر اون کے اتنے سے کلام پر آپ زیادہ برافروختہ ہو گئے تھین لوگونکا
عام لوگون کی بی بیان غیر مردون کو ایسی باتون کا جواب دے سکتی ہین جو ام سلمہ نے دیا مگر آپکو یہ
نہ معلوم تھا کہ عام لوگون کی بی بیون کا کیا ذکر ہے خاص ازواج رسول مین جو سب سے زیادہ آپکے
نزدیک افضل و افقہ و مجتہدہ بلکہ علامہ ہین اونھون نے ایسی ایسی باتین غیر مردون سے
بلا سوال و بلا ضرورت بیان کی ہین کہ جنکا ذکر شاید ادنی عورتین بھی مردون سے نہ کرتی ہونگی
گو وفا اسب کچھ کر گذرتی ہون مجھکو سخت حیرت ہے کہ حضرت عائشہ کو اس بیان کی کیا
ضرورت تھی اگر کہئے کہ اونھون نے اس نظر خاص کی نفی اس نظر سے کی کہ اپنی شرم و حیا کا
اثبات فرمائین تو یہ امر بچند وجہ ہے ہر عاقل بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اس نظر خاص کا وقوع جسکی نفی
کی حضرت عائشہ در پے ہین چندان منافی حیا نہین ہے مگر اسکا ذکر ضرور خلاف حیا و شرم ہے
خصوصًا عورتون کیلئے اور وہ بھی غیر مردون سے مگر آفرین ہے اس جسارت پر آپکی مادر
گرامی کے کہ کس بے تکلفی اور صراحت سے اس امر کو اونھون نے اپنے غلام خاص سے بیان
کیا ہے این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔ اور یہ نہ خیال کیا جاے کہ حضرت عائشہ نے اس امر
مخفی کو بالخصوص اپنے غلام خاص سے بیان کیا ہے اور کسی سے اسکا ذکر نہین کیا نہین ایسا
نہین ہے بلکہ آپنے یہ مضمون لطیف مع شئی زائد ابن عباس سے بھی بیان فرمایا ہے چنانچہ
علی قاری نے شرح شمائل مین لکھا ہے ور دوی ابو صالح عن ابن عباس قال
قالت عائشۃ ما اتی رسول اللہ احد امن نسائہ الا مقنعًا یرخی الثوب
علی راسہ وما رایت من رسول اللہ صلعم ولا رای منی اور دہ ابن

الجوزی نے کتاب الوفاء میں نقلاً عن خطیب بغدادی لکھا ہے کہ ابن عباس کہتے ہین کہ عائشہ نے کہا آنحضرت کسی عورت سے مقاربت نہین کرتے تھے مگر اس حالت مین کہ مقنعہ باندھے ہوئے تھے اور کپڑا اپنے سر پر ڈال لیتے تھے اور نہ مینے آنحضرت سے دیکھا اور نہ آنحضرت نے مجھسے دیکھا مراد یہ ہے کہ نہ مینے آنحضرت کی فرج کو دیکھا اور نہ آنحضرت نے میری فرج کو دیکھا۔ اس حدیث مین حضرت عائشہ نے پہلے تو عموماً حضرت کی وہ حالت جو وقت مقاربت ہوتی تھی ابن عباس سے بیان کی ہے بعد اسکے آنحضرت کی فرج کو خود نہ دیکھنا بیان کیا ہے اور ساتھ ہی آنحضرت کا اون کی فرج کو نہ دیکھنا بھی بیان کیا ہے مگر لفظ فرج کو دونون مقام سے ساقط کر دیا ہے لیکن علمائے اہلسنت نے تصریح کردی ہے کہ اس حدیث مین مراد حضرت عائشہ کی فرج ہے چنانچہ علامہ مناوی نے شرح شمائل مین حدیث سابق کی شرح مین لکھا ہے یؤیده روایة ما رأیت منه ولا رأی منی تعنی الفرج پس ظاہر ہوا کہ اسقاط لفظ فرج اس مقام مخصوص مین کچھ ما نحن فیہ کیلئے مضر نہین ہے۔

اب ہم اس **داستان فرح فزا** کو یہان تمام کرکے پشاوری صاحب سے پوچھتے ہین سچ بتایئے پیغمبری ان واقعات مین ہے یا اسمین جو جناب امیرؑ و جناب سیدہؑ سے معاملہ فدک مین واقع ہوا کہ جناب سیدہؑ نے **دامن عمر** کو پکڑ کر جھٹکا دیا اور فرمایا کہ اگر اسکا خیال نہ ہوتا کہ ناحق ناکردہ گناہ مبتلائے عذاب ہوگا تو ہم بددعا کرتے اور تو اسکا نتیجہ دیکھتا۔

یہ خیال آپکا محض غلط ہے کہ جس وقت جناب سیدہ سے یہ گفتگو ہو رہی تھی اوس وقت جناب امیرؑ گھر مین چھپکر بیٹھے تھے کیونکہ ہم پہلے بیان کر آئے ہین یہ واقعہ اوس وقت کا ہے جبکہ عمر نے اوس نوشتہ کو چاک کیا تھا جسے ابوبکر نے واگذاشت فدک کے متعلق لکھا تھا ملاحظہ ہو صفحہ رسالہ ہذا۔

اور یہ واقعہ غالباً اندرون خانہ ابوبکر ہوا کیونکہ ہیر کو بھی جو جاگیر دی تھی اوسکا نوشتہ ابوبکر نے اندرون خانہ ہی لکھا تھا جسپر عمر صاحب پہونچ گئے اور ابوبکر نے اوسکو بستر کے نیچے چھپا دیا ملاحظہ ہو صفحہ رسالہ ہذا۔

لہذا اس واقعہ کا علم ہونا بھی جناب امیرؑ کو ثابت نہین ہو سکتا جسکا قرینہ یہی ہے کہ روایت حق الیقین

سے آپنے نقل کیا کہ جب جناب سیدہ کے گھر میں تشریف لائیں تو خطاب ہائے غضب آمیز و درشت
باسید او صیا نمود پھر ایسی حالت میں جناب امیر پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے جسکی نہ حضرت کو
نہ خبر ہو نہ اطلاع۔

حالانکہ اگر اطلاع و خبر بھی ہوتی تو آپ کیا کر سکتے تھے کیونکہ حسب روایت اہلسنت آپکی
زندگی۔ وجود۔ اگر دنیا میں باقی تھا تو جناب سیدہ کی بدولت پھر آپ کیا مدد کر سکتے تھے
دیکھیے صحیح مسلم میں ہے صفحہ ۹۱ جلد ۲

وکان لعلی وجہۃ حیاۃ فاطمۃ فلما توفیت استنکر علی وجوہ الناس فالتمس
مصالحۃ ابی بکر ومبایعتہ ولم یکن بایع تلک الاشہر۔

یعنی حیات جناب سیدہ سے آبرو تھی جناب امیر کی جب حضرت نے انتقال کیا تو سب کے منہ
حضرت سے پھر گئے جس سے جناب امیر مجبور ہوے کہ ابو بکر سے صلح کریں اور ابھی تک ان مہینوں
مین بیعت نہین کی تھی

اور آپ کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں پڑھتے ہیں کہ عمر کہہ رہے ہیں علم و فقال لا اکرھہ
علی شیء ما کانت فاطمۃ الی جنبہ صفحہ ۱۲ رسالہ ۲

یعنی ابو بکر کہتے ہیں کہ جبتک جناب سیدہ آپکے پہلو میں زندہ ہیں ہم کسی امر پر مجبور نہیں کر سکتے
پھر آپ آپ فرماتے کہ جب جناب امیر محض موت سے زندہ چھوڑ دئے گئے جناب سیدہ ابھی
زندہ ہیں تو وہ کیا مدد کر سکتے تھے۔

آپ لکھتے ہیں کہ اوحضرت زہرا حضرت علی مرتضی کو کہیں کہ مثل جنین در رحم نشستہ"
اقول مگر معلوم نہیں ہمیں آپنے اعتراض کیا تھا کیونکہ خداوند عالم آنحضرت کے نسبت
فرماتا ہے لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین۔ اگر شرک کروگے
تو ضرور وہ تمہارا عمل حبط کریگا اور ہوجاؤگے تم زیان کاروں سے پھر سورہ الحاقہ میں فرماتا ہے
ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین فما
منکم من احد عنہ حاجزین اگر رسول ہمارے نسبت کوئی جھوٹ بنالاتے تو ہم اوسکا
دہنا ہاتھ پکڑ لیتے اور رگ گردن اونکی کاٹ دیتے پھر تملوگوں سے کوئی روک نہ سکتا

ان آیات کریمہ کو دیکھو کیسے کیسے سخت کلمات ہین رسول اللہ کے نسبت کما ارشاد باری ہی مگر کیا اس سے حضرت کی شان مین کوئی نقص آیا؟ ہرگز نہین کیونکہ ایک طرف خداوند عالم اپنی قدرت قاہرہ کو ظاہر کر رہا ہے۔ دوسری طرف رسول کی شان کو اس سے ارفع و اعلی بنایا ہے کہ کسی طرح وہ غلطیات نہین کہہ سکتے۔ پس اگر ان آیات سے حضرت کی شان مین کوئی نقص آسکتا ہے تو بیشک جناب امیرؑ کی شان مین بھی۔ حالانکہ دونون مین سے کسی مین بھی کوئی نقص نہین آتا کیونکہ وہان تو خدا اپنے حبیب خاص کے حق مین یہ کلمات استعمال کرتا ہے جسکی شان ایسی ارفع ہے کہ قیاس سے باہر ہے بخلاف جناب سیدہؑ کہ وہ یقیناً مفضول ہین جناب امیرؑ سے۔ جناب سیدہؑ کی تو جو کچھ شکایت ہے اون غاصبین حقوق سے جنھون نے فدک کو غصب کیا تھا اور جناب امیرؑ کو ایسا مجبور کیا کہ کچھ نہ کر سکے۔ پھر تعجب ہے کہ آپکو اون لوگون پر غصہ آیا جو اس قسم کے ظلم کے بانی ہوے جسکی نظیر دنیا مین نہین ملتی۔ اور سارا غصہ آپکا جناب امیرؑ پر ہے جنکی مظلومی پر جناب سیدہؑ اپنا ملال و افسوس ظاہر کرتی ہین۔

اس قسم کے مخاطبات جو انبیا و اولیا مین ہوتے ہین اوس سے اونکی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور عصمت نہ کسی قسم کی توہین و تحقیر چنانچہ قصہ حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کے بارہ مین خود قرآن مجید مین ہے۔

قال یا بن ام لا تاخذ بلحیتی ولا براسی انی خشیت ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل ولم ترقب قولی سورہ طہ

حضرت ہارون نے کہا اے میرے مان جائے میری ڈاڑھی نہ پکڑ نہ میرے سر کے بال، مین تو اس سے ڈرا کہ کہین آپ یہ نہ کہین کہ تم نے بنی اسرائیل مین پھوٹ ڈالدی اور میرے قول کا خیال نہ کیا۔ تفسیر کبیر مین جلد ۲ صفحہ ۹

ان موسیٰؑ اقبل وھو غضبان علی قومہ فاخذ براس اخیہ وجرہ الیہ کما یفعل الانسان بنفسہ مثل ذلک عند الغضب فان الغضبان المتفکر قد یعض علی شفتیہ و یفتل اصابعہ و یقبض علی لحیتہ فاجری موسیٰ اخاہ ھارون مجری نفسہ لانہ کان اخاہ و شریکہ فصنع بہ ما یصنع الرجل بنفسہ فی حال الفکر و الغضب

یعنی حضرت موسیٰؑ عالت غضب مین تشریف لائے آ کر سر کا بال حضرت ہارونؑ کا پکڑا اور کھینچا
جیسا کہ انسان خود اپنے نفس کے ساتھ کرتا ہے کہ لب چباتا ہے اور انگلیان کاٹتا ہے۔ تو حضرت
موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون کو اپنے نفس کی جگہ قرار دیا کیونکہ وہ اونکے بھائی اور شریک تھے
تو جو کچھ اپنے نفس کے ساتھ انسان حال فکر و غضب مین کرتا ہے وہی حضرت موسیٰ نے کیا۔
پس چونکہ جناب سیدہ اور جناب امیرؑ دونو معصوم تھے مثل حضرت ہارونؑ و موسیٰؑ تو جو معاملہ وہان
پیش آیا اوسکی نظیر میں واقعہ کو سمجھے کہ جناب سیدہ نے اوسی طرح اظہار ملال کیا۔ اور الزام
کسی پر نہین کیونکہ جو مصلحت حضرت ہارون کے پیش نظر تھی وہی جناب امیرؑ کو روک رہی ہے
کیونکہ آپ ہی تو بنص رسول انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ کے مصداق ہین۔
قولہ۔ پھر اگر یہی صحیح ہے۔ کہ انھون نے صبر کیا تھا۔ تو کیا حضرت عباسؓ کے پرنالہ کا واقعہ انکو
بھول گیا ہے۔ مولوی دلدار علی نے اپنی کتاب عماد الاسلام مین جو امام رازی کی کتاب نہایۃ
العقول کا جواب ہے۔ پرنالہ کے قصہ کو مفصل لکھا ہے۔ پھر ایک پرنالہ پر اس قدر غصہ کہ اگر
کسی نے اسکو اکھیڑا۔ تو اسکو جلتی دھوپ مین صلیب دونگا اور اپنے ناموس کی نسبت
وہ لکھتا ہے۔ کہ اسکو غیر آدمی ستاتے ہین یتی کہ گھر جلاتے اور سقط حمل تک نوبت پہونچتی ہے
مگر مولا مشکلکشا اُنکو ہون تک نہین کہتے۔ کیا ایسا شخص جو بقول شیعہ اسد اللہ الغالب
غالب کل غالب ہو ایسی باتونکی برداشت کر سکتا ہے۔ فتدبر۔
اقول خدا آپکو عقل دے اور کیا کہون کیونکہ موارد صبر و حلم مختلف ہوتے ہین چونکہ معاملہ غصب
فدک مین خود جناب امیرؑ کی شرکت تھی کہ سب یہی کہتے جناب امیرؑ حضرت سیدہ کو آمادہ کرتے ہین
اسلئے وہان صبر ہی کا موقع تھا کہ معلوم ہو یہ ایسے ظالم ہین جو بنت رسول پر ظلم کر رہے ہین
بخلاف حضرت عباسؓ کے معاملہ کے کہ وسکا نفع جناب امیرؑ کو نہ تھا۔ اسلئے وہان کوشش کرنا
اپنی کسی ذاتی غرض پر نہ محمول ہوتا۔ بلکہ محض حمایت مظلوم ہے جسکو تمام قوم پسند کرتی ہے۔

استشہاد اہلسنت

آپنے ہزارون ہندا تین دیکھی ہونگی کہ جناب رسالتمآب کو مغلظات گالیان دیتے ہین حضرت کے
قتل کا ارادہ کیا ہے۔ مگر آپنے نہ لعنت کی ہے نہ قتل کیا ہے۔ بلکہ مصداق فاصبر کما صبر

اولوالعزم من الرسل صبر فرمایا ہے۔
مگر جہاں کسی صحابی پر ظلم ہوا یا معمولی کسی رعیت پر تو پھر آپنے صبر نہیں کیا اور اوسکا ضرور انتقام لیا ہے جسکے شواہد بوقت ظاہر کی ضرورت تہیں میں اہل علم کو معلوم ہے۔
آپکو یہاں قصہ افک یاد کرنا چاہیئے جس میں حضرت عائشہ پر اتہام لگایا گیا ہے۔ مسطح خالہ زاد برادر ابوبکر پر حد قذف جاری کیا مگر اون سبکا سرآمد و سرغنہ جو عبد اللہ بن سلول تھا اوسپر کوئی حد نہیں لگائی تفسیر درمنثور سیوطی میں ہے صفحہ ۲۸ جلد ۵

فقال عبد اللہ بن ابی سلول للناس فجر بہا ورب الکعبۃ واعانہ علی ذلک حسان بن ثابت ومسطح بن اثاثہ وحمنہ وشاع ذلک فی العسکر فبلغ ذلک فکان فی قلب النبی مما قالوا حتی رجعوا الی المدینۃ واشاع عبد اللہ بن ابی ہذا الحدیث فی المدینۃ واشتد ذلک علی رسول اللہ۔
یعنی جب صفوان بن معطل عائشہ کو اپنے ناقہ پر بٹھا کر لایا ہے تو عبد اللہ بن ابی سلول نے کہا قسم رب خانہ کعبہ کی کہ اس شخص نے اسکے ساتھ بدکاری کیا ہے۔ اوسکی تائید کی حسان بن ثابت۔ مسطح بن اثاثہ حمنہ خواہر حضرت زینب بنت حجش زوجہ رسول اللہ نے اور یہ خبر تمام لشکر میں پھیل گئی جس سے حضرت کے دل میں بھی شک پیدا ہوا جب مدینہ پہونچے تو عبد اللہ بن ابی سلول نے اس خبر کو خوب شایع کیا اور حضرت پر یہ امر نہایت سخت گذرا۔
اس سے معلوم ہوا کہ جو کچھ بانی فساد اس معاملہ میں تھا وہ عبد اللہ بن ابی سلول تھا جسنے بقسم قذف کیا اور تمام مشہور کیا مگر رسول اللہ نے اسپر کوئی حد جاری کی چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے صفحہ ۳۸۱ جلد ۲

وفیہ تاخیر الحد عمن یخشی من ایقاعہ بہ الفتنۃ نبہ علی ذلک ابن بطال مستند الی ان عبد اللہ بن ابی کان ممن قذف عائشۃ ولم یقع فی الحدیث انہ ممن حد۔
یعنی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاں حد قائم کرنے سے خوف فتنہ ہو وہاں جائز ہے کہ اوس حد کو ملتوی کردے کیونکہ عبد اللہ بن ابی بھی اون لوگون سے تھا جسنے قذف عائشہ کیا تھا اور حدیث میں اسکا ذکر نہیں ہے کہ اوسپر حد لگائی گئی ہو۔

پس جب ایسے امر عظیم مین کہ عائشہ سی محبوبہ پہ تہمت لگائی گئی کہ وہ تہمت انتہائی تھی
ہین حضرتؐ باہمہ قوت و شوکت کے عبد اللہ بن ابی ... [illegible]
کی۔ تو جناب امیرؑ نے اگر دوس ظالم کی ... [illegible]
تعجب ہے کیونکہ کسی قسم کا ظلم اگرچہ ... [illegible]
کہ غیرتمند انسان ایسی حالت مین جان سے گذر جاتا ہے۔

حالانکہ جناب امیرؑ اور جناب رسالتمآبؐ کی مجبوری اور ... [illegible]
رسالتمآب کو وہ اختیار حاصل ہے جو کسی کو نہوا اور جناب امیرؑ کو وہ مجبوری ہے ... [illegible]
طرہ تو یہ ہے کہ حضرتؐ نے عبد اللہ بن ابی سلول پر ... [illegible]
بلکہ جب وہ مرا ہے تو اس طرح کی عزت افزائی فرمائی ہے کہ آج تک کسی صحابی کیلئے وہ باتین نہین
منقول ہوین۔ خود اپنا قمیص اوسکو پہنایا۔ ... [illegible] مین دیا ... [illegible] قبر مین
لیٹے رہے۔ اوسکی نماز جنازہ ... [illegible] یہانتک کہ حضرت کا
دامن پکڑ کر کھینچا مگر حضرتؐ نے ایک نہ مانا اور اوسکو اوس عزت و احترام سے دفن کیا جو کسی صحابی
کو نہین نصیب ہوا جس سے گمان ہو سکتا ہے کہ حضرت کو یہ فعل اوسکا ایسا پسند آیا کہ اس طرح
کی نوازش کی۔ بلکہ ماوردی تو اسکے مدعی ہین کہ حضرت نے قاذفین عائشہ سے کسی پر بھی
حد نہین لگائی چنانچہ فتح الباری مین ہے۔ وقد حکی الماوردی انکار وقوع
الحد بالذین قذفوا عائشة اصلا کما تقدم واعتل قائله بان حد القذف
لا یجب الا بقیام بینة۔ او اقرار وزاد غیره او بطلب المقذوف قال ولم ینقل
ذلك كذا قال صفحہ ۲

کہ ماوردی اسکے قائل ہین کہ حضرتؐ نے اونلوگون پر جنھون نے قذف عائشہ کیا تھا مطلق حد
نہ جاری کیا جیسا کہ پہلے مذکور ہوا اور اسکی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حد قذف تو اوس وقت جاری
ہوتا ہے جبکہ بینہ قایم ہو یا اقرار کرے اور دوسرون نے یہ زیادہ کیا ہے کہ جسپر قذف کیا گیا ہے
وہ طالب حد ہو۔ حالانکہ حدیث مین مطلق ذکر اسکا نہین ہے۔
اسکا مطلب بالکل صاف ہے کیونکہ ماوردی نے صاف صاف انکار کر دیا کہ حضرتؐ نے قاذفین عائشہ

پر مطلق حد لگایا ہی نہین۔ تو پھر فرمایئے جو شخص ایسے نبی کا تابع ہو جسنے برضا و رغبت یا بمجبوری ایسے لوگونپر بھی حد نہ لگایا جو ایسے امر عظیم کے مرتکب ہوے کہ عائشہ سی محبوبہ کو متہم بنایا اوسکا وصی جانشین اگر مقتضاے مجبوری مین اون ظالمونکو سزا نہ دی جنھون نے جناب سیدہ پر ظلم کیا تو آپکو کیون تعجب ہوتا ہے۔

حضرت زینب جو بنت رسول اللہ کہی جاتی ہین اور زینب خیر بناتی اونکے حق مین روایت کی جاتی ہی تو اونکا حال سابقاً مذکور ہو چکا کیا وصفیہ او نپر کیا ظلم ہوا تھا جس سے وہ ہلاک ہوئین۔ مگر رسول اللہ صلعم نے اوسکا بدلہ نہ لیا۔ تو بتلایئے معترض نے اگر حضرت کی تاسی کی۔ تو اوس سے کیا ظالم کا ظلم محو ہو جایگا یہی تو صفت ہے انبیا و اولیا کی کہ وہ اپنے نفس کیلئے کچھ نہین کرتے اور غیرونکے لئے جان تک دے ڈالتے ہین۔

افسوس تو زیادہ تر اسی کا ہی کہ آپنے یا آپکے اسلاف نے آجتک نہ تو انبیا کو پہچانا نہ مرتبہ اولیا کو اپنے نفس پر قیاس کر سکتے ہین کہ جن باتون سے ہم متاثر ہوتے ہین انھین باتونسے وہ حضرات بھی متاثر ہوتے ہین حالانکہ اونکا وہ درجہ ہی جو آپکے قیاس مین نہین آسکتا کہ محض احیاء شریعت اور انفاذ حکم خدا کیلئے وہ کن کن صعوبات کو برداشت کرتے ہین اور وہی شخص رسول اللہ صلعم ہو سکتا ہی یا اسد اللہ الغالب کہلا سکتا ہے جو اپنے نفس پر اتنا قادر ہو کہ ذرہ سا نفسانیت کو بھی نہ دخل دے۔ کیا قصہ عمرو بن عبدود بھول گئے کہ اوسنے جناب امیر پر معاذ اللہ تھوکا ہی اور حضرت نے تلوار روک لیا ہے اور یہی فرمایا ہے کہ اگر اسوقت مین اوسے قتل کرتا تو نفسانیت شریک ہوتی۔ روضۂ ندیہ مین ہے۔ ص۹۰

قلت وفی هذه القصة ما تقصر عنه العبارات من الدلالة علی شجاعة الوصی وعلی بذله نفسه لله ولرسوله صلعم لانه بذل نفسه ثلاث مرات وقد احجم الناس ولم یقدم احد من ابطال المومنین المسلمین ثم ما احسن ما خاطب به عمرو من الثلاث الخلال التی عرضها علیه فلله ما اثبت ذلك الجنان وما اقوم تلك اللسان ان کلم باللسان الکن وان کلم بالسنان اثخن وفی بعض روایات القصة انه لما برك علی صدر عمرو لیقتله عمرو فسکن علیه السلام عن

می داد او آنحضرت گرسنه شمارا پند می داد و جاہل شمارا یعنی در امن و امان و ناز و نعمت دنیاوی و دینی بودید و بودیم ما در زمین دور و دشمنان دین بحبشه زیرا که همه کافر بودند غیر از نجاشی و بودیم در شدت و محنت و این همه از جهت خدا سوگند بخورم من طعامے را و نمی نوشم آب را تا آنکه گویم و نقل کنم آنچه گفتی تو نزد رسول خدا و گفت بودیم که ایذا کرده میشدیم و ترسانیده می شدیم پس بگویم بحضرت و به پرسم او را از حقیقت حال و بخدا سوگند دروغ نه گویم و میل نکنم بباطل و زیاده نه کنم بر آنچه شنیدیم از تو پس هنگامے که آمد آنحضرت در مجلس گفت اسما پرسید از آن حضرت یا نبی الله عمر میگوید چنین و چنین فرموده آن حضرت پس چه گفتی عمر را گفت گفتم چنین و چنین و گفت آنچه گذشته بود میان عمر و وے کلام پس فرمود آن حضرت نیست عمر و یاران وے سزاوار تر نزد من از شما او را و اصحاب او را یک هجرت است که از مکه بمدینه است و مر شمارا اے اہل سفینه دو هجرت است یعنی یکے از مکه بحبشه و دیگر از حبشه بمدینه مطہره گفت اسما بنت عمیس پس بتحقیق دیدم ابوموسی و اصحاب سفینه را که می آمدند نزد من فوج فوج و فرقه فرقه می پرسیدند مرا از این حدیث و نبود از دنیا چیزے که ایشان بآن شادان تر و بزرگتر شوند در نفسہائے خود از آنچه گفته بود ایشان را پیغمبر صلی الله علیه وسلم و مدح کرد و اعلاء شان ایشان کرده و بتحقیق دیدم ابوموسی را که طلب داشت تکرار میکرد این حدیث از من از جهت ذوق و خوشحالی که دست داد او را از آن و گفته است ابوموسی قدوم آوردیم ما بر پیغمبر صلی الله علیه وسلم بعد از آن که فتح کرد خیبر را پس قسمت کرد ما را و قسمت نکرد مر هیچ یکے را که حاضر نشده بود در فتح [illegible]

کیا مسلمانوں کی جماعت میں جنکی تعداد اسوقت کروڑوں سے کہیں زیادہ ہے باستثناء

حکم باری کو قبول کیا تو خدا ہی رحم کرے کیونکہ مدار تفریق کا منصب و رسالت تو عمر صاحب کے قبول و عدم قبول پر ہے حاصل یہ ہے کہ جسکو عمر نے مانا وہ منصب رسالت سے ہوا اور جسکو نہ مانا وہ منصب رسالت سے خارج ہوا۔

مگر افسوس یہ ہے کہ اس واقعہ سے بھی اونکا اسلام و نبوت ثابت ہو سکا؟ کیونکہ تجربہ سے ثابت ہو چکی تھی کہ جس کے بارے میں حضرت نے یہ دعا کی کہ دعائی تصدیق کہاں حاصل ہوا وہ تو تجربہ کی تائید ہوئی۔

شیعہ دو چار مسلمان بھی ایسے نکل سکتے ہین جو اس حدیث رسول کی تصدیق کرین اور حضرت کو اس بیان مین صادق مانین جنمین حضرت بتا کید بیان فرماتے ہین کہ ہرگز عمر اور اوس کے ساتھی تم لوگون سے بہتر اور راحج تر ہمارے ساتھ نہین ہین؟ حاشا و کلا۔ ہم جہانتک جانتے ہین ایک متنفس بھی ان مدعیان اسلام مین ایسا نہو گا جو رسول اللہ کی اس حدیث پر ایمان لائے اور حضرت کو اس قول مین صادق جانے کیونکہ مسلمانون نے اپنا عقیدہ یہ قایم کیا ہے

افضل البشر بعد نبینا ابوبکر و عمر ۔ شرح عقائد نسفی ص۵۷

پھر بتائیے یہ کس قسم کے مسلمان ہین کہ رسول اللہ تو اپنے اہل قرابت کو تصریح تمام ابوبکر و عمر سے افضل فرمائین اور حضرات اہل سنت برخلاف اوسکے یہ عقیدہ قائم کرین کہ شیخین افضل ہین

آپ اس روایت کو بغور ملاحظہ فرمائین کہ اسماء بنت عمیس جو رسول اللہ کی بعثت کے دو تین برس کے بعد مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے ملک حبش مین گئی ہین جو نہ اپنا ملک ہے نہ اپنا وطن ہے نہ اپنی زبان ہے نہ اپنا دین ہے نہ اپنی قوم نہ قبیلہ اور سترہ برس مین واپس آئی ہین۔ ملاقات حضرت حفصہ کو گئی ہین وہان عمر صاحب کا تشریف لانا اور اس خطاب سے سوال کرنا کہ وہی عورت حبشہ والی وہی عورت ہے دریا والی نہ سلام ہے نہ مزاج پرسی۔ نہ دلدہی۔ نہ انسانی سلوک بلکہ وحشیانہ یہ تقریر ہے بلکہ ہم تم سے افضل ہین کیونکہ ہم پہلے ہجرت کر کے آئے۔

کیا آپ کسی مہذب شخص کی تقریر ایک ایسے غریب مسافر سے جو اتنے عرصہ کے بعد آیا ہو بطور نظیر پیش کر سکتے ہین؟ ہرگز نہین۔ کیا آپنے کبھی شخص کو سنا ہے کہ اس طرح وہ اپنی فرضی فضیلت بیان کرے؟ اس مہذب زمانہ مین تو آپ کسی کمینہ سے کمینہ ترکی بھی تقریر نہ سنینگے جو اسنے

بلکہ غور کیجئے تو عمر صاحب نے حضرت پر یہ الزام قائم کر دیا جو انگذاشتی اور اکہ چند گاہ بہرہ مندی شدیم جسکے مطلب یہ ہوے کہ حضرت کے اس کلمہ کی بدولت وہ شہید ہو گا تو باعث شہادت اس دعا کو قرار دیا۔

پھر جب روایت مین اختلاف ہے کہ قائل اسکا کون ہے کیونکہ بعض روایت مین عمر کا نام ہے تو ممکن ہے یہ یارون کی بندش ہو۔

بہرحال اگر طریقہ مولوی شبلی صاحب یہ تفریق کا منصب رسالت مانا جائے تو صرف یہی

منہ میاں مٹھو بنتا ہو، وہ بھی ایک غریب بیکس مجبور عورت کے مقابلہ مین پھر یہ کون سی بڑی شیخی اور بہادری تھی جس پر آپ اسقدر اتراتے تھے۔ مگر ہمکو اوس سے زیادہ بحث نہین کیونکہ رسول اللہ نے نہایت صفائی سے عمر کی تکذیب اور حضرت اسماؓ کی تصدیق تمام عالم پر ظاہر کر دی جس سے اوسی زمانہ مین یہ خبر اس درجہ مشہور اور متواتر ہوگئی کہ ہزارون صحابہ فوج در فوج گروہ در گروہ آتے اس حدیث کو سنتے اور خوش ہوتے کہ رسول اللہ نے کس فصاحت سے عمر صاحب کے تکبر کو توڑا ہے اور اون کے غرور کا سر نیچا کیا ہے۔

ہان آپ جانتے ہین۔ یہ اسما بنت عمیس کون ہین؟ حضرت جعفر طیار کی زوجہ ہین اور یہی وجہ ہے کہ عمر صاحب اپنی فضیلت کو اون کے مقابل مین ثابت کیا چاہتے تھے کیونکہ آپ ملاحظہ کر چکے ہین عمر صاحب کو جو عناد تھا قرابت مندان رسول سے نہ دیگر صحابہ سے اسی وجہ سے یہان چاہا کہ اپنی فضیلت کا اقرار کرا لین مگر کب ممکن تھا کہ رسول اللہ کسی نا جائز امر کا اقرار فرمائین اسی وجہ سے حضرت نے اس تصریح سے عمر کی تکذیب کی کیونکہ اسما بنت عمیس مین دو فضیلتین جمع تھین ایک قرابت مندی رسول بسبب زوجیت حضرت جعفر طیار۔ دوسری فضیلت ہجرت حبشہ کی کیونکہ ہمنے آجتک کسی حدیث یا تاریخ مین نہین دیکھا ہے کہ عمر صاحب نے اپنی فضیلت کا کبھی دعوی کیا بجز اسکے کہ قرابت رسول کو ہمیشہ وہ نظر حقارت سے دیکھتے تھے اور بظاہر یہی وجہ معلوم ہوتی ہے اس قسم کی غیر مہذب اور کمینہ تقریر کی۔ ان حالات سے آپ اس نتیجہ پر ضرور پہونچ سکتے ہین کہ عمر صاحب کس قسم کی حقارت قرابت مندی رسول سے تمام مسلمانون مین پھیلا رہے تھے کیونکہ حضرت جناب سے سخت کلامی کر چکے۔ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب سے وحشیانہ تقریر انکی آپ سن چکے

ایک واقعہ ایسا ملتا ہے جسمین کسی چیز کے عمر صاحب نے آپکے اس کلام کو منصب رسالت سے مانا۔ مگر افسوس کہ ایسے صدہا واقعات ہین جنمین کفار نے بھی حضرت کی تصدیق کی ہے اور حضرت کی خبر و نکو مانا تھا کہ دلیا ضرور ہوگا لہذا عمر صاحب اور وہ کفار اس مادہ مین مساوی نکلے پھر کیا شبہ ہے کہ اونکو مسلمان کہین اور انکو نہ کہین مدارج النبوۃ مین ہے۔

امیہ بن خلف تیر نمنخواست کہ از مکہ بیرون رود بجہت آنکہ بوسے [illegible] سعید [illegible]

حضرت ام ہانی خواہر جناب امیرؑ سے انکی بدزبانی آپ معلوم کر چکے ۔ زوجہ حضرت جعفر طیار سے غیر مہذب تقریر بھی آپ دیکھ چکے ۔ اب وہ زمانہ آیا کہ رسول اللہؐ نے دنیا سے انتقال فرمایا ایک طرف عمر صاحب ہین اور اونکے ہمرائے صحابہ ۔ دوسری طرف خاندان رسالت کے بقیہ السیف جناب امیرؑ جناب سیدہؑ حضرت عباسؓ حضرت عقیلؓ اور چند بچے یعنی حسنینؑ عبداللہ بن عباس عبداللہ بن جعفر وغیرہم جنمین کسی کا سن دس برس سے زیادہ نہین پھر بتائے عمر صاحب کا تشدد کس درجہ تیز ہوگا ۔ پہلا واقعہ آپکو خانہ سوزی جناب سیدہؑ کا ملیگا جسمین عمر صاحب قسم کھاتے ہین کہ ہم اس گھر کو ضرور جلا دینگے اور بعض صحابہ کہتے ہین کہ اس مین جناب فاطمہ بنت رسول ہین لیکن عمر صاحب نہایت بے پروائی سے جواب دیتے ہین ہوا کرین ! اجیسا کہ ازالۃ الخفا مین ہے ۔

دوسرا واقعہ اسکے متصل ہی وہ ہے جو جناب امیرؑ کے ساتھ پیش آیا کہ حضرت نے فرمایا اگر ہم بیعت نہ کرین تو تم کیا کروگے ۔ عمر نے جواب دیا کہ قتل کرینگے جس پر جناب امیرؑ نے فرمایا کہ تب ایک بندہ خدا اور برادر رسولؐ کے تم قاتل ہوگے جسپر عمر نے کہا کہ بندہ خدا تو ٹھیک ہے ۔ لیکن برادر رسول نہین ۔ دیکھو کتاب الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۲۲

دیکھئے ان دونون واقعون مین کس طرح عمر صاحب نے قرابت رسولؐ کی تحقیر کی کہ جناب سیدہ کے نسبت تو کہا "ہوا کرین" اور جناب امیرؑ کی نسبت صاف صاف بیان کر دیا کہ آپ برادر رسول نہین ہین ۔ اس سے بڑھکر کیا انکار ہو سکتا ہے اور کیا تحقیر قرابت ۔

ان مسلسل واقعات سے آپ بخوبی نتیجہ نکال سکتے ہین کہ قرابت رسولؐ کس طرح مسلمانون کی نظرون مین ذلیل و حقیر کی جا رہی ہے کہ کہین تو اصل قرابت ہی سے انکار ہے کہین اوسکے

سعد بن معاذ بہ خبر دادہ بود کہ امیہ بن خلف را یاران من خواہند کشت ۔ و خبر آنحضرت نزد کفار قریش بے شک صادق بود صفحہ ۱ جلد ۲

تو کیا عمر صاحب کفار قریش سے بھی گئے گذرے ہوئے تھے ۔ جو حضرت کے خبر کی تصدیق نہ کرتے ۔ تو اب مولوی شبلی صاحب بتائین کہ عمر صاحب کو آپ کیونکر مسلمان کہہ سکتے ہین کیونکہ آپ فرما چکے ہین "جو بزرگ جانتا وہ کفار ہم انکو اسلام کے دائرے سے بھی باہر سمجھتے ہین"

قابل عزت واحترام ہونے سے انکار ہے - اب عملی کارروائی سنئے جو اس قرابت رسول کے مٹانے کیلئے کی گئی سنن ابوداود کتاب الخراج والفئی والامارۃ میں ہے -

حدثنا عبید اللہ بن عمر بن میسرۃ حدثنا عبد الرحمن بن مہدی عن عبد اللہ بن المبارک عن یونس بن یزید عن الزہری قال اخبرنی سعید بن المسیب قال اخبرنی جبیر بن مطعم انہ جاء ہو وعثمان بن عفان یکلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما قسم من الخمس بین بنی ہاشم وبنی المطلب فقلت یا رسول اللہ قسمت لاخواننا بنی المطلب ولم تعطنا شیئاً وقرابتنا وقرابتہم منک واحدۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما بنو ہاشم وبنو المطلب شئ واحد قال جبیر ولم یقسم لبنی عبد شمس ولا لبنی نوفل من ذلک الخمس کما قسم لبنی ہاشم وبنی المطلب وقال وکان ابوبکر یقسم الخمس نحو قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر انہ لم یکن یعطی قربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعطیہم قال فکان عمر بن الخطاب یعطیہم منہ وعثمان بعدہ - مطبوعہ کانپور ملک

یعنی جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ وہ اور عثمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے کہ کلام کریں دربارہ خمس کے جو حضرت نے تقسیم کیا تھا بنی ہاشم اور بنی المطلب کو جبیر ابن مطعم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سے عرض کیا آپ نے خمس ہمارے بھائیون بنی المطلب کو دیا اور ہمکو کچھ نہ دیا حالانکہ قرابت ہم لوگون کی ایک ہے (کیونکہ حضرت ہاشم چار بھائی تھے ہاشم، مطلب، عبد شمس، نوفل حضرت ہاشم کی اولاد رسول اللہ وجناب امیر وسادات

حبس سے ضرور ہے کہ حسب اقرار اپنے اب انکو اسلام کے دائرے سے باہر سمجھین - کیونکہ مدار تصدیق رسول احکام پر ہے کہ جسنے حضرت کے احکام کو صدق دل سے مانا وہ مومن ہوا - اور جس نے احکام مین تصدیق نہ کی وہ کافر ہوا اگرچہ اخبار مین حضرت کو کیسا ہی صادق بلکہ اصدق الصادقین مانتا ہو کیونکہ خداوند عالم سورہ نمل مین فرماتا ہے -

فلما جاءتھم آیاتنا مبصرۃ قالوا ھذا سحر مبین وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم

بنی ہاشم -
او رعبد شمس کے عثمان وغیرہ اور نوفل کے جبیر ابن مطعم (۱۲ راقم) پس فرمایا حضرت نے
بنی ہاشم او ربنی المطلب ہمیشہ ایک رہے جبیر نے کہا کہ حضرت نے خمس سے حصہ نہ دیا
بنی عبد شمس (جسمین حضرت عثمان تھے) نہ بنی نوفل کو (جسمین جبیر تھے) اور تقسیم کیا
بنی ہاشم و بنی المطلب کو۔
پھر جبیر کہتے ہین کہ ابوبکر تقسیم کرتے تھے مطابق تقسیم رسول صلعم کے مگر قرابت مندان رسول
کو کچھ بھی نہ دیتے تھے جیساکہ رسول دیا کرتے تھے جبیر کہتے ہین اور عمر صاحب دیا کرتے تھے اون
قرابت مندون کو وسی خمس سے اور بعد عمر کے عثمان بھی - انتہی -
یہان آپ قصہ فدک کو نہ خیال کیجیگا جسکے بارہمین یہ حدیث بنائی گئی کہ نحن معاشر
الانبیاء لانورث ولانورث بلکہ عام قرابت رسول ؐ ہے جسکے بارہمین خداوند عالم فرماتا ہے
واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتامی
والمساکین - یعنی خداوند عالم نے خمس کو پانچ حصون پر تقسیم کیا ہے حصہ خدا - حصہ رسول -
حصہ ذوی القربی - حصہ یتامی و مساکین - اوسکے متعلق ابوبکر صاحب کی یہ کارروائی تھی -
کہ قرابت مندان رسول ؐ کو ایک دم محروم کر دیا تھا جسکا مطلب یہ ہوا کہ حکم صریح خداوندعالم
و سنت رسول ؐ کو انہون نے ایک دم معطل کر دیا -
قصہ فدک مین یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ ابوبکر صاحب خود رسول اللہ سے وہ حدیث سن چکے تھے
اس سبب سے مجبور تھے - مگر یہان کیا ارشاد ہوگا کہ قرآن مین آج تک یہ حکم موجود ہے
اور رسول اللہ صلعم کا اسی کے مطابق عمل بھی تھا لیکن ابوبکر صاحب نے ایک دم محروم کر دیا

ظلما وعلوا فانظر کیف کان عاقبۃ المفسدین - یعنی جب اونکے پاس ہماری روشن
نشانیان پہونچین تو کہنے لگے یہ صریح جادو ہے اور انکار کیا اوس سے از راہ ظلم وغیرہ حالانکہ اونکے
دلون نے یقین کر لیا تھا پس دیکھو کیا انجام ہے مفسدین کا -
آخر مین ہم مولوی شبلی صاحب کو چیلنج دیتے ہین کہ آپکو تاریخ دانی پر بڑا ناز ہے - آپ ابتداء سے
اسلام عمر صاحب سے ایک واقعہ بھی ایسا دکھا دین کہ کسی حکم کو جسمین کچھ دخل در معقولات کا

اور برخلاف اوسکے عمر صاحب نے پھر وہ سلسلہ جاری کیا جس سے اسکا بھی گمان نہین ہوسکتا کہ ابوبکر صاحب کو کوئی خاص حکم اسکے متعلق بھی ملا ہو اسلئے کہ کم سے کم عمر صاحب توضرور اوسکی تقلید کرتے۔

خداوند عالم نے صرف اسی آیہ مین حصہ ذوی القربی نہین قرار دیا۔ بلکہ دوسری آیہ مین فرماتا ہے وات ذی القربی حقہ کہ ذوی القربی کو اونکا حق دیدو۔

جسکے مضمون تفسیری سے ہم یہان نہین بحث کرتے بلکہ ظاہری الفاظ قرآن پر توجہ دلاتے ہین کہ کس طرح خدانے حق ذوی القربی کے دینے کی تاکید کی۔ مگر خلیفہ اول نے خلافت پاتے ہی اوس حق کو ایسا باطل کیا کہ کسی طرح قرابتمندان رسول کو اون کا حق نہ دیا۔

تیسری آیہ مین تو خدانے یہ بھی فرمایا قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی جس سے معلوم ہوا کہ مودت اہل قربی کو خدانے اجر رسالت قرار دیا ہے۔ مگر اوس حکم کی اسطرح تعمیل کی گئی کہ رسول اللہ صلعم کے حضور مین آپکی قرابتمندی غیر نافع اور بیکار شئی قرار دی گئی جسپر حضرت کو بار بار خطبہ کرنا پڑا۔

یہی سبب ہے کہ صحیح مسلم مین ہے وکان لعلی من الناس وجہ حیاۃ فاطمہ فلما توفیت استنکر علیؑ وجوہ الناس فالتمس مصالحۃ ابی بکر ومبایعتہ و لم یکن بایع تلک الاشہر جلد ۲ صفحہ ۹۱ مطبوعہ دہلی

یعنی زندگی جناب سیدہ سے ایکطرح کی آبرو تھی حضرت علیؑ کو جب حضرت فاطمہؑ نے انتقال کیا تو سب کے مونہہ حضرت علیؑ سے پھر گئے جس سے وہ مجبور ہوے کہ ابوبکر سے صلح کرین یہ روایت اچھی طرح بتا رہی ہے کہ عمر ابوبکر کی متفقہ کوششون نے قرابتمندی رسول کو ایسا مکروہ بے اثر کر دیا تھا کہ جناب امیر ایسے شخص کو جسنے بناے اسلام مین وہ خدمتین کی

موقعہ ہے عمر صاحب نے بلا چون وچرا تسلیم کر لیا ہو یا اپنے زمانہ مین کوئی ترمیم اوس مین نہ کی ہو تو ہم آپکو نذرانہ دین بہ استثناء اون احکام کے جو قبر آپکا جاری ہو چکے ہون۔ خواہ وہ عبادات سے ہون یا خواہ معاملات سے۔ جسپر ہم یہ دعوی کرتے ہین کہ اگر آپ کوئی حکم ایسا نکالینگے تو انشاء اللہ ہم عمر صاحب کا اختلاف اوسکے متعلق ضرور دکھادینگے۔

تھین کہ آجتک تواریخ اون کی شاہد ہین۔ اگر کچھ قابل ترحم بنایا تو صرف وجود جناب سیدہ نے کیونکہ جناب سیدہ کی قرابت رسول اللہؐ سے ایسی نہ تھی جسکا کسی طرح انکار کیا جا سکے۔ اگرچہ حضرت عمر نے اسکے مٹانے مین بھی پوری کوشش کی تھی۔ مگر یہ فطری امر تھا جسکو وہ کسی طرح نہ مٹا سکے چنانچہ اوسی کتاب الامامۃ والسیاسۃ مین ہے۔

"ثم قام عمر فمشی معہ جماعۃ حتی اتوا باب فاطمہ فدقوا الباب فلما سمعت اصواتھم نادت یا علی وابن ابی قحافہ فلما سمع القوم صوتھا وبکاءھا انصرفوا باکین وکادت قلوبھم تتصدع واکبادھم تتفطر وبقی عمر ومعہ قوم فاخرجوا علیا فمضوا بہ الی ابی بکر فقالوا لہ بایع فقال ان انا لم افعل فمہ قالوا اذا واللہ الذی لا الہ الا ھو نضرب عنقک قال اذاً تقتلون عبد اللہ واخا رسولہ قال عمر اما عبد اللہ فنعم واما اخو رسول اللہ فلا وابو بکر ساکت لا یتکلم فقال عمر الا تأمر فیہ بامرک فقال لا اکرھہ علی شئ ما کانت فاطمہ فی جنبہ فلحق علیؑ بقبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصیح ویبکی وینادی یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی صہ۲"

یعنی پھر کھڑے ہوے عمر اور گئے ایک جماعت کے ساتھ یہانتک کہ داخل ہوے خانہ جناب سیدہ تک اور دق الباب کیا جب حضرت نے اون کی آواز سنی تو چیخین اور کہا واے ہو اسے ابن ابی قحافہ پس جب صحابہ نے آپکے رونے اور آہ و بکا کی آواز سنی تو روتے ہوے پلٹ آئے درحالیکہ قریب تھا دل اونکے ٹکڑے ہو جائین اور جگر پاش پاش۔ مگر کھڑے رہے عمر اور اونکے ساتھ ایک جماعت تھی۔ پھر نکالا حضرت علیؑ کو اور لیگئے ابو بکر کے پاس اور کہا کہ بیعت کرو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اگر نہ بیعت کرین تو تم کیا کروگے جسپر اون لوگون نے جواب دیا قسم اوس خدا کی جسکے سوا کوئی خدا نہین ہے اسوقت ہم تمہین قتل کر دالینگے

پھر کیون نہین آپ اپنے قول کی شرم رکھکر صاف صاف کہہ دیتے "کہ ہم انکو اسلام کے دائرے سے باہر سمجھتے ہین" والسلام علی من

اتبع الھدی

تب حضرت علیؑ نے کہا کہ تم قتل کروگے ایک بندہ خدا اور برادر رسول کو۔ عمر نے جواب دیا کہ بندہ خدا ہونا تو صحیح ہے لیکن رسول اللہؐ کا بھائی ہونا ہرگز نہیں۔ اور ابوبکر اوسوقت چپ تھے کچھ کلام نہیں کرتے تھے جس پر عمر نے کہا کیون نہیں تم اپنا حکم دیتے ابوبکر نے کہا جب تک حضرت فاطمہؑ اون کے یہان ہین ہم کسی بات پر اونکو مجبور نہین کرسکتے پس گئے حضرت علیؑ قبر رسول پر چیخیتے روتے ہوئے۔ اور فرماتے تھے (ترجمہ آیا)

"اے ماجائے میرے قوم نے ہمکو ضعیف کرنا چاہا اور قریب تھا کہ قتل کردین"

یہ آیہ قرآن مجید مین قصہ حضرت موسیٰ و ہارون مین وارد ہے کہ جب حضرت موسیٰ اپنے بھائی ہارون کو خلیفہ کرکے کوہ طور کی طرف گئے ہین اور قوم بنی اسرائیل نے حضرت ہارون کی مخالفت کرکے گوسالہ پرستی شروع کی پس جب حضرت موسیٰؑ واپس آئے تو اون سے حضرت ہارون نے اپنا حال ان لفظون مین ادا کیا ہے۔ اوسی آیہ کی جناب امیر قبر رسول پر پہونچکر تلاوت کی ہے جس سے ہر مسلمان کو رسول اللہ کے حدیث یا علی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی کی بخوبی تصدیق ہوگئی کہ جناب امیر سے بالکل وہی سلوک کیا گیا جو حضرت ہارون کے ساتھ کیا گیا تھا اور حضرت نے بھی اوسی آیہ کی تلاوت کی جو حضرت ہارون نے پڑھی تھی۔

ہماری غرض اس واقعہ کے بیان سے صرف اسیقدر ہے کہ جناب سیدہ کے رونے چیخنے اور چلانیکا اثر تمام صحابہ پر بڑا اثر ہوا اور اکثر لوگ [illegible] اور سب واپس آئے لیکن حضرت عمر کی ہمت و استقلال مین جناب سیدہ کے رونے اور چلانے نے بھی کوئی فرق پیدا نہین کیا۔ اور وہ اوسی طرح اپنے ارادہ پر قائم رہے۔

یہ واقعہ ابتداے وفات رسول کا ہے کہ جبکہ صحابہ میں کچھ لوگ ایسے جو احادیث رسول اللہؐ پر ایمان رکھتے تھے اور اون کے دل باوصف عداوت اہلبیت

ظاہر ہین مثل شیخین سخت نہ تھے۔ اسلئے یہ ہوا کہ کچھ لوگ چلے آئے تھے۔ اور سکے بعد۔ ابوبکر و عمر کے کارروائیون نے اسکو اس طرح مٹایا کہ آپ سنن ابوداؤد سے دیکھ چکے ابوبکر صاحب نے تقسیم خمس سے حصہ ذوی القربی بالکل نکال دیا کہ کسی طرح اونکا حصہ ہی نہ رہا۔

ہان چونکہ اس تحریر کی ابتدا قصہ اسما بنت عمیس سے کی گئی ہے جو حضرت جعفر طیار کی زوجہ محترمہ تھین لہذا بمناسبت مقام یہ واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہوگا کہ استیعاب ابن عبدالبر کی مین ہے

فلما توفیت جاءت عائشۃ تدخل فقالت اسما لا تدخلی فشکت الی ابی بکر فقالت ان ھذہ الخثعمیۃ تحول بیننا وبین بنت رسول اللہ ؐ وقد جعلت لھا مثل ھودج العروس فجاء ابوبکر فوقف علی الباب فقال یا اسما ما حملک علی ان منعت ازواج النبیؐ ان یدخلن علی بنت رسول اللہ وجعلت لھا مثل ھودج العروس فقالت امرتنی ان لا یدخل علیھا احد واریتھا ھذا الذی صنعت وھی حیۃ فامرتنی ان اصنع ذالک لھا قال ابوبکر فاصنعی ما امرتک ثم انصرف فغسلھا علیؑ واسماء ص۷۳۴ جلد ۲

کہ جناب سیدہؑ نے وفات پائی تو عائشہ نے چاہا کہ اس مکان مین داخل ہون اسما بنت عمیس نے (جو اوسوقت زوجہ ابوبکر تھین) کہا تم اس گھر مین نہ آؤ عائشہ نے اسکی شکایت اپنے باپ ابوبکر کی اور کہا یہ عورت خثعمیہ (اشارہ ہے طرف خاندان اسما بنت عمیس کے) ہمکو دختر رسول اللہ ؐ کے پاس جانے نہین دیتی اور اُنکے لئے ایک چیز بنائی ہے مثل ہودج عروس کے (نعش) یہ سنکر حضرت ابوبکر صاحب بھی تشریف لائے اور اسما بنت عمیس سے پکار کر کہا کہ کیون تو ازواج نبی کو نہین آنے دیتی (عجب بات ہے کہ کوئی بات ان لوگون کی چال سے خالی نہین ہوتی زبان تو بی بی عائشہ نے کہا ہمکو بنت رسول کے یہان نہین جانے دیتی مگر ایذا دیتے وقت نہین خیال کیا گیا کہ بنت رسول ہین۔ اور یہان ابوبکر صاحب بھی

وہی گول فقرہ کہتے ہین کہ ازواج بنی کو نہین آنے دیتی اور یہ نہین کہتے کہ عائشہ کو کیون روکا) اور یہ ہودج عروس ساکیون بنایا ہے اسما نے جواب دیا خود جناب سیدہؑ ہمکو حکم دے گئی ہین کہ کسی کو نہ آنے دینا۔ اور یہ نعش تو ہمنے خود حضرت کو دکھا دیا تھا اور اس معصومہ نے پسند کیا۔ اور اسکے بنانے کا حکم دیا۔ حضرت ابوبکر یہ کہکر چلے گئے کہ اچھا بناو۔

یہ روایت آپکو اچھی طرح بتا رہی ہے کہ قلب مبارک جناب سیدہ پر کیا صدمہ گذرا تھا کہ اسکی وصیت کی کہ عائشہ ہمارے جنازہ پر نہ آنے پائین۔

مدارج النبوۃ مین ہے صہ۱۹۵ جلد دوم

وگویند کہ روز دیگر ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضؓ وصحابہ دیگر رضؓ با علیؑ مرتضے شکایت کردند کہ چون مارا خبر نہ کردی تا شرف نماز بروے دریافتے۔ علی عذر گفت کہ بنا بر وصیت وے کردم کہ چون از دنیا بروم مرا بہ شب دفن کنی تا چشم نامحرم بر جنازہ من نیفتد۔ جس سے معلوم ہوا کہ جناب سیدہ کی وصیت صرف عائشہ ہی کے بارہین نہ تھی بلکہ ابوبکر صاحب و عمر کے بارہین بھی وصیت فرما گئی تھین کہ ان مین سے کوئی شریک جنازہ نہ ہو۔

یہ مختصر چند واقعات ہین جو خود عہد رسول اللہ مین پیش آچکے تھے اور بعد حضرت اون امور کی تجدید ہوتی رہی۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ جناب سیدہ ان کی نیات فاسدہ سے مطلع نہون۔ اور پھر اسکے کیا چارہ تھا کہ مظلومیت و مغصوبیت سے حقیت اسلام کو ثابت کرین کیونکہ تمامی صحابہ تو طلب دنیا مین مشغول تھے جس سے من یرید الدنیا و منکم من یرید الاخرۃ کی تصدیق ہو رہی تھی۔

یہ ہے فلسفہ مطالبہ فدک کا جسکی غرض محض اظہار حقیت

اور اسلام کی جلالت قدر و عظمت کا اظہار تاکہ نہ صرف اوس وقت بلکہ قیامت تک تمام عالم کو معلوم ہوتا رہے اسلام کی تعلیم کیا تھی اور صحابہ نے اوسکو کس طرح مٹایا۔

اب ہم اس مقدمہ کو تمام کرتے ہین اور آیات بینات کے ہر ہر فقرہ کی حقیقت دکھاتے ہین تاکہ معلوم ہو کس طرح کی ملمع کاری کی گئی ہے واللہ بالغ امرہ وقد جعل اللہ لکل شئی قدرا

والحمد للہ اولا و اخرا والصلوٰۃ والسلام

علی نبیہ واهلبیتہ الطاهرین

باطنا وظاهرا

اصلاح

وہ ماہانہ رسالہ ہے جو تیرہ برس سے فرقۂ حقہ شیعہ
کی حمایت اور نصرت مین جان لڑا رہا ہے۔ جبکہ
کوئی اخبار ورسالہ اس فرقے کا نہ تھا اسنے قوم
کی اصلاح اور مخالفین کے دفعیہ کا بیڑا اُٹھایا۔
اور قوم نے اپنے کل اغراض ملکی و مالی کا اسکو
سرپرست و نگران مان لیا۔

اس دفتر اصلاح نے آجتک جسقدر کتابین علم
کلام مین شایع کین اور جسقدر مخالفون کا جواب
دیا قوم مین مشہور ہے۔ دو سال سے تنقید بخاری کا
سلسلہ جاری ہے۔ اہلسنت کے اصح الکتب بعد
کتاب الباری صحیح البخاری کی شرح اس خوبی سے
کیجاتی ہے کہ صحیح اور باتفاقی روایتین الگ کیجاتی
ہین اور وضعی و غلط روایتین الگ باوجود ان
خوبیون کے قیمت صرف دو روپیہ سالانہ۔

تنقید بخاری

پہلا حصہ اصلاح جلد سے شروع
ہوا اور دہم جلد میں ختم ہوا بوجہ
کثرت شوق شائقین دوبارہ یہ حصہ اول چھپوا لیا گیا
جسمین صحیح بخاری کے پہلے باب کی کل حدیثون پر تفصیلی
مگر مختصر نظر کیگئی ہے جسکے ملاحظہ سے قدرت خدا یاد
آتی ہے قیمت صرف چھ آنہ ۶؍

الشمس

الشمس نے اہلسنت کے وہ اسرار کھولے ہین
جو آج تیرہ سو برس مین نہ کھلے تھے
تمام عالم کے اہلسنت جمع ہون تبھی کوئی جواب صحیح و
...ین دیسکتے قیمت جلد اول ہے جلد ثانی ...

نہج البلاغہ

اِس کتاب مستطاب سے کون ناواقف ہوگا کہ جناب
امیر المومنین مظہر العجائب و الغرائب اسد اللہ الغالب
علی بن ابیطالب علیہ السلام کے خطبے و خطوط اور
مختلف حدیثین جنپر مسلمانون کے دین و دنیا کی ترقیون
کا مدار و مدار ہے جناب سید رضی علیہ الرحمہ نے اسمین
جمع کی تھین قدیم زمانے سے متعدد شرحین اسکی عربی
فارسی مین لکھی گئین مگر باینہمہ یہ کتاب کمیاب بلکہ
نایاب تھی جناب فخر الحکما دام ظلہ نے اسکا بامحاورہ
ترجمہ کیا ہے اور مبسوط شرح فرمائی ہے مگر چونکہ کتاب
بہت ضخیم تھی اسلیے یہ انتظام کیا گیا کہ ہر سال
اسکے ۲ جزو ۲۲+۲۹ تقطیع پر شایع ہون لہذا ...
سالانہ مقرر کیا گیا ہے چھ ماہ پر چار جزو شایع ہوتے ہین
پوری کتاب کی قیمت درجۂ اول ... درجۂ دوم ...

رسالۂ وضو

جسنے دنیا کو منوا دیا کہ اسلام مین مذہب
حق شیعہ ہے جسکا وضو اور نماز اور اعمال
مطابق کتاب و سنت ہے چالیس حدیثون سے زیادہ
کتب معتمدۂ اہلسنت سے لکھی گئی ہین کہ یہی وضو حضرت
رسول اللہ کا ہے جو شیعون مین جاری ہے قیمت ...

مناظرۂ احمدیہ

حصۂ اول جسمین قرآن و احادیث
رسول اللہ و جناب امیر و حسنین اور
اقوال عائشہ و صحابہ و تابعین و آئمہ مجتہدین و علمای
اہلسنت بالخصوص معاویہ بن ابی سفیان پر جس کا
بعد لعنت تمام مذکور ہے آجتک اس طرح دین مین ایسی کوئی
کتاب نہ لکھی گئی تھی۔ قیمت صرف فی جلد ۱۲؍

سید نظیر حسین پرنٹر